نظارۂ پرستان

ترجمہ مسٹریز آف لنڈن (آخری سلسلہ)

اس مصنف کے حسب ذیل ناول بھی ملاحظہ فرمائیے

غرور حسن - باپ کا قاتل - خونی تلوار - فسانہ لندن - گردش آفاق

مصنف

جارج ڈبلیو - ایم - رینالڈس

مترجم

تیرتھ رام فیروزپوری

اس دفتر سے منشی تیرتھ رام صاحب کے نئے ناولوں کا ایک ماہوار سلسلہ جاری ہے

عہ سالانہ قیمت بھیجکر مستقل خریداری فرمائیے

لال برادرس

۷ - پارسنز روڈ - نولکھا - لاہور

صرف سرورق ملاپ الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام پیارے لال پرنٹر پبلشر کے چھپا

اگر آپ اب تک اس ناول کے مستقل خریدار نہیں بنے تو بحیثیت کا منی آرڈر بھیجکر اب بن جائیے
سال بھر تک اتنی بڑی ایک جلد ماہوار حاضر خدمت ہوتی رہے گی۔

بارہویں جلد

نظارہ پرستان

جارج ڈبلیو ایم رینالڈس کا زبردست ناول

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن خونی تلوار وطن پرست وغیرہ

سنہ ۱۹۲۵ء

لال برادرس

ڈیرہ دون

صدر دفتر ۲۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

اشاعت اول

قیمت عہ

دو دو باتیں

اس جلد کے ساتھ ان اصحاب کی ادا کردہ قیمتیں ختم ہو گئیں۔ جن کی خریداری موجودہ سلسلہ کی جلد اول سے شروع ہوئی تھی۔ پس سال آئندہ کی قیمتیں بحساب عہ اس جلد کی وصولی کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو۔ بذریعہ منی آرڈر روانہ کر دینی چاہئیں۔ یہ ادائیگی کی بہترین صورت ہے۔ باقی حضرات میں سے جنہیں کسی وجہ سے آئندہ خریداری منظور نہ ہو وہ ازراہ کرم ایک پوسٹ کارڈ بھیج کر اسکی اطلاع کر دیں۔ خموشی کی صورت میں سمجھا جائے گا۔ کہ وہ سال آئندہ کی قیمتیں بذریعہ وی۔ پی ادا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے نام تیرہویں جلد بہ سالانہ قیمت کے لئے وی۔ پی کی جائے گی جس کی وصولی ان پر فرض ہو گی۔

ناظرین دیکھیں گے اس جلد کی ضخامت اور بڑھی یعنی ۱۱۶ صفحے ہے۔ جو حضرات اب تک توسیع اشاعت نہیں کر سکے وہ ازراہ عنایت اب اس کار خیر میں حصہ لیں۔

جنوری میں اصحاب ذیل نے ایک ایک خریدار عطا کیا۔ جس کے لئے ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے (۱) جناب سید حبیب الحسن صاحب وکیل گرہر گنج (۲) منشی شمیم الدین صاحب بلہوری کانپور (۳) بابو سلیک چند صاحب کالکا (۴) جناب محمد سعید خاں صاحب سب انسپکٹر ویل گاؤں راجہ (۵) لالہ رامجی مل گوکل چند سواری شیوہ۔ یقین ہے آئندہ بھی نظر عنایت قائم رہیگی

گزشتہ چند ماہ کے عرصہ میں حیدرآباد دکن میں تقسیم ڈاک کی عجیب بدانتظامی دیکھی گئی ہے۔ جتنے خریدار اس شہر میں سکونت رکھتے ہیں۔ سب کو شکایت ہے کہ پرچہ نہیں ملا۔ اس شکایت کا ایک ہی جگہ سے مخصوص ہونا ظاہر کرتا ہے کہ نقص روانگی کا نہیں۔ مقام تقسیم کے انتظام کا ہے پہلے سنا تھا کہ بعض اخبار وہاں کے لوگوں کو نہیں ملتے۔ کیا اب کتابوں پر بھی احتساب قائم ہو گیا؟

بعض خریدار برابر دو دو تین تین ماہ بعد کسی جلد کی عدم رسی کی اطلاع بھیج رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ انہیں کیونکر اس کا یقین دلائیں کہ ایسی صورت میں پہلی جلدیں کسی قیمت پر بھی نہیں مل سکتیں۔ گم شدہ پرچہ کی اطلاع ضرور اسی ماہ کے اندر آنی چاہئے۔

بعض استفسارات کے جواب میں اطلاع عام کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب غالباً ۲۴ جلدوں میں مکمل ہو گی۔ رہ گیا یہ سوال کہ اس کے بعد کونسا سلسلہ شروع ہو گا۔ تو اس کا فیصلہ موجودہ کتاب کی تکمیل پر ہی ہو سکتا ہے۔

نظارہ پرستان

بارہویں جلد

باب - ۶۹

زہری سانپ

راجکماری اندرا کرسٹینا اور سگونہ کو ساتھ لیکر بنگلہ پر واپس آئی۔ تو کرسٹینا کی طبیعت ایک حد تک بحال ہو چکی تھی۔ اس نے راجکماری سے اپنی کمزوری کے لئے معذرت چاہی اور التجا کی کہ اس عارضی پریشانی کو بناوٹ پر محمول نہ کیا جائے۔ اندرا نے بھی بڑی فیاضی سے اس بارہ میں اس کا اطمینان کر دیا۔

اس کے بعد وقت گذرتا گیا حتے کہ رات کے دس بج گئے اور راجکماری کے سونے کا وقت قریب آیا۔ کمرہ خواب کا انتظام سگونہ کے ذمہ تھا۔ اور وہ جانتی تھی کہ میرے بعد کوئی انگریز ماما اس میں نہیں جاتی۔ یہ بھی اس کو معلوم تھا کہ جب سانپ کو ایک بار اندرا کے نرم بستر میں داخل کر دیا گیا تو پھر وہ اطمینان سے وہیں جم کر بیٹھا رہے گا۔ کم از کم دروازہ بند ہونے کی وجہ سے کمرہ کے باہر نہ جا سکے گا۔ بالفرض راجکماری کے بستر سے نکل بھی آئے تو کمرہ کے کسی اور حصہ میں چھپ جائے گا۔ بہرحال ایک رات کے عرصہ میں اس سانپ کی بدولت اندرا کی موت یقینی تھی۔ اس خوفناک کوشش میں سگونہ کو اپنی کامیابی کا بعض اور وجوہ سے بھی یقین تھا جو قابل ذکر ہیں۔ اندرا کے تبدیل لباس کا کمرہ خوابگاہ سے ملحق تھا۔ دونو میں آمد و رفت کا دروازہ موجود تھا۔ مگر کمرہ اول میں داخل ہونے کا رستہ دوسری طرف سے بھی تھا۔ اور راجکماری عموماً اسی رستہ سے کمرہ میں جاتی آتی تھی۔ پس درمیانی دروازہ چونکہ

عموماً بند رہتا تھا۔ اس لیئے سانپ کے تبدیل لباس کے کمرہ میں آنے کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی جس کا مطلب یہ ہے کہ سانپ کا خوابگاہ سے نکلکر راجکماری کی بجا سگونہ پر وار کرنا عملی طور پر غیر ممکن تھا۔ کم از کم یہ خیالات ناسپاس ہندوستانی خادمہ کے ذہن میں اس وقت پیدا ہو رہے تھے۔ جب وہ اپنی مہربان اور فیاض مالکن کے خلاف ہولناک شیطانی منصوبے باندھ رہی تھی۔

رات کے ۱۰ بجے سگونہ کمرہ خواب و تبدیل لباس کے جملہ انتظامات سے فارغ ہوگئی۔ شب خوابی کا لباس بدلتے وقت اندرا کو جس جس چیز کی ضرورت ہوسکتی تھی وہ سب اس نے پہلے سے لاکر کمرہ میں رکھ دیں کہ وقت پر کوئی شے خوابگاہ سے لانے کی حاجت نہ ہو۔ ان کاموں سے فارغ ہوکر سگونہ بالائی منزل پر اپنے کمرہ میں گئی۔ بکس کھولا۔ اور تھوڑی دیر چپ چاپ کھڑی رہی۔ معلوم ہوتا تھا اس بارہ میں اطمینان کیا چاہتی ہے کہ سانپ چمڑہ کی تھیلی سے نکل کر بکس میں تو نہیں آگیا۔ مگر نہیں چرمی تھیلے کے تسمے مضبوط کسے ہوئے تھے۔ اور اس کا غیر معمولی بوجھ ثابت کرتا تھا کہ نوع انسان کا قدیم دشمن اب تک اسی میں بند ہے۔ سگونہ نے تھیلے کو کپڑوں میں چھپا لیا۔ اور راجکماری کے کمرہ خواب کی طرف چلی۔ پلنگ کے پاس جاکر جس پر بستر بچھا ہوا تیار تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ تھیلے کا منہ ڈھیلا کیا۔ مگر نگاہ اچھی طرح اسپر جمائے رکھی۔ قریباً ایک منٹ کے عرصہ میں سانپ نے پھنکار مار کر سر نکالا۔ سگونہ پہلے سے تیار تھی آن واحد میں اس نے سابق کی طرح اسکی گردن مضبوط پکڑی جس سے سانپ کو وار کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ پھر اپنے ہاتھ سے کھینچ کر اسے تھیلے سے باہر نکالا۔ سانپ دوبارہ اس کے خوشنما سڈول بازو پر لپٹ گیا۔ مگر اس نے غیر معمولی پھرتی سے اسکو پلنگ کے کپڑوں میں جھٹک دیا۔ سانپ اس عجیب عمل سے کسی قدر متعجب ہوکر ایک بار اسپر وار کرنے کو پلٹا۔ مگر سگونہ مدہم آواز سے ایک نغمہ دلفریب گانے لگی۔ ناگ اس آواز کو سن کر مست ہوگیا اور آہستہ آہستہ کنڈلی مار کر بےخودی کے عالم میں بیٹھ گیا۔ سگونہ نے اسکو اچھی طرح کپڑوں سے ڈھک دیا۔ اور جو دروازہ تبدیل لباس کے کمرہ کی طرف جاتا تھا۔ اسے کھول کر اندر چلی گئی۔ اس عرصہ میں نظریں برابر اندرا کے پلنگ پر لگی ہوئی تھیں کہ مبادا ذرا سی بے احتیاطی سے سانپ مجھی پر وار کردے۔ مگر وہ بظاہر اپنی زربفت کی پوشش سے ہر طرح مطمئن تھا اس لیئے اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ اور سگونہ نے دوسرے کمرہ میں جاکر درمیانی دروازہ احتیاط سے بند کر

دیا۔ اس کے بعد اپنے کمرہ میں پہنچکر اس نے چمڑہ کا تھیلا بکس میں رکھا اور اسے مقفل کر کے پورے اطمینان سے نوکروں میں جا ملی۔ اس کا چہرہ اتنا ہی پرسکون تھا۔ جیسے اس وقت جب چڑیا خانہ میں سانپ گھر سے نکل کر راجکماری اور کرسٹینا کے پاس گئی تھی۔ صورت سے کسی غیر معمولی واقعہ کا حال ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

ادھر راجکماری اندرا اس خوفناک سازش سے بے خبر جو ہندوستانی خادمہ نے اسکے خلاف کی تھی۔ اپنے آراستہ کمرہ نشست میں بیٹھی کرسٹینا سے باتیں کر رہی تھی۔ آتش دان پر رکھے ہوئے ٹائم پیس نے اپنی نقرئی زبان سے دس بجائے۔ مگر آواز ابھی ہوا میں مرتعش تھی کہ ایک گاڑی بنگلہ کے صدر دروازہ پر آ کر رکی۔ اور کسی نے بڑے زور سے پھاٹک کی گھنٹی بجانی شروع کی۔ سگونہ معلوم کرنے گئی۔ کہ کون آیا ہے۔ اور راجکماری اندرا کرسٹینا سے اس بے وقت آمد کا ذکر کر رہی تھی۔ کہ خادمہ نے واپس آکر پہلے کورنش کی۔ پھر بہت تعظیم سے چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔

”کیوں سگونہ۔ کون آیا ہے؟“ اندرا نے اس سے انگریزی میں پوچھا۔ کیونکہ کرسٹینا کی موجودگی میں وہ کبھی اس سے ہندوستانی زبان میں گفتگو نہیں کرتی تھی۔ نہ صرف اسلئے کہ اسے اپنی عزیز سہیلی سے کوئی بات چھپانا منظور نہ تھا۔ بلکہ اس لئے بھی کہ اب کرسٹینا نے سگونہ کو کافی اچھی انگریزی بولنا سکھا دیا تھا۔

”کماری جی۔“ خادمہ نے عرض کیا۔ ”مہاراج چھتر پتی کی طرف سے دو قاصد حاضر ہوئے ہیں۔ اور دولت پر شرف باریابی کے منتظر کھڑے ہیں۔“

”قاصد! مہاراج کی طرف سے؟“ اندرا نے فرطِ شوق سے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ”جاؤ سگونہ ان کو بڑے تپاک سے میرے پاس لے آؤ۔“

سگونہ نے پھر مشرقی سلام کیا اور رخصت ہوئی۔ کرسٹینا بھی اس خیال سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی کہ نجی گفتگو کے وقت میری حاضری نامناسب ہوگی۔ مگر راجکماری نے اسے فوراً روک دیا اور کہنے لگی۔ ”پیاری کرسٹینا بیٹھ جاؤ۔ یقیناً یہ لوگ کوئی ایسا پیغام نہیں لائے جو تم سے پوشیدہ رکھے جانے کے لائق ہو۔ علاوہ بریں کوئی خاص معاملہ ہو بھی۔ تو وہ اس زبان میں گفتگو کرینگے جسے تم سمجھ نہیں سکتی ہو۔“

کرسٹینا بیٹھ گئی۔ اور سگونہ تھوڑی دیر میں دو شخصوں کو ساتھ لیکر واپس ہوئی جو والئے

اندرآباد کے بھیجے ہوئے قاصد تھے۔ وہ انہیں کمرہ میں چھوڑ کر چلی گئی تو دو اد شخصوں نے صحیح مشرقی طریق پر جھک کر سلام کیا۔ ان کی رنگت ہندوستان کے عام باشندوں کی طرح گندمی اور لباس دیسی طرز کا تھا۔ آبی بانات کے انگرکھوں پر سنہری گوٹ لگی ہوئی۔ دونوں میں سے ایک دراز قامت۔ قوی ہیکل اور بارعب آدمی تھا۔ عمر قریباً پچاس سال اور بظاہر اپنے ساتھی سے مراتب بھی اعلیٰ رکھتا تھا۔ دوسرا پستہ قد۔ لاغر اندام اور تیکھے خط وخال کا آدمی تھا۔ عمر اسکی چالیس سال کے قریب تھی۔ اور کرسٹینا نے جلدی ہی معلوم کر لیا۔ کہ اس کا لباس اپنے رفیق اکبر کی طرح پُر تکلف نہ سہی۔ قیمتی ضرور تھا۔ دونو والیٔ اندرآباد کے وفادار اہلکار تھے۔ اور ان کی جاں نثاری کا مسلم ثبوت یہ تھا۔ کہ اول تو مہاراج نے خصوصیت سے انہی کو اس کام کے لیئے منتخب کیا۔ دوسرے راجکماری اندرا کے سامنے آتے ہی ان کے چہروں پر ویسی ہی رونق آگئی۔ جیسے ماں باپ کے چہروں پر اولاد کو دیکھ کر آیا کرتی ہے۔

مگر یہ اظہار مسرت جلدی ہی انداز تعظیم میں چھپ گیا۔ دونو بڑے ادب سے راجکماری کے قدموں میں دوزانو ہوئے۔ اور انہیں اس حالت میں دیکھ کر ایک لمحہ کے لئے اندرا کی آنکھیں بھی اسی محبت کی یاد سے آنسوؤں ہو گئیں۔ جو اُسے اپنے آبائی وطن سے تھی جس کا عیش وآرام ترک کر کے اس نے عشق کی خاطر اس دور افتادہ دیار کی زحمت سفر قبول کی تھی۔ لیکن جذبات پر فوراً قابو پا کر بالکم اذکم ان کا اظہار روک کر۔ اس نے ہندوستانی زبان میں کچھ کہا۔ جس کا مطلب کرسٹینا نہیں سمجھی۔ بہر حال راجکماری کی نگاہ اور لہجہ سے اس نے معلوم کیا کہ وہ ان سے عنایت آمیز لفظوں میں گفتگو کر رہی ہے۔ ان کی عقیدت ووفاداری کا تشکریہ ادا کرنے کے بعد اس نے ایک ایک ہاتھ دونو کو پیش کیا۔ اور انہوں نے اس دست حنائی کو بڑے ادب واحترام کے ساتھ لبوں سے چھو کر پھر تعظیم سے گردن جھکالی۔ راجکماری نے انہیں اٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ کھڑے ہو گئے۔ اب سن رسیدہ قاصد نے وہ خط پیش کیا۔ جو والیٔ اندرآباد نے ہندوستان سے اپنی نور نظر کے نام بھیجا تھا۔ راجکماری نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے خط لیا۔ اور سرنامہ پر باپ کی تحریر پہچانی۔ عنایات پدری کی یاد نے ایک لمحہ کے لئے ان سیاہ آنکھوں کو ایک بار پھر اشک آلود کر دیا۔ مگر فوراً ضبط کر کے اس نے قاصدوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ اُلٹے پاؤں چلتے مودب فاصلہ پر راجکماری کے سامنے بیٹھ گئے۔ آنسو کا اس ایک ایک قطرہ کو جو پلکوں کی نوک پر لولوئے شہوار کی طرح چمک رہا تھا۔ پونچھ کر اندرا نے لفافہ چاک کیا

اور خط کا مضمون پڑھنے لگی۔

قریباً دس منٹ تک وہ اس کا بغور مطالعہ کرتی رہی۔

اس اثنا میں کرسٹینا ہندوستانی قاصدوں کی طرف نظر حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے لیے ان کی صورتیں اور لباس ایک عجوبہ تھے۔ اس نے معلوم کیا کہ وہ قاصد جو قد اور عمر میں چھوٹا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بے چینی ظاہر کرنے لگتا تھا۔ پہلے کچھ دیر یہ دونوں بُت کی طرح بے حرکت بیٹھے رہے تھے۔ مگر دفعتاً قاصد مذکور نے کچھ عجیب طرح کی حرکات کرنی شروع کر دیں۔ کبھی چونک جاتا۔ کبھی مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھتا۔ اور کبھی نمایاں طور پر کانپنے لگتا تھا۔ چند بار اس نے ہوا کو اس طرح سونگھا۔ جیسے تازی کتا شکار کی بو سونگھا کرتا ہے۔ پھر اپنی تیز آنکھوں کو کمرہ کے ایک کونے پر جما دیا۔ ان عجیب حرکات سے کرسٹینا نے معلوم کیا کہ وہ کسی احساس کو دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھی نے یہ بے چینی دیکھی۔ تو اس کی طرف نظر ملامت سے دیکھا جس سے وہ ایک دو منٹ کے لیے ساکن ہو گیا۔ مگر یکایک وہی عصبی بے چینی جو پہلے اس کی طرف سے ظاہر ہوتی رہی تھی۔ اور جس کا بظاہر کوئی سبب نظر نہ آتا تھا۔ پھر نمودار ہونے لگی۔

اس عرصہ میں راجکماری اندرا خط کے مطالعہ میں مشغول تھی۔ اس کے بعد تھوڑی دیر وہ گہری فکر میں رہی۔ پھر اپنی زبان میں بڑے قاصد سے چند الفاظ کہے جن کا اس نے مفصل جواب دیا۔ معلوم ہوتا تھا۔ اندرا کے سوال پر کسی معاملہ کی کیفیت بیان کر رہا ہے۔

فارغ ہو کر راجکماری نے اپنی سہیلی سے کہا "پیاری کرسٹینا یہ لوگ میرے والد مہاراجہ اندرآباد کی طرف سے آئے ہیں۔ ہندوستان سے چلے ان کو تین مہینے ہو گئے۔ معلوم ہوتا ہے بمبئی سے انہوں نے ایک ترجمان کی خدمات حاصل کر لی تھیں۔ اس سے رستہ میں کسی طرح کی دقت نہیں ہوئی وہ آج ہی رات لندن پہنچے اور اس بے وقت حاضری کے لیے معذرت خواہ ہیں۔ کہتے ہیں ہم آپ کے آرام میں مخل ہونا تو نہیں چاہتے تھے۔ پھر بھی اس خیال سے چلے آئے کہ مہاراج کی چٹھی سے آپ کو بے حد خوشی حاصل ہو گی۔ بھگوان کا شکر ہے کہ مہاراج بہ خیر بیت ہیں۔ مگر لکھا ہے تجھ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ اپنے خط میں انہوں نے بار بار تاکید کی ہے کہ جتنا جلد ممکن ہو ہندوستان چلی آؤ۔ مجھے اس بلاوے کی عرصہ دراز سے توقع تھی۔ اور مہاراج کو مایوس و نا راض کرنا مجھے کسی حال میں پسند نہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ کام جس کے لیے آئی تھی۔ اب تک پورا نہیں ہوا

بہرحال امید کرتی ہوں کہ اب اس کی تکمیل میں بہت وقت صرف نہ ہوگا۔" پھر کرسٹینا کی بجائے اپنے ہی دل سے باتیں کرتے ہوئے اس نے کافی بلند آواز سے کہا: "ہاں مجھے یقین ہے کہ اب یہ کام جلد پورا ہو جائے گا۔ پرماتما نے آپ ہی مجھے سیدھی راہ پر ڈال دیا ہے۔ اور میں خیال کرتی ہوں اب بہت جلد فارغ ہو کر ہندوستان چلی جاؤں گی۔ کل ہی میں نے تم سے برسبیل تذکرہ یہ بات کہی تھی۔ کہ اگر میں جلد تر انگلستان سے رخصت ہونے پر مجبور ہوئی۔ تو تم کو بے وسیلہ نہ چھوڑوں گی . . ."

کرسٹینا نے اس عنایت کے لئے نہ دل سے شکریہ ادا کیا جس کے بعد راجکماری نے پھر اسی سن رسیدہ قاصد سے گفتگو شروع کی۔ اس عرصہ میں دوسرے آدمی کی بے چینی نے انتہائی اضطراب کی صورت اختیار کر لی تھی۔ کبھی ٹانگوں کو سکیڑتا اور کبھی تشنجی انداز سے کانپنے لگتا۔ آنکھیں وحشت زدہ تھیں۔ سانس تیز چلتی تھی۔ اور گندمی پیشانی پر سرد پسینہ کے قطرے نمودار ہو رہے تھے۔ اندرا نے اس کی بے چینی اب تک نہیں دیکھی تھی۔ مگر اب اس کی نگاہ اسکی طرف گئی۔ تو یہ حالت دیکھ کر اسے بھی حیرت ہوئی۔ بڑے قاصد سے کچھ بات کر رہی تھی۔ اسے نامکمل ہی چھوڑ کر وہ اس کے ساتھی کی طرف نظر حیرت سے دیکھنے لگی۔ اب وہ آدمی بھی کانپتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور راجکماری کے قدموں میں گر کر اس نے بے جوڑ لفظوں میں کچھ کہا۔ اس کی باتوں سے ایک لمحہ کے لئے خود اندرا بھی بے چین ہو گئی۔ مگر فوراً وہ سکون بحال کر کے جس کی عادی تھی۔ اس نے حوصلہ افزائی کے طور پر کچھ کہا۔

پھر کرسٹینا سے مخاطب ہو کر انگریزی میں کہنے لگی "تمہیں اس شخص کی حالت دیکھ کر حیرت ہوتی ہوگی۔ مگر اس کی وجہ معلوم کر کے تم بھی جان لوگی۔ کہ اس کا اضطراب بے جا نہیں۔ چڑیا خانہ کے معاملہ کے بعد اس واقعہ کا پیش آنا واقعی عجیب ہے۔ پھر بھی جو کچھ میں کہتی ہوں۔ اسے سن کر ڈرنا نہیں۔ میں اس آدمی کو بہت روکتی ہوں۔ مگر صاف لفظوں میں کہے جاتا ہے کہ بنگلہ کی حدود میں کوئی مہلک قسم کا سانپ چھپا ہوا ہے۔"

راجکماری کے تشفی بخش الفاظ کے باوجود جو ہراس کرسٹینا کے دل میں چڑیا خانہ کے سانپ دیکھ کر پیدا ہوا تھا۔ پھر تازہ ہو گیا۔ گو وہ فطرتاً کمزور طبیعت کی عورت نہ تھی۔ اور ایسے موقعوں پر ہمیشہ اصابت رائے قائم رکھتی تھی۔ کہنے لگی "مجھے بھی آپ کی طرح یقین ہے کہ یہ محض اس آدمی کا وہم ہے۔ ورنہ اس ملک میں زہریلے سانپ کہاں! اس میں شک نہیں ان کی دوا ایک

قسمیں یہاں بھی پائی جاتی ہیں۔ مگر اول ان کے کاٹنے سے کبھی کسی کو مرتے نہیں سنا۔ دوسرے وہ باہر میدانوں میں رہتے ہیں۔ گھروں میں نہیں دیکھے جاتے۔"

رعشہ براندام قاصد اب اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور تیز متجسس نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ دوسرا شخص بھی ساتھی کی زبانی بنگلہ کی حدود میں زہریلے سانپ کی موجودگی کا حال سن کر کھڑا ہو گیا۔ مگر راجکماری کے لفظوں سے اسکا قدرے اطمینان ہوا۔ گو اپنے ساتھی کی طرف وہ اب بھی شکی نظروں سے دیکھ رہا تھا

اتنے میں راجکماری نے پھر کرسٹینا سے مخاطب ہو کر کہا "بات بے شک غیر ممکن نظر آتی ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آخر اس آدمی کو شک کیسے ہوا؟ مجھے معلوم ہے کہ یہ شخص" اس نے چھوٹے قاصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مدت دراز تک شوقیہ سپیروں کا کام کرتا رہا ہے۔ جس طرح سپیرے عقل حیوانی سے کسی مقام پر سانپ کی موجودگی معلوم کر لیتے ہیں۔ اسی طرح ممکن ہے یہ بھی کر سکتا ہو۔ نہ معلوم ان لوگوں کو سانپ کی موجودگی کا علم کیسے ہوتا ہے۔ مگر میرا خیال ہے سانپ کے سطح زمین پر آنے سے ہوا میں کچھ اثر خاص پیدا ہو جاتا ہے۔ جسے یہ لوگ اپنے تیز احساس سے فوراً معلوم کر لیتے ہیں۔"

"مگر بانو اس بنگلہ میں زہریلے سانپ کی موجودگی کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟" کرسٹینا نے پُر بضد ہو کر کہا۔ "نہیں اس جگہ سانپ کی موجودگی عملی طور پر غیر ممکن ہے۔" اسکے باوجود یہ الفاظ کہتے ہوئے وہ نمایاں طور پر کانپنے لگی۔

"ٹھہرو میں پھر اس سے دریافت کرتی ہوں۔" راجکماری نے کہا۔ "مگر دیکھو کرسٹینا۔ اس کی حالت تو دیکھو۔ یقیناً اتنے خوف وہراس کا اظہار بے وجہ نہیں ہو سکتا۔"

اندرا نے ہندوستانی زبان میں قاصد سے کچھ کہا۔ جس کا اس نے جلد جلد جواب دیا اس کے ساتھ ہی زوردار اشاروں سے ظاہر کیا۔ کہ گویا اس ادب اصرار سے مانع ہے تاہم جو کچھ وہ کہتا ہے۔ اس کا اسے پورا یقین ہے۔

"وہ بیجا اصرار کر رہا ہے۔" اندرا نے کرسٹینا کی طرف مڑ کر کہا۔ "لیکن ڈرو نہیں۔ جو تدبیر مناسب ہوگی کی جائے گی۔ میں اس آدمی کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ اور یقین نہیں آتا کہ وہ مجھے دھوکا دینے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس کے علاوہ تم اس کی صورت سے خود اندازہ کر سکتی ہو۔ کہ جو کچھ کہتا ہے وہ محض ریاء و نمائش پر مبنی نہیں ہے۔"

کرسٹینا اب تک ہندوستانی قاصد کی طرف بغور دیکھ رہی تھی جس کا بڑھتا ہوا اضطراب ظاہر کرتا تھا کہ معاملہ کی تہ میں ضرور کچھ بات ہے کبھی وہ دردِ اذیت سے پیچ و تاب کھاتا اور کبھی لرزہ براندام ہوجاتا تھا۔ اس کے دانت چوتھیا تپ کے مریض کی طرح بج رہے تھے۔ اور پیشانی عرق آلود تھی۔ راجکماری نے پھر اس سے چند الفاظ کہے جن کا اس نے زردرو لہجہ میں جواب دیا۔ گو اس کے ادب تعظیم میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا۔ ساتھ ہی اس نے اس طرح ہاتھ پھیلائے۔ گویا اندرا سے کوئی چیز مانگ رہا ہے۔

"وہ باصرار کہتا ہے۔ کہ گھر میں سانپ ضرور موجود ہے۔" راجکماری نے پھر ایک بار کرسٹینا سے کہا۔ "اب کہتا ہے اگر کہیں سے بین مل جائے تو سانپ کو بڑی آسانی سے پکڑا اور ہلاک کیا جا سکتا ہے۔"

"میرے خیال میں اس طرح کا آلہ موسیقی آپکے داروغہ مارک کے پاس موجود ہے۔" کرسٹینا نے جلدی سے کہا۔ "آپ کو یاد ہوگا۔ وہ اسے ہندوستان سے لایا تھا۔ اور اب کئی بار اپنے کمرہ میں شوقیہ بجایا کرتا ہے۔ . . ."

"بے شک یاد آگیا۔" اندرا نے کہا۔ "آپ جس طرح بھی ممکن ہو خطرہ کی پروا نہ کرتے ہوئے کسی نوکر کو بلانا چاہیئے۔"

"خطرہ!" کرسٹینا نے زرد رو ہو کر کہا۔ "تو کیا آپ کو بھی اس کا یقین ہوگیا . . . ؟"

"کرسٹینا سردست میں اس بارہ میں کوئی رائے قائم نہیں کر سکتی۔" اندرا نے قطع کلام کر کے کہا۔ "ایک طرف سانپ کی موجودگی غیر ممکن ہے۔ مگر دوسری جانب اس آدمی پر شک کرنے کا بھی حوصلہ نہیں۔ بلکہ جتنا زیادہ میں اس کی حالت پر غور کرتی ہوں۔ اتنا ہی میرا یقین پختہ ہو رہا ہے . . . مگر کرسٹینا اس فکر و تشویش میں وقت ضائع کرنا بے سود ہے۔ دو بار گھنٹی بجاؤ مارک آواز سن کر فوراً حاضر ہوگا۔"

کرسٹینا نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اور مارک جو ڈیوڑھی میں کھڑا ہوا اس انگریز ترجمان سے باتیں کر رہا تھا جو والیٔ اندرآباد کے قاصدوں کے ساتھ آیا تھا۔ گھنٹی کی آواز سن کر فوراً حاضر ہوگیا۔ جیسا ناظرین کو یاد ہے۔ یہ شخص ایک مدت تک ہندوستان میں رہ چکا تھا۔ اس لیئے اب ایک ایسے آدمی سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ جو اس دور افتادہ ملک سے ابھی ابھی انگلستان میں وارد ہوا تھا۔ ڈیوڑھی میں اسکی موجودگی محض اتفاقی تھی۔ مگر لاعلمی میں

اس سے ایک فائدہ ضرور ہوا۔ یعنی خادمہ سگوتہ کو چھپ کر کمرہ نشست کی باتیں سننے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ رستہ میں نہ ہوتا۔ تو سگوتہ ضرور کوشش کرتی۔ مگر بحالت موجودہ جبکہ وہ نوکروں سے کہہ چکی تھی کہ میں اپنا کام ختم کر آئی ہوں۔ اور اسے بلانے کے لئے گھنٹی بھی نہیں بجائی گئی تھی۔ اس کے لئے کمرہ نشست کی طرف جانے کا کوئی بہانہ نہ تھا۔ اور بلا طلب ادھر جانے کی کوشش کرتی۔ تو مارک اور باقی نوکروں کو شک ہوتا۔ پس بمجبوری وہ دوسرے نوکروں کے پاس ہی بیٹھی رہی۔

خیر جیسا ہم بیان کر رہے تھے گھنٹی کی آواز سن کر مارک کمرہ نشست میں گیا۔ جہاں راجکماری نے اس سے ہندوستانی قاصد کے اندیشوں کا حال کہا۔ ساری کیفیت سن کر مارک کے چہرہ پر بھی فکر و تشویش کے آثار ظاہر ہوئے۔ ہر چند وہ انگریز تھا۔ اور کسی انگریز کے لئے یہ بات قابل تسلیم نہ تھی۔ کہ مضافات لندن کی ایک پختہ اور ہوادار کوٹھی میں اس قسم کا زہریلا سانپ موجود ہو سکتا ہے۔ پھر بھی کچھ تو وہ ہندوستانی قاصد کی پریشانی سے مضطرب ہوا۔ اور کچھ اس لئے بھی کہ ہندوستان میں رہ کر سانپوں کے خطرات سے بخوبی آگاہ ہو چکا تھا علاوہ ازیں وہ دوراندیش آدمی تھا۔ اس کا عقیدہ یہ تھا۔ کہ اگر کسی معاملہ میں شک ہو جائے تو خواہ وہ شک بالآخر بے بنیاد ہی ثابت ہو۔ بہرحال اس کی پوری تحقیقات کر لینا فرض ہے

راجکماری اندرا کے سکون و وقار میں اب تک فرق نہیں آیا تھا۔ پھر بھی وہ مضطربانہ لہجہ میں کہنے لگی۔ "دیکھو مارک اس کا ذکر دوسرے نوکروں سے بالکل نہ ہو۔ میں انہیں بے وجہ خوف زدہ کرنا نہیں چاہتی۔۔۔"

"مگر یا نو جب بین کی آواز سنائی دی تو سگوتہ اور بیٹسی کو فوراً شک ہو گا" مارک نے کہا۔ "وہ ضرور سمجھ جائیں گے کہ اس کا مطلب کیا ہے"

"تم ٹھیک کہتے ہو" راجکماری نے تسلیم کیا۔ پھر ایک لمحہ سوچ کر کہنے لگی "خیر تم پہلے جا کر اپنی بین لے آؤ۔ اس کے بعد شاگرد پیشے میں جا کر دیکھنا۔ سب نوکر جمع ہیں یا نہیں۔ کوئی باہر ہو تو اس کو بھی بہانہ سے بلا لینا۔ یہ کام میں تمہاری دوراندیشی پر چھوڑتی ہوں۔ جیسے مناسب معلوم ہو کرنا۔ بہرحال انہیں ایک کمرہ میں جمع کر کے دروازہ بند کر دینا۔ اس سے یہ فائدہ ہو گا۔ کہ وہ ڈر کر بھاگنا شروع نہ کر دیں گے۔ لیں بھاؤ۔ مگر جہاں سے گزرو احتیاط سے قدم رکھنا۔ کیونکہ ممکن ہے سنسیہ ٹھیک ہو۔ جاؤ وقت تھوڑا ہے"

وفادار خادم آداب بجا کر رخصت ہوا۔ اس کے چلے جانے پر ہندوستانی قاصد نے جس کا سکون ابھی بحال ہو گیا تھا۔ اپنی زبان میں راجکماری سے چند الفاظ کہے۔

وہ کرسٹینا سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ "وہ بار بار کہے جاتا ہے کہ سانپ اس گھر کے اندر موجود تو ہے مگر گذشتہ چند منٹ کے عرصہ میں دو تین بار دروازہ کھلنے اور بند ہونے سے اس نے معلوم کیا ہے کہ وہ اس کمرہ میں نہیں۔ غالباً اوپر کی منزل پر ہے۔"

"اوہ! کیا خوابگاہ میں!" کرسٹینا نے جو لمحہ بہ لمحہ زیادہ خوف زدہ ہو رہی تھی۔ پریشانی کی حالت میں کہا۔

"کرسٹینا ڈرو نہیں۔" راجکماری نے سکون برقرار رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا عجب اس کا خیال غلط ثابت ہو۔ اور اسے محض کچھ غلط فہمی ہو گئی ہو۔ مگر سانپ بنگلہ میں موجود بھی ہو تو کیا بین کی مدد سے اس کو بآسانی پکڑا اور تلف کیا جا سکتا ہے۔"

"لیکن بالفرض اس نے بین بجانے والے پر ہی وار کر دیا؟" کرسٹینا نے سہمی ہوئی آواز سے پوچھا۔

"تم اس کا خوف نہ کرو۔" اندرا نے جواب دیا۔ "جب ایک بار بین بجنی شروع ہو گئی۔ پھر سانپ کا وار کرنا غیر ممکن ہے۔ ... لیجیے مارک آ گیا۔ اب سارا معاملہ جلد حل ہو جائے گا۔"

مارک کے پاس سپیروں کی طرز کی بین تھی۔ جسے اس نے اس قاصد کے ہاتھ میں دے دیا جس کی طرف سے اب تک بے چینی کا اظہار ہوتا رہا تھا۔ اس کے بعد وہ نوکروں کے کمرہ کی طرف چلا گیا۔ کہ ان سب کو ایک جگہ جمع کر دے۔ انگریز ترجمان جو قاصدوں کے ساتھ آیا تھا اب نوکروں کے کمرہ میں ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اور وہیں سگونہ ہندوستانی خادم ٹیپو اور دو انگریز مائیں جو راجکماری کی ملازم تھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ گاڑیبان چونکہ اپنے مکان پر سوتا تھا۔ اس لیے وہ موجود نہ تھا۔ کمرہ میں داخل ہو کر مارک نے دروازہ کو اندر سے مقفل کر لیا۔ اور کنجی جیب میں ڈال لی۔ چونکہ ثقہ طبیعت کا آدمی تھا۔ اور کبھی کسی سے بے جا مذاق نہ کرتا تھا۔ اس لیے نوکروں نے فوراً سمجھ لیا کہ ضرور کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔ سگونہ کا ضمیر چونکہ خطا دار تھا۔ اس لیے اس نے جان لیا کہ غالباً ان لوگوں کو سانپ کی موجودگی کا علم ہو گیا ہے۔ بہرحال اس کے دل میں اگر کچھ شک پیدا ہوا تو اس نے اسے چہرہ سے ظاہر نہیں ہونے دیا۔

مارک کو دروازہ بند اور مقفل کرتے دیکھ کر اور نوکر تو چپ رہے مگر ہندوستانی خادم

ٹیپو نے مودبانہ انداز سے پوچھا "داروغہ جی کیا بات ہے۔ کس لئے دروازہ بند کیا گیا ہے؟"

"کوئی خاص بات نہیں" مارک نے جواب دیا "محض ایک احتیاطی کارروائی ہے جس پر کسی کو اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔ تم جانتے ہو اس ملک میں ایک قسم کا زہریلا سانپ پایا جاتا ہے۔ خیال ہے۔ کہ وہی سانپ کسی طرح مکان میں گھس آیا ہے۔"

ٹیپو یہ جواب سن کر ہنسنے لگا۔ اور بولا "صاحب اگر واقعی گھر میں سانپ ہے۔ تو اسے نکالنے کی بہترین صورت یہ نہیں کہ ہم لوگوں کو ایک کمرہ میں بند کر دیا جائے۔ اجازت دو کہ میں اسے پکڑ لوں۔ میں اسے ویسی ہی آسانی سے ہلاک کر دوں گا۔ جیسے کل صبح اصطبل میں ایک موٹے سے چوہے کو کیا تھا۔"

"میں تمہاری مستعدی کی قدر کرتا ہوں" مارک نے جواب دیا۔ "مگر اتفاق سے ابھی ابھی ایک آدمی ہندوستان سے آیا ہے۔ جو سانپ پکڑنے میں خاص مہارت رکھتا ہے۔ بیگم صاحب جاننا چاہتی ہیں کہ وہ اپنے سحر کو صرف ہندوستان کے سانپوں پر ہی آزما سکتا ہے۔ یا اس ملک کے سانپوں پر بھی... سنتا بین کی آواز آرہی ہے۔"

انگریز خادمائیں سانپ کا ذکر سن کر بہت ڈر گئی تھیں۔ مگر ٹیپو نے پھر قہقہہ لگایا۔ مارک کی سنجیدگی اب تک قائم رہی۔ اور وہ انگریز ترجمان جو قاصدوں کے ساتھ ہندوستان سے آیا تھا بالکل چپ تھا۔ کیونکہ نہیں جانتا تھا۔ مجھے کیا رائے ظاہر کرنی چاہیئے۔ یکا یک بین کی آواز سن کر ٹیپو یعنی ہندوستانی خادم بے حد مضطرب ہو گیا۔ کیونکہ سر دہی تھی۔ جو ہندوستان میں کالے ناگ کو مست کرنے کے لئے بجائی جاتی ہے۔ اب سگونہ کو یقین ہو گیا کہ جس سانپ کو میں نے خوابگاہ میں چھپایا تھا۔ کسی طرح اس کا علم ہو گیا ہے۔ اس نے یہ بھی جان لیا۔ کہ یہ بات محض اس ہندوستانی قاصد کی بدولت معلوم ہوئی ہے۔ جو سانپوں کی واقفیت رکھتا ہے۔ مگر وجہ دریافت کچھ ہو اس کی نئی سازش برباد ہو گئی۔ ساری کوشش خاک میں مل گئی۔ اور اپنے دل میں اسنے ان شخصوں کو صدہا گالیاں دیں۔ جو اگر نہ آتے۔ تو اس کی ناپاک تجویز کا کامیاب ہونا یقینی تھا۔ اپنے متعلق اسے کسی طرح کی فکر نہ تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی۔ کسی کو بھولے سے بھی اس کا خیال نہیں آسکتا۔ کہ میں نے سانپ کو چڑیا خانہ سے لا کر یہاں چھوڑا ہے۔ علاوہ بریں راجکماری کو چونکہ اسکی وفاداری کا پورا یقین تھا۔ اس لئے انہیں کوئی بدگمانی نہ ہو سکتی تھی۔

یہ تو شاگرد پیشے کی حالت تھی۔ اب آیئے کمرہ نشست کے حالات معلوم کریں جب

مارک بین دے کر چلا گیا۔ تو تیسرے قاصد نے اپنے ساتھی کو کچھ اشارہ کیا جس نے فوراً تلوار نکال لی۔ کہ بوقت ضرورت اس سے وار کیا جا سکے۔ بین مل جانے کے بعد اول اندر کی تشویش بالکل مٹ گئی تھی۔ اس نے جلدی ہی بڑے اطمینان سے بین بجانا شروع کیا۔ اور مشرقی ساز کی دردناک صدا بنگلہ کے ہر حصہ میں پہنچنے لگی۔

بین بجاتے ہوئے وہ ایک مقام پہ کھڑا ہو کر اپنے قدموں پہ چاروں طرف گھومتا اور کمرہ کے ہر حصہ کو بہ نظر غور سے دیکھتا جاتا تھا۔ یکایک رک کر اس نے راجکماری سے کچھ کہا۔ وہ کرسٹینا سے انگریزی زبان میں کہنے لگی "آپ کہتا ہے کہ سانپ اس کمرہ میں نہیں۔ ورنہ اس آواز سے مست ہو کر فوراً نمودار ہوتا۔ اب بنگلہ کے اور حصوں کا امتحان کرنا چاہتا ہے مگر جب تک یہ لوگ اسے تلاش کرتے ہیں بہتر ہوگا کہ ہم اسی کمرہ میں ٹھیریں۔"

"کیا اب آپ کو پورا یقین ہو گیا ہے کہ گھر میں سانپ موجود ہے۔" کرسٹینا نے کانپتے ہوئے پوچھا۔

"مس کرسٹینا میں اب بھی کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکتی۔" اندرا نے کہا "جیسا میں نے کہا تھا۔ اس آدمی پر شک کرنا ناممکن ہے۔ مگر یہ بھی میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ سانپ اس کوٹھی میں کہاں سے آیا ہوگا؟ مگر ٹھیر و صحیح حالات اب بہت جلد معلوم ہو جائیں گے۔"

اندرا نے دونوں قاصدوں سے ہندوستانی زبان میں کچھ کہا۔ اور وہ اکٹھے کمرہ نشست سے رخصت ہوئے جس کے ہاتھ میں بین تھی وہ دروازہ کھلتے ہی اسے پھر بجانے لگ گیا جاتے وقت انہوں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ مگر بین کی آواز باہر سے بھی اندرا اور کرسٹینا کے کانوں میں برابر آ رہی تھی۔ اندرا کا انداز سکون و وقار اب تک قائم تھا۔ مگر کرسٹینا بے اختیار کانپ رہی تھی۔ وہ رہ رہ کر سوچتی تھی۔ کہ ممکن ہے اس آدمی کو غلطی لگی ہو۔ اور سانپ اسی کمرہ میں موجود ہو۔ اس صورت میں کیا عجب وہ بے آواز حرکت کرتا ہوا پاس آ کر ہم دونوں میں سے کسی پہ وار کرے۔ سانپوں کے متعلق جو حالات اسے معلوم تھے ان سے وہ جان چکی تھی کہ پھنیر ناگ کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں۔ فرط وحشت سے کیم وڈ اس کی نظروں کے سامنے پھر رہی تھی۔ اور سر لمحہ اپنی اور اپنی نیاض محسنہ راجکماری اندرا کی جان کا خطرہ لگا ہوا تھا

اندرا نے اس کے خیالات سمجھ کر کہا "پیاری کرسٹینا ڈرو نہیں۔ مجھے یقین ہے اس شخص کو دھوکا نہیں ہوا۔ کیونکہ سانپوں کے علم میں پوری مہارت رکھتا ہے۔ ہمارے ملک

میں جو لوگ سانپ کو رجھانا جانتے ہیں۔ وہ ان سے بالکل نہیں ڈرتے۔ بلکہ تمام زہریلے سانپوں کے ساتھ بے خوف کھلاڑیاں کرتے ہیں۔ بعض اوقات وہ انہیں قصداً جوش بھی دلاتے ہیں۔ کیونکہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب تک سانپ کو مست کرنے کا ساز ہاتھ میں ہے۔ ہمیں اس سے کسی طرح کا خوف نہیں۔ ہاں مگر ایسے موقعوں پر بین کی آواز ایک لمحہ بھی بند ہو جائے۔ تو پھر سانپ کا وار کرنا یقینی ہے۔ جس کے بعد بدنصیب شخص کو موت سے بچانے کی کوئی صورت ممکن نہیں بعض مغربی مصنفوں اور سیاحوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ سپیرے جن سانپوں کو عوام کے روبرو مست کر کے دکھاتے ہیں۔ ان کے منہ سے زہر کی تھیلیاں نکلی ہوئی ہوتی ہیں۔ جس سے سانپ بالکل بے ضرر ہو جاتا ہے۔ مگر ایسے مصنف غلطی پر ہیں۔ کیونکہ یہ میرے اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بات ہے کہ ایسے سانپوں نے انہی لوگوں کو جنہوں نے ان کو پال رکھا تھا۔ اتفاقاً ڈس لیا تو وہ ہلاک ہو گئے۔ چند سال کا عرصہ گذرا ہے کہ ہمارے شہر اندرآباد میں ایک سپیرا نہایت مہلک سانپوں کی مدد سے طرح طرح کے کرتب کرکے دکھایا کرتا تھا۔ لوگ بھی اسے اس فن کا استاد سمجھنے لگے تھے۔ مگر ایک رات وہ مضافات شہر میں اپنی جھونپڑی کے اندر ایسا سویا کہ پھر نہ اٹھا۔ رات تک وہ ہر طرح صحیح سالم تھا۔ وہ سانپ بھی جن کی مدد سے وہ روزگار پیدا کرتا تھا بڑی احتیاط کے ساتھ ٹوکریوں میں بند کر دیئے گئے تھے۔ مگر صبح کو لوگوں نے دیکھا کہ اس کے رخسار پر دو نہایت باریک زخم۔ ایسے جو سوئی کے چبھنے سے ہو جایا کرتے ہیں موجود تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسے سانپ نے ہی ڈسا ہے۔ مزید تفتیش سے پتہ چلا۔ کہ ایک سانپ کسی طرح بند ٹوکرے سے باہر نکل آیا۔ اور چونکہ اسے مست کرنے کے لئے بین کی آواز موجود نہ تھی۔ اس لئے اس نے اپنے مالک پر ہی وار کیا۔ سانپ کو تلاش کیا۔ تو وہ جھونپڑی کے ایک حصہ میں کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کوئی بڑا سا جانور نگل لیا۔ اور اسے ہضم کرنے کے لئے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا اسی حالت میں لوگوں نے اس کو ہلاک کیا۔"

راجکماری یہ قصہ بیان کر رہی تھی۔ کہ دو نو قاصد اوپر کی چھت پر پہنچ گئے۔ اور ان کی چاپ سے معلوم ہوا کہ راجکماری کے کمرہ خواب کے برامدہ میں پہنچ گئے ہیں۔ بین کا نغمہ برسور آپ تک برابر سنائی دے رہا تھا۔ اور گو راجکماری کی باتوں سے کرشنا کا کسی حد تک اطمینان ہو گیا تھا پھر بھی وہ نامعلوم وجہ سے کانپتی اور اپنے بدن میں عجیب طرح کی سنسنی محسوس کرتی تھی۔

پاؤں کی چاپ کمرہ نشست کی چھت کے عین اوپر سنائی دی۔ اسے سُن کر راجکماری نے کہا۔ "اب وہ میرے کمرہ خواب میں پہنچ گئے ہیں۔ سننا! بین کی آواز کیسی بلند اور تیز ہو گئی ہے۔ میں اس کا مطلب سمجھتی ہوں۔ کرسٹینا اس آدمی کو واقعی دھوکا نہیں ہوا۔ کوئی زہریلا سانپ ضرور اس گھر میں گھس آیا ہے۔ اور آثار سے پایا جاتا ہے کہ میری ہی خوابگاہ میں چھپا ہوا ہے۔"

کرسٹینا خوفزدہ ہو کر بے اختیار راجکماری سے لپٹ گئی۔ اب وہ زور زور سے سسکیاں لیکر رو رہی تھی۔ ایک بار شکستہ آواز سے کہنے لگی "ہائے یہ آپ کیا فرماتی ہیں۔ اگر واقعی وہ سانپ آپ کی خوابگاہ میں ہے تو کچھ شک نہیں کہ یہ قاصد مہاراج کے حکم سے نہیں۔ بلکہ اس کارساز حقیقی کے منشا سے یہاں آئے ہیں۔ جو اپنے نیک بندوں کا خود آپ محافظ ہے۔ ہنوز وہ نہ آتے تو آپ کے دشمنوں کا کیا حال ہوتا۔"

اندرا نے اسے مادرانہ شفقت سے چھاتی سے لگا کر اس کی سنگ مرمر کی سی پیشانی پر پیار کا بوسہ دیا۔ یکایک بین کی آواز رک گئی۔ ساتھ ہی اندرا کے منہ سے کلمہ حیرت نکلا۔

"کیوں۔ اب کیا ہوا؟" کرسٹینا نے فکر و تشویش کے لہجہ میں پوچھا۔

"بس ہو گیا۔" راجکماری نے مختصر طور پر جواب دیا "معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے سانپ کو ہلاک کر دیا۔ سنتی ہو کس طرح خوش ہو ہو کر باتیں کرتے ہیں۔ شاید اب اسی طرف کو آ رہے ہیں۔"

اتنے میں دونو آدمی تیز چلتے زینہ کی راہ سے نیچے اترے۔ بین کی آواز بند رہنے سے ثابت ہوتا تھا کہ خطرہ رفع ہو گیا۔ اتنے میں دروازہ کھلا۔ اور سن رسیدہ قاصد کمرہ میں آکر اندرا کے قدموں میں دو زانو ہو گیا۔ پھر اس نے ایک بڑا سا رومال جو اس کے ہاتھ میں تھا کھول کر دکھایا۔ اس کے اندر سانپ کے تین ٹکڑے اب تک تشنجی حرکات کر رہے تھے۔ مگر سانپ حقیقتاً مر چکا تھا۔ اور اب اس کی طرف سے کوئی خطرہ باقی نہ تھا۔ پھر بھی کرسٹینا اس نظارہ کی تاب نہ لا سکی۔ اور اس نے خوف و نفرت سے منہ پھیر لیا۔ اندرا نے بھی سانپ کی اس مکروہ یادگار کو فقط ایک نظر دیکھا جس کے بعد قاصد نے اشارہ پا کر رومال باندھ لیا۔ راجکماری نے اس سے ہندوستانی زبان میں چند سوالات پوچھے۔ پھر دوسرے قاصد کو پاس آنے کا اشارہ کیا۔ وہ بھی اس کے قدموں میں دو زانو ہو گیا۔ اندرا نے دو بیش قیمت انگوٹھیاں اتار کر دونو کو ایک ایک دے دی۔ یہ ان کی وفادارانہ خدمات کا انعام تھا۔

پھر کرسٹینا سے مخاطب ہو کر اس نے تھرائی ہوئی آواز مگر سنجیدہ لفظوں میں کہا "پیاری بہن کچھ شک نہیں۔ آج پرماتما نے خود آپ میری رکھشا کی ہے۔ چھوٹے قاصد کا بیان ہے کہ اس کمرہ میں آتے ہی اسے یقین ہو گیا۔ کہ ضرور اس گھر میں سانپ ہے۔ . . مگر کرسٹینا کانپتی کیوں ہو؟ اب تو کسی طرح کا خطرہ باقی نہیں . . . اس کے بعد جب یہ لوگ اس کمرہ کی تلاش کے بعد دوسری منزل پہ گئے۔ تو سانپ بین کی آواز سے مست ہو کر میرے پلنگ پہ انہی کپڑوں کے اندر سے جنہیں اوڑھ کر میں سوتا تھا۔ نکل آیا۔ یہی وہ وقت تھا جب بین کی آواز تیز تر سنائی دیتی تھی۔ بین کے نغمہ دلفریب سے مست ہو کر وہ پلنگ کے اوپر ہی جھومنے لگا۔ مگر اس کا آخری وقت آ پہنچا تھا دوسرے آدمی نے فوراً اپنی تیز دھار کی تلوار سے ایسا اچھا ہوا وار کیا۔ کہ اس کے تین ٹکڑے ہو گئے۔ گویا وہ پلنگ جو میری موت کا ذریعہ ثابت ہونا تھا۔ خود اس کی ہلاکت کا مقام"

کرسٹینا کے دل کی حالت اس وقت عجیب تھی۔ کبھی اپنی محسنہ کی معجزانہ سلامتی پہ کارساز حقیقی کی بارگاہ میں شکریہ ادا کرتی۔ کبھی ان حیرت خیز واقعات کو سوچتی جن کی بدولت اندرا کی جان بچی۔ پھر جب اس زہریلے سانپ کا خیال آتا۔ تو غش کی سی حالت طاری ہونے لگتی تھی۔ رانی اندرا نے بڑی شفقت سے اپنے بازوؤں کا سہارا دے کر اسے پھر ایک بار چھاتی سے لگایا۔ اور آخر اسی کی تسکین سے کرسٹینا نے بدقت اوسان بحال کئے۔ پھر بھی وہ ان عجیب پُراسرار واقعات کی یاد سے بہت دیر تک روتی رہی۔

اس وقت اندرا نے داروغہ مارک کو بلا کر نتیجہ سے آگاہ کیا۔ قدرتی طور پر اسے بھی سانپ کی ہلاکت کی خبر سے اتنی ہی خوشی ہوئی۔ جیسی کرسٹینا کو ہوئی تھی

تھوڑی دیر حالت فکر رہ کر اس نے کہا "بابو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ سانپ اس کوٹھی میں آیا کیونکر؟ ہر شخص جانتا ہے کہ اس طرح کے سانپ اس ملک میں نہیں ہوتے۔ پس یا تو وہ چڑیا خانہ سے نکل کر یہاں آ گیا۔ یا شاید کسی تماشہ والے کے پاس سے بچ نکلا۔ بہرحال خدا کا صد ہزار شکر ہے کہ اسکی موجودگی کا وقت پہ علم ہو گیا۔ اور اسے ہلاک کر دیا گیا۔"

"مارک اچھا ہوا کہ سانپ مارا گیا۔" اندرا نے کہا۔ "مگر اپنے قیام انگلستان میں چونکہ مجھے حتے الوسع عوام کی نظروں سے بچے رہنا منظور ہے۔ اس لئے میں حکم دیتی ہوں کہ اس واقعہ کا ذکر کسی کے روبرو ہرگز نہ کیا جائے۔ سب نوکروں کو بھی تاکید کر دو کہ وہ کسی سے اس بارہ میں ذکر نہ کریں۔ بلکہ یہی بات اس ترجمان سے بھی کہہ دینا۔ جو قاصدوں کے ساتھ آیا ہوا ہے"

داروغہ سلام کر کے رخصت ہوا۔ اور وہ رومال جس میں سانپ کے ٹکڑے بندھے ہوئے رکھے تھے ساتھ لیتا گیا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا۔ کہ شاگرد پیشے میں اس واقعہ کی خبر نے کیسی سنسنی پیدا کی۔ اور نوکروں نے مردہ سانپ کے ٹکڑوں کو کس طرح سہمی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ سگونہ وہیں تھی مگر اس نے فن مکر وریا میں ایسی مہارت حاصل کر لی تھی۔ کہ اس کی کسی حرکت سے گمان تک نہ ہوا۔ کہ اُسے سانپ کی ہلاکت سے کس قدر صدمہ ہوا ہے۔ مارک ہندوستانی خادم کو ساتھ لے کر مردہ سانپ کو باغ میں دفن کرنے چلا گیا۔ اور سگونہ کمرہ نشست میں راجکماری کے پاس گئی۔ جہاں اندرا کے قدموں میں دوزانو ہو کر اس نے اس کا ہاتھ لبوں سے چھوا جس سے اندرا کی سلامتی پر اظہار مسرت مطلوب تھا۔ راجکماری جو اس کے دل کی حالت سے بیخبر تھی۔ اس اظہار وفاداری پر بہت خوش ہوئی۔ اس نے سگونہ کے سیاہ چمکدار بالوں پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔ اور مناسب لفظوں میں اس کا شکریہ بھی ادا کیا۔

اب دونوں قاصد ترجمان کے ساتھ بنگلہ سے رخصت ہو گئے۔ مگر ان کے جانے پر بھی کمرہ نشست اور شاگرد پیشے میں چونکہ بڑی دیر تک سانپ کے واقعہ پر باتیں ہوتی رہیں۔ اس لئے بنگلہ کے رہنے والے بہت رات گئے تک نہ سو سکے۔

دوسرے دن سویرا ہی تھا کہ میڈم اینجلیک اپنی ناپاک سازش کا نتیجہ معلوم کرنے راجکماری کے بنگلہ پر پہنچی۔ وہ رات اس نے اپنی فکروں میں گذاری تھی۔ کہ تازہ کوشش کا انجام کیا ہوگا۔ اور آخر جب دن نکلنے پر بنگلہ کی طرف چلی تو جاتے ہی اپنی کامیابی اور اندرا کی موت کی خبر سننے کی امید رکھتی تھی۔ سگونہ بھی جانتی تھی۔ کہ وہ دریافت حال کے لئے ضرور آئے گی۔ پس فرانسیسی عورت کو آتے دیکھ کر وہ اسی بات کے پاس چلی گئی۔ جہاں ان کے ناپاک مشورے عموماً ہوا کرتے تھے۔ سگونہ کو بے حرکت اور خاموش دیکھ کر میڈم اینجلیک کے دل میں پہلے یہی خیال پیدا ہوا کہ اب کے ضرور کامیابی حاصل ہو گئی۔ اور قریب تھا۔ کہ ہندوستانی خادمہ کو مبارکباد دیتی کہ سگونہ نے اس کے دلی خیالات بھانپ کر اسی سرد لہجہ میں جو وہ ایسے موقعوں پر اکثر اختیار کر لیتی تھی۔ کہا "بیوقوف عورت۔ تو بے وجہ خوش ہو رہی ہے۔ جان لے کہ خلقون اندرا اب تک صحیح سالم ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ہمیشہ اسی طرح رہیں گی۔"

یہ الفاظ سُن کر میڈم اینجلیک کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ مضطرب لہجہ میں کہنے لگی "سگونہ پیاری سگونہ۔ یہ کیا خبر ہے جو تم مجھے سنا رہی ہو؟"

"خیر کچھ بھی ٹھیں۔" خادمہ نے اسی لہجہ میں کہا "کل رات سب کام تمہارے کہنے کے مطابق کیا گیا۔ مگر تجویز پھر ناکام رہی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ضرور کوئی زبردست طاقت اندرا کی حفاظت کر رہی ہے۔" یہ آخری الفاظ اس نے پر زور لہجہ میں کہے۔ پھر سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہنے لگی "اب اس کے خلاف کوئی برائی سوچنا دیوتاؤں سے جنگ کرنے کے برابر ہے۔ پس میں ان کوششوں سے باز آئی۔ تفصیل نہ پوچھو۔ میں نہ بتاؤں گی۔"

"آخر معلوم تو ہو۔ ہوا کیا ؟" میڈم اینجلیک نے باصرار پوچھا۔ "کل تمہارے بعد میں چڑیا خانہ گئی۔ تو قصداً سانپ گھر میں جا کر ہر ایک سانپ کا ڈبہ بغور دیکھا۔ مگر کالا سانپ ان میں نہیں تھا۔۔۔"

"اس لئے کہ میں اسے پکڑ کر لے آئی تھی۔" سگونہ نے جواب دیا۔ اور اسکی موٹی سیاہ آنکھیں غیر معمولی روشنی سے جگمگانے لگیں "سچ جانو کہ سانپ کو پکڑتے یا اس کے بستر میں چھپاتے وقت جس کی موت کے لئے میں نے خود اپنی جان کی پروا نہیں کی۔ میرا ہاتھ ذرا نہیں کانپا۔ میں نے تمہاری شیطانی تعلیم پر حرف بہ حرف عمل کیا۔ مگر جن کا محافظ خدائے پاک آپ ہو۔ انہیں کون مار سکتا ہے ؟ اندرا کی جان ایک عجیب معجزنما طریق پر بچ گئی۔ اور وہ سانپ جسے اس کی ہلاکت کا ذریعہ بننا تھا۔ خود ہلاک ہو کر باغ میں دفن ہے۔ پس جو میں کہتی ہوں اسے بغور سنو۔" اس نے یکایک پرجوش لہجہ اختیار کر کے کہا "میں آیندہ کبھی تمہاری ناپاک سازشوں کی حصہ دار نہ ہونگی کیونکہ میں جان چکی ہوں کہ شیطان اپنے لامحدود وسائل سے بھی خدا کی زبردست طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اندرا کی ہستی خدا کی اپنی حفاظت میں ہے۔ اس لئے جاؤ۔ آیندہ کبھی مجھے للچانے کی کوشش نہ کرنا۔ کیونکہ میں نے عہد کر لیا ہے کہ تمہارے مکر و فریب دھمکی یا خوشامد کسی بات کی پروا نہ کرتے ہوئے میں اندرا کے خلاف کوئی حرکت نہ کرونگی۔ اب میں کوئی بات سننا نہیں چاہتی۔ اس لئے جاؤ۔ اور پھر کبھی اس طرف آنے کی جرأت نہ کرنا۔"

سگونہ یہ پر زور تقریر کر رہی تھی تو اس کا چہرہ دلی جوش سے سرخ تھا۔ اور آنکھوں میں وہ فوق الفطرت چمک پائی جاتی تھی۔ جو دیکھنے والے کو ہیبت زدہ اور مغلوب کر دیتی ہے نتھنے پھیلے اور ہونٹ خم کھائے ہوئے اور قامت بلند پوری درازی تک کشیدہ تھی سپید ساڑی کے نیچے اسکی چھاتی کا تلاطم جذبات کا ہیجان ظاہر کرتا تھا۔ اسے اس حالت میں دیکھکر میڈم اینجلیک اتنی مرعوب اور خائف ہوئی۔ کہ ایک لفظ تک بطور اعتراض نہ کہہ سکی۔

"تجائیں حکم دیتی ہوں" سگونہ نے ایک بار پھر کہا۔ اور عیار فرانسیسی عورت اس کے جلال کی تاب نہ لاکر کانپتی ہوئی دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ مگر اس کے بعد جب سگونہ اندازہ دو قدم پیچھے مڑی۔ تو میڈم اینجلیک نے اسے دوبارہ اپنی التجاؤں سے روکنے کی کوشش کی۔ مگر اس نے بالکل توجہ نہیں دی۔ تھوڑی دیر تک وہ برابر آوازیں دیتی اور صرف ایک بات سننے کے لئے منت کرتی رہی۔ مگر سگونہ بے خیال چلتی گئی۔ اور بہت جلد درختوں کے سبز پتوں کے پیچھے چھپ گئی۔ اس وقت میڈم اینجلیک بادل مضطرب اس جگہ سے واپس ہوئی۔ تو اس کی حالت سخت زار تھی۔ مبہم خطرات سے سہمی ہوئی اور سگونہ کی بے مہری سے پریشان۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اب مجھے کیا کرنا اور کیا نہ کرنا چاہیئے۔ روح فرسا خیالات کے اس ہجوم میں سگونہ کی چشم سیاہ کی بھیانک روشنی ہر قدم پر اور زیادہ خوف زدہ کر رہی تھی۔

باب ۔۷

قبرستان

داستان کا منظر یکایک ان خوشنما دیہات میں منتقل ہوتا ہے۔ جو علاقہ ویسٹ مورلینڈ میں آباد ہیں جہاں خوشنما پہاڑیاں دیہاتی مکانات کو سرما کی باد تند سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اور گھاس سرے بھرے درختوں کا سایہ دلکش جھیلوں اور بہتی ہوئی ندیوں میں منعکس ہوتا ہے۔ شہری کثافتوں کے ذکر طویل کے بعد دیہاتی فضا اور سبزہ کی خیال انگیز محویت اور منظر کی کیفیت کیسی دلکش بہار رکھتی ہے۔ وادی میں ایک گاؤں آباد ہے جس کا نصف سے زیادہ حصہ عظیم الشان درختوں کے سایہ میں چھپا رہتا ہے۔ ان درختوں کی سبز ٹہنیاں گھروں کی چھتوں کے اوپر تک پھیلتی ہیں۔ آب مصفا کی ایک خوشنما ندی اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی گاؤں کے پاس بہہ کر گذرتی ہے اور ایک پرانی پن چکی کو چلاتی ہوئی گاؤں کے چوبی پل کے نیچے سے گذر کر جو بعد انگریز دیہاتی منظر کی سادگی کے عین مطابق ہے۔ گرجا کا طواف کرکے شاداب سرسبز میدانوں میں بہتی ہوئی پارہ کی لکیر کی طرح بہت دور افق میں غائب ہو جاتی ہے۔ اس گاؤں کا فرضی نام وڈبرج ہے کیونکہ اصلی کو بوجوہ ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔

گاؤں سے قریباً پاؤ میل کے فاصلہ پر کھلے میدان کے وسط میں ایک گرجا ہے جس کے

چاروں طرف ہستی انسانی کی آخری یادگار قبریں بنی ہوئی ہیں۔ بعض پرانی جن کی ساخت بھدی اور عجیب ہے۔ بعض جدید، جن کے مکین تھوڑا عرصہ پیشتر سفرِ عدم پر روانہ ہوئے تھے۔ اور دم لینے کو یہاں ٹھیرے ہوئے ہیں۔ گرجا کے پاس آ کر ندی میں ایک فوری خم آ گیا ہے۔ جس سے وہ اس کے دو طرف مڑ کر بہتی ہے۔ اور قبرستان کے دو پہلو اس کے کنارہ تک پہنچتے ہیں۔ پاس ہی یہاں کے پادری کا مکان واقع ہے۔ سرخ اینٹوں کا بنا ہوا اور سامنے ایک چوبی ڈیوڑھی کی دیواروں پر یاسمن کی بیلیں آویزاں ہیں۔ عمارت سے ملحق ایک چھوٹا سا باغیچہ اور قریب ہی ایک شکستہ حال جھونپڑی ہے جس میں اس وقت جب کا حال ہم بیان کر رہے ہیں۔ ایک بہت بڈھا آدمی رہا کرتا تھا۔ اس کا پورا نام جونیتھن کارنابی تھا۔ مگر دیہات کے لوگ زیادہ تر جونیتھن کر کے ہی بلاتے تھے۔ اس کی عمر ساٹھ ستر سال کے قریب تھی۔ اور گذشتہ تیس برس سے وہ اس گرجا کے محرر۔ گورکن اور گھڑیالی کے مشترکہ فرائض انجام دیتا تھا۔ اس سے پہلے اس کا باپ اور اس سے بھی پہلے اس کا دادا ان تمام عہدوں پر مامور رہ چکا تھا۔ اس لئے بڈھے جونیتھن کی مصروفیت محض ایک خاندانی اور روائتی تقلید کا درجہ رکھتی تھی۔ جب تک اس کا باپ زندہ تھا۔ گورکن کے فرائض جونیتھن ہی انجام دیتا۔ اور گویا رہروانِ عدم کے مراسم سفر کا سب حال اسے بچپن ہی سے معلوم تھا۔ ممکن ہے ہستی انسانی کے حسرت خیز انجام کے نظارہ پیہم نے اسے دنیاوی راحت و آرام سے دل برداشتہ کر دیا ہو۔ یا اس کی وجہ کچھ اور ہو۔ بہرحال یہ امر واقعہ ہے کہ بڈھے کارنابی نے عمر بھر شادی نہیں کی۔ نہ اہل دیہ سے اختلاط پسند کیا۔ اور گاؤں کے شراب خانہ گرین ڈریگن میں تو کسی نے شاذ حالتوں میں اسے بیٹھا ہوا دیکھا ہوگا۔ منہ پر لوگ اسے مسٹر کارنابی کہا کرتے تھے۔ مگر پشت پر ہر شخص بڈھا جونیتھن ہی کہتا تھا۔ دیہات میں اس کی نسبت کئی طرح کی کہانیاں مشہور تھیں۔ جن میں سے ایک اس کے بخل و زر پرستی کے متعلق تھی۔ چنانچہ کسی دن بہت رات گئے اس کی جھونپڑی میں شمع کی روشنی جھلملاتی نظر آئے۔ تو لوگ یہی کہتے تھے۔ کہ بیٹھا ہوا خزانہ گن رہا ہے۔ مگر بعض کا یہ بھی خیال تھا۔ کہ اسے مطالعہ کا شوق ہے جس کی تصدیق اس طرح ہوتی تھی۔ کہ وہ پادری صاحب کے کتب خانہ سے اکثر اوقات کتابیں مستعار لے جاتا تھا۔ مگر اس کی شب بیداری کا صحیح باعث کچھ بھی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ بڈھا جونیتھن عجیب وہمی طبیعت کا آدمی تھا۔ شب و روز کی تنہائی اور قبرستان کی ہمسائیگی سے احساسات اس درجہ کند ہو چکے تھے۔ کہ اسے گورکن کے فرائض دن رات میں کسی وقت بجا لانے میں عذر نہ تھا۔ یہاں تک

کہ بسا اوقات جب خلق خدا آرام کی نیند سوتی تھی۔ وہ تن تنہا قبرستان کی گشت کیا کرتا تھا جس سے لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ موت اور اس کے متعلقات سے اس کا ہراس بالکل مٹ چکا ہے۔ یا ساری عمر مُردوں کی صحبت میں رہنے سے اسے ان سے کچھ اُنس ہو گیا ہے۔ ہر چند شکل وصورت سے ترش روئی اور سرد مہری ظاہر ہوتی تھی۔ پھر بھی مجموعی طور پر وہ ایک مہذب اور متین آدمی نظر آتا تھا قد لمبا، جسم لاغر اور بدن تیر کی طرح سیدھا جس سے پایا جاتا تھا۔ کہ اثرات زمانہ اسکی ذات میں بالکل بے اثر رہے ہیں۔ اس بڑھاپے میں بھی وہ مضبوط، پھرتیلا اور مستعد آدمی تھا۔ اور کوئی اس کے کام سے اس کی عمر کا صحیح اندازہ نہ کرسکتا تھا۔ یہ کیفیت وڈبرج کے گرجا کے محرر اور گورکن مسٹر جنیتھین کارنابی کی تھی۔ جو بالاختصار اوپر بیان کی گئی ہے۔

راہجماری اندرا کے بنگلہ میں جس رات سانپ کا واقعہ پیش آیا ہے۔ اسی شب گیارہ بجے کے قریب ایک آدمی جس نے بھدا لباس پہنا ہوا تھا۔ ہاتھ میں ایک موٹا سا ڈنڈا لئے ان کھیتوں اور مرغزاروں کو طے کر رہا تھا۔ جو ندی کے پاس پاس واقع تھے۔ چاندنی رات نکھری ہوئی، اور اسقدر روشن تھی۔ کہ اس کی مدد سے متوسط چھاپہ آسانی سے پڑھا جا سکتا تھا۔ صرف دریا کے دونو کناروں پر ہلکے سپید بخارات کی دھند نظر آتی تھی۔ اس کے سوا منظر نہایت صاف تھا۔ شخص مذکور جس آہستگی سے چلتا تھا۔ اس سے یہ جاننا دشوار نہ تھا۔ کہ یا تو مریض ہے یا بہت فاصلہ پیدل طے کر کے آیا ہے۔ پھر بھی وہ ڈنڈے کے سہارے نہیں چلتا تھا۔ یہ زیادہ تر اس کی بغل میں ہی دبا رہتا تھا۔ مگر کبھی کبھی جب وہ اُسے ہاتھ میں لے کر زور سے ہلانے لگتا۔ تو معلوم ہوتا تھا۔ یا تو جنگجو طبیعت کا آدمی ہے۔ یا یہ جتانا چاہتا ہے۔ کہ کوئی میرا رستہ روکنے کی کوشش کرے۔ تو میں اس ڈنڈے سے فوراً اس کا مغز پاش پاش کر دوں گا۔ ہمارے خیال میں اگر اس کے خیالات کا پتہ چل سکے۔ تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ کون ہے اور کن حالات میں سفر کر رہا ہے۔

دیکھئے وہ اپنے آپ سے کہہ رہا ہے۔ "مجھ جیسے شریف آدمی کو اتنی مشکلات کا کبھی سامنا نہ ہوا تھا۔ اس بات کی تو بے شک خوشی ہے۔ کہ میں اس پتھر کی خوفناک چار دیواری سے بچ کر نکل آیا۔ اور آتے ہوئے پہرہ دار کے سر پر ایک کاری ضرب بھی لگا دی۔ مگر اس واقعہ کو چار دن گذر گئے۔ اور اس عرصہ میں میں نے قریباً ایک سو میل کا فاصلہ طے کر لیا۔ وہ بھی کس طرح؟ جیسے بھوکا مریل کتا دوسرے کتوں سے بچ بچ کر چلتا ہے۔ ہر قدم پر اس بات کا خوف۔ کہ اب بھی کسی نے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ بیٹا بارے کہاں جا رہے ہو؟ مگر کچھ بھی ہو۔ اس پتھر کی قبر سے تو یہ

آزادی لاکھ درجے بہتر ہے ۔ لورپول کے جیل میں ہر وقت اس خوف سے خون خشک ہوتے رہتا کہ نہیں معلوم کب پھانسی پر لٹکنا پڑے گا۔ اس سے کسی جھاڑی کے نیچے یا کھلیان کے فرش پر سونا ہزار درجہ بہتر ہے۔ خطرہ اس میں بھی ہے ۔ کہ ایسا نہ ہو کوئی آوارہ گردی کے الزام میں دھر لے ۔ پھر بھی اس سے یہ حالت بہت اچھی ہے ۔ پر اس وقت گرما گرم کھانا اور شراب کی ایک بوتل مل جائے۔ تو کیا کہنے ! چار دن چار راتیں گذر گئیں لوگوں سے بھیک مانگ کر پیٹ بھرتا ہوں ۔ اور یہ بھی بڑی مشکل سے ۔ کیونکہ جس گھر میں سوال کرنے جاؤ۔ اس کے رہنے والے صورت سے بیزار نظر آتے ہیں کبھی گھر میں اکیلی عورت ہو تو وہ تو مجھ سے اس طرح ڈرتی ہے جیسے آسیب سے ۔ مگر میٹا بارنے اس بدصورتی میں فائدے بھی بہت ہیں ۔ منہ لگتے حلیم اور خوش اخلاق آدمی کو بہت کم بھیک ملتی ہے ۔ مگر اینجانب کو ترس کھا کر نہیں تو ڈر کر ضرور کچھ دینا ہی پڑتا ہے ۔ وہ تو کہئے یہ ملک ہی سخت نکما ہے ۔ ورنہ کیا چار دن کے عرصہ میں جب سے میں سفر کر رہا ہوں ۔ کسی ایک مسافر سے بھی ملنا نہ ہوتا ؟ ہاں ایک کسان ملا تھا ۔ مگر ظالم نے جھٹ پستول دکھا دیے ۔ جس سے بھاگتے ہی بن پڑی شرم کا مقام ہے ۔ کہ ان دیہات میں لوگ سونے کی زنجیریں اور بٹے لے کر سفر کرنے نہیں نکلتے اور جو نکلتے بھی ہیں ۔ تو پستول ساتھ لیکر ۔ ۔ ۔ "

اتنا کہہ کر مسٹر بارنز عرف برکر نے (کیونکہ یہ پراسرار مسافر وہی تھا) اپنے معضب طرح ڈنڈے کو زور سے ہلایا۔ گویا ان لوگوں پر وار کرنا چاہتا ہے جن کا اسے بے سود انتظار تھا چلتے چلتے گاؤں کے پاس پہنچا ۔ تو درختوں کی جھکی ہوئی شاخوں کے اندر مکانوں کی سپید چھتیں نظر آنے لگیں ۔ مگر یہ نظارہ اس کے لیے چنداں باعث تسکین نہ تھا ۔ کیونکہ جیب میں ایک پینی تک موجود نہیں ۔ پھر صورت خوفناک ۔ کپڑے بوسیدہ اور کثیف بھلا کیونکر امید ہو سکتی تھی ۔ کہ گاؤں کا کوئی باشندہ یا سرائے دار آدھی رات کو مکان کھول کر اسکے داخلہ پر آمادہ ہوگا ۔ اس پر یہ اندیشہ مستزاد کہ جیل خانہ کے منتظم ہر شہر و دیار میں میری تلاش میں ہوں گے ۔ ظاہر ہے کہ اس کا فرار بہت عرصہ پوشیدہ نہ رہ سکتا تھا ۔ پس جیسے ہی حکام کو اس کا علم ہوا انعامی اشتہارات شائع ہونا اور اخباروں میں مضمون لکھے جانا قدرتی تھا ۔ غرض برکر کو اس کا یقین ہو چکا تھا ۔ کہ میری دوبارہ گرفتاری کے لئے ضرور کوشش ہو رہی ہے جس سے غریب کی نازک حالت اور پریشانی کا بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے ۔

برکر کی سابقہ گرفتاری کا حال اس سے پہلے درج ہو چکا ہے ۔ جب وہ کپتان سٹینلے

اور لارڈ چارلس ہیریٹ تھ کی مشترکہ کوششوں سے لندن کے ایک اڈے قحبہ خانہ سے پکڑا گیا تھا۔ اس کے بعد جیسا ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا۔ حکام نے اسے لورپول کی حوالات میں منتقل کر دیا۔ کیونکہ مسٹر ہارڈ کے قتل کی واردات وہیں ہوئی تھی۔ اور اسی شہر میں مسز ویبر کے ساتھ اس پر مقدمہ چلنا تھا۔ کسی طرح موقعہ پاکر وہ جیل سے فرار ہو گیا۔ جسے کہ اب اسے ہم بے یار و مددگار اس حالت میں آوارہ گردی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ کہ نہ جیب میں پیسہ ہے۔ نہ پیٹ میں کھانا۔ اور نہ رات بسر کرنے کا کوئی ٹھکانہ ہی نظر آتا ہے۔

بہرحال وہ اس امید پر گاؤں کی طرف چلتا گیا۔ کہ ممکن ہے کوئی غیر معمولی واقعہ میری ضرورتوں کو پورا کرنے کا موجب بن جائے۔ ورنہ یہ تو ہوگا ہی کہ کسی کھلیان یا جھونپڑی میں تھکے ہوئے اعضا کو آرام دینے کی صورت پیدا ہو جائیگی۔ چلتا چلتا گرجا کے پھاٹک کے پاس پہنچا۔ اور وہاں ذرا سستانے کے لئے بیٹھ گیا۔ یہاں بیٹھے ہوئے اس کو گرجا کی دیوار کے زیریں حصہ میں ایک تنگ کھڑکی یا شگاف کے اندر روشنی جھلملاتی نظر آئی۔ ناظرین جانتے ہیں کہ وہ توہمات کا قائل نہ تھا پھر بھی اس کے دل میں یہ معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوگیا۔ کہ یہ بے وقت روشنی کیسی ہے۔ کھڑکی گرجا کی عام سطح سے نیچی تھی۔ مگر باہر کی طرف آس پاس کی زمین کھود کر ڈھلوان کر دی گئی تھی۔ کہ اس دریچہ کی راہ سے گرجا کے حصہ زیریں میں روشنی نہ سہی ہوا ضرور پہنچ سکے۔ برکر جھٹ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور بے خوفی سے تیز چلتا کھڑکی کے پاس گیا۔ جھک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کھڑکی میں لوہے کی جالی لگی ہوئی ہے۔ شیشہ وغیرہ کچھ نہیں۔ جالی کی راہ سے تہ خانہ کا اندرونی حصہ اچھی طرح نظر آتا تھا۔ اور برکر نے دیکھا کہ تہ خانہ کے وسط میں ایک چھوٹا اور مضبوط ستون محرابی چھت کے سہارے کے لئے بنا ہوا ہے۔ اسی چھت پر گرجا کا فرش تھا۔ تہ خانہ میں کئی تابوت ادھر ادھر رکھے ہوئے تھے۔ اور ایک بڑی لالٹین دیوار کی آہنی میخ سے لٹک رہی تھی۔ ستون کے پاس ایک بڈھا آدمی پتھر کے کندے پر بیٹھا تھا۔ لباس معمولی اور پاس ہی فرش زمین پر اس قسم کے آلات تھے جن سے غالباً اس پتھر کو ستانے کا کام لیا جاتا تھا۔ جو دروازہ پر رکھا رہتا تھا۔ بڈھا آدمی تہ نشین کارنامے کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ اور گو برکر کے کھڑکی کے آگے کھڑے ہونے سے چاند کی روشنی جو اس راہ سے داخل ہوتی تھی رک گئی۔ تاہم جونیمن نے۔ جس کی نگاہ لالٹین کی روشنی کی عادی ہو گئی تھی۔ اس بات کو محسوس نہیں کیا۔ وہیں پتھر کے کندہ پر بیٹھا ہوا آہستہ آہستہ سر گھما کر کبھی ایک کبھی دوسرے تابوت کو دیکھنے لگتا تھا۔ یکایک اپنے ہی دل سے مخاطب

ہو کر۔ مگر اتنی بلند آواز سے جو برگر کے کانوں تک پہنچ گئی۔ اس نے کہا "جگہ اب بھی بہت ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے اس کا کون سا حصہ کام میں لایا جائے۔"

تابوت جو اس تہ خانہ میں رکھے ہوئے تھے۔ ادھر جن کی طرف بڈھا جونیفن رہ رہ کر دیکھ رہا تھا۔ ان کی صورت کہے دیتی تھی۔ کہ انہیں مختلف اوقات میں تہ خانہ میں رکھا گیا ہے۔ غالباً ہر ایک میں ایک ایک لاش بند تھی۔ مگر جیسا بیان کیا گیا ہے۔ ان کی ظاہری صورت سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ بعض پرانے ہیں اور بعض نئے۔ ان میں سے کچھ اسقدر شکستہ تھے۔ کہ شائد انہیں ذرا سی حرکت بھی دی جاتی۔ تو ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ کچھ بہتر حالت میں تھے۔ کچھ نئے معلوم ہوتے تھے۔ دو دو یا تین تو ایسے تھے کہ معلوم ہوتا تھا انہیں چند ہی سال پیشتر اس تہ خانہ میں جو کبھی ہیر خاندان کا قبرستان تھا رکھا گیا ہے۔

اتنے میں بڈھے جونیفن نے پھر ایک بار دل سے کہنا شروع کیا "عجیب بات ہے کہ میں اب تک فیصلہ نہیں کر سکا کل والا تابوت کہاں رکھا جائے گا۔ میرا خیال ہے اس بڑھاپے میں عقل اتنی تیز نہیں رہی۔ جیسی پہلے ہوا کرتی تھی۔ اور یہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اب مجھے بیس سال پہلے کی نسبت قبر کھودنے میں دوگنا وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ مگر یہ سب بڑھاپے کا قصور ہے۔ میرے خیال میں اب وقت آگیا ہے۔ جب سوچنا چاہیئے کہ میری قبر کون کھودے گا؟ کم از کم میرے بعد گورکن اور محرر کا کام ایک ہی آدمی کے سپرد نہ ہوگا۔ کیونکہ آئندہ ان کاموں کو جدا کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ مگر بعد کا حال خدا جانے۔ بڑھاپے نے تو مجھے نکما کر دیا ہے۔ اس لئے لازم ہے اپنے لئے کسی نائب کا بندوبست کروں۔ گاؤں چھوٹا ہے۔ مگر لوگ بڑی تعداد میں مرنے لگے ہیں۔ شائد اس لئے کہ یہاں بڈھوں کی افراط ہے۔ نہیں معلوم انہوں نے آپس میں عہد کر لیا تھا۔ کہ مساوی عمر حاصل کر کے ایک ہی بار مرنا شروع کر دینگے۔ ورنہ اور کیا وجہ ہوگی۔ خیر کچھ بھی ہو۔ مجھے اپنے لئے نائب کا انتظام کئے بغیر چارہ نہیں۔"

اس نتیجہ پر پہنچکر جونیفن کا رنابی نے ایک بڑی سی شیشی آہستہ آہستہ جیب سے نکالی۔ یہ شراب سے پرتھی۔ برگر نے جواب تک کھڑکی کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ بڈھے کو شیشی منہ سے لگا کر ایک لمبا گھونٹ پیتے اور اسے پھر جیب میں رکھتے دیکھا۔ تو بے اختیار منہ سے آہ سرد نکل گئی۔

"بس تو فیصلہ یہ ہے کسی نائب کا بہت جلد بندوبست کیا جائے۔" جونیفن نے بدستور اپنے دل سے باتیں کرتے ہوئے کہا۔ "پر ایک مشکل اس میں بھی آپڑی ہے۔ نائب رکھنے کا فیصلہ کرنا

آسان مگر انتظام کرنا بہت مشکل ہے۔ اس میں شک نہیں وڈبرج میں ہٹے کٹے نوجوانوں کی کمی نہیں۔ مگر ان میں ایک بھی تو ایسا نظر نہیں آتا۔ جو میرے کام آ سکے۔ سب نکمے اور بدمعاش ہیں۔ استغفراللہ یہ میں نے گرجا میں بیٹھ کر کیا کہہ دیا!... مگر ذکر نائب کا تھا۔ آخر اسے کہاں تلاش کیا جائے؟"

وہ پھر چپ ہو گیا۔ اور وہی شیشی دوبارہ جیب سے نکال کر بظاہر عقل رسا کو تیز کرنے کے لئے منہ سے لگالی۔ اس عرصہ میں ہرکر بدستور کھڑکی سے منہ لگائے کھڑا تھا۔ دو باتوں سے اس کو خاص دلچسپی تھی۔ ایک یہ کہ بڈھے گورکن کو نائب کی ضرورت ہے۔ اور کسی طرح یہ عہدہ مجھے مل جائے تو پھر پانچوں گھی میں ہیں۔ کھانے کو روٹی سہنے کو بستر اور اندھا کیا چاہے دو آنکھیں اس کے بعد جیل کے آدمی مجھے کہیں تلاش کرتے پھریں۔ بہرحال مجھے اس ویرانہ میں ڈھونڈنے نہ آئیں گے یہ جائے پناہ بہت عمدہ ثابت ہوگی۔ پہلے اس کا ارادہ سفر جاری رکھتے ہوئے سکاٹلینڈ کے غیر آباد علاقوں کی طرف نکل جانے کا تھا۔ مگر چار دن کی مسافت میں جن مشکلات کا سامنا ہوا ان کے بعد آگے قدم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ لورپول کا قرب بے شک خطرناک تھا۔ پھر بھی آوارہ گردی کی مصیبت سے یہ محفوظ زندگی ہر طرح قابل ترجیح تھی۔ پس تہ خانہ کی کھڑکی کے ساتھ لگ کر اس نے بڈھے گورکن کو نائب کی ضرورت ظاہر کرتے سنا۔ تو فوراً یہ کام منظور کرنے کو آمادہ ہو گیا۔ یہ پہلی بات تھی جو اس کی دلچسپی کا موجب ہوئی۔ اس کے دوسرے درجہ پر بڈھے جوتھیئن کی پراندیشی کی بوتل اس کے لئے کشش رکھتی تھی۔ وہ اس کے چند گھونٹ پینے کو بیتاب تھا مگر سوال یہ پیدا ہوا کہ بڈھے سے بات چیت کی صورت کیا ہو۔ اسی فکر میں تھا کہ جوتھیئن کا زبانی نے پھر کہنا شروع کیا۔

"بس اب اس کے بغیر چارہ نہیں کہ کسی نائب کا بہت جلد انتظام کیا جائے۔ مگر آدمی ایسا ہو کہ ہر کام میں میری اطاعت کو فرض سمجھے۔ کسی کام میں سوال نہ پوچھے اور اچھی قبریں کھود سکے اور ان تہ خانوں کی حفاظت کا کام اسی تندہی سے کرے۔ جس طرح میں کرتا ہوں۔ آخر ایسا آدمی کہاں مل سکتا ہے؟"

"یہاں" ہرکر نے کھڑکی کے پاس کھڑے کھڑے باہر سے جواب دیا۔ کیونکہ اپنے تعارف کی اسے اس سے بہتر کوئی صورت نظر نہ آئی۔

بڈھا گورکن یہ آواز سن کر چونک گیا۔ اور غالباً اس کی عمر میں یہ پہلا موقعہ تھا۔ کہ اس کے دل کو خطرہ کا احساس ہوا۔ مگر جلد ہی اوسان بحال کر کے اس نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا۔ پہلے خیال

ہوا شاید کانوں کو دھوکا ہوا ہے۔ مگر ناگاہ اس کی آنکھ کھڑکی کی طرف گئی۔ اور اس نے دیکھا۔ کسی انسان کی صورت چاند کی روشنی میں حائل ہے۔ تو سمجھا۔ کوئی دیہاتی مسخرا ہے۔ جو رستہ چلتے چلتے مذاق کرنے کو ٹھہر گیا ہے۔

"جا بھائی جا اپنا کام کر۔" جونیقین نے اس سے کہا۔ "شراب خانہ بند نہیں ہوا۔ تو وہاں جا۔ ورنہ گھر جا کر آرام کر اور خدا تیرے حال پر رحم کرے۔"

"حضرت میں نے شراب خانہ کا نام پہلی بار آپ کے منہ سے سنا ہے۔" برکر نے وہیں کھڑے کھڑے جواب دیا۔ "رہ گیا آرام تو جہاں میں نے آخری بار آرام کیا۔ وہ جگہ ... پر خیر اس ذکر سے کیا حاصل" کیونکہ فوراً اسے خیال آیا جیل خانہ لوہے کی تنگ سی چارپائی اور کھردرے کمبل کا ذکر کرنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔ پس فوراً بات بدل کر کہنے لگا۔ "دراصل میں اس گاؤں کا رہنے والا نہیں مگر شرارت میں یہاں والوں سے کم بھی نہیں ہوں۔"

"تو پھر تمہارا وطن کونسا ہے؟" جونیقین نے پوچھا۔

"جناب ان دنوں میرا وطن ہر جگہ ہے اور کہیں بھی نہیں۔" برکر نے جواب دیا۔ "یہ اس لئے کہ بیکار ہوں اور کہیں بھی خاص قیام نہیں ہے۔" یہ جواب ایک حد تک صحیح تھا۔ کیونکہ اصل پیشہ گرفتاری کے بعد سے چھوٹ چکا تھا۔ "آج کل آوارہ گردی میرا شعار ہے۔ گرجا کے پاس سے گذر رہا تھا کہ کھڑکی میں روشنی دیکھ کر ٹھہر گیا۔ اور چونکہ بھوتوں کا قائل نہ کبھی پہلے تھا نہ اب ہوں۔ اس لئے دیکھنے چلا آیا۔ دیکھا تو آپ نظر آئے ..."

"کیا سچ مچ تم بھوتوں سے نہیں ڈرتے؟" بڈھے جونیقین نے اس بیان میں خاص دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"جی بالکل نہیں۔" برکر نے جواب دیا۔ "مردہ روحوں کی نسبت تو میں زندہ آدمیوں سے زیادہ ڈرتا ہوں۔ کیونکہ اس ناپاک دنیا میں بہت لوگ ایسے ہیں جو مجھ ایسے معصوم اور مرنجاں مرنج آدمیوں کے درپے آزار رہتے ہیں۔"

"کوئی خدا ترس پابند مذہب آدمی معلوم ہوتے ہو۔" جونیقین کا زبانی نے کہا۔

"بس بس۔ آپ نے خوب سمجھا۔" برکر نے جلدی سے جواب دیا۔ "میری عادت ہے کہ لہو و فسق کو پسند نہیں کرتا۔ جو کام میرے سپرد کیا جائے اسے کوئی سوال پوچھے بغیر کرنے لگتا ہوں۔"

"مگر تم باشندے کہاں کے ہو؟" جونیقین نے پوچھا۔

جی ہاں بہت دور موضع گو لکار رہنے والا ہوں ۔" برکر نے جواب دیا جس سے معاملہ واضح ہونے کی بجائے مبہم ہی رہا ۔

" مگر یہ تو معلوم ہو یہ موضع گو لکس علاقہ میں آباد ہے ؟" جونیتھن نے باصرار پوچھا کیونکہ وہ ساری عمر دیہات میں رہنے کی وجہ سے گو ایک حد تک سادہ مزاج تھا ۔ پھر بھی اپنے سوالوں کا مفصل جواب حاصل کرنے پر ہمیشہ زور دیا کرتا تھا ۔

" لنکن شائر میں " برکر نے فوراً جواب دیا ۔ " جیسا میں نے کہا ہے ۔ ان دنوں بالکل بے کار ہوں کچھ عرصہ کانسٹیبل ٹانگسٹر کے ہاں کام کیا تھا ۔ شاید اس کا نام آپ نے سنا ہو گا ؟"

" کہہ نہیں سکتا ۔" بڈھے نے جواب دیا ۔ " سنا ہے تو اب یاد نہیں ۔ مگر یہاں کھڑے رہنے کی بجائے تم گرجا کی راہ سے اندر چلے آؤ ۔ تو مفصل بات چیت ہو جائے ۔ دائیں ہاتھ چلو تو ایک چھوٹا سا دروازہ آئے گا ۔ اس میں داخل ہونے پر اس جگہ کی روشنی دکھائی دے گی ۔ اس کی سیدھ پہ چلے آنا ۔"

جونیتھن کا رتانی کے خیال میں اس سنجیدہ گفتگو کے لئے تہ خانہ سب سے موزوں مقام تھا اور برکر کو اس کی پرواہی نہ تھی ۔ کہ حصول مدعا کے لئے کہاں جانا پڑتا ہے ۔ پس کارتانی کی ہدایات کے مطابق وہ دروازہ کی طرف گیا ۔ اور اس کی راہ سے گرجا میں داخل ہوا تو تہ خانہ کی روشنی اس طرح جھلملاتی نظر آئی ۔ جیسے اندھیری رات میں سنسان قبرستانوں کے اندر کبھی کبھی دکھائی دیتی ہے مگر چاند کی کرنیں پوری تیزی کے ساتھ کھڑکیوں کی راہ سے گرجا میں داخل ہو رہی تھیں ۔ اور ان کے اُجالے میں سیاہ لکڑی کی نشستیں ۔ بھاری ستونوں کے پاس بنا ہوا معبد اور تین چار سنگی مجسمے جو ان بہادروں کی یادگار تھے جنہیں انتقال کئے بہت مدت گذر چکی تھی ۔ اور جن کی لاشیں اسی گرجا کے قبرستان میں دفن تھیں ، صاف نظر آتے تھے ۔ گرجا بہت پرانا تھا ۔ اور چونکہ کسی زمانہ میں اس کے پاس ایک قلعہ واقع تھا ۔ اس لئے ایسی یادگاروں کی موجودگی باعث حیرت نہ تھی ۔ ہر طرف گہری خاموشی جس میں برکر کے میخدار بوٹوں کی آواز عجیب اثر ہیبت پیدا کر رہی تھی ۔ کوئی اور ہوتا تو ایسے موقعہ پر ضرور آہستہ قدم اٹھاتا ۔ مگر برکر کی قوت ان کمزوریوں سے بالاتر تھی بڑی لاپروائی سے چلتا تہ خانہ کے دروازہ کی طرف گیا ۔ رات کے سناٹے میں اس کے بھاری بوٹوں کے چرچرانے سے ان لوگوں کی کراہٹ کا گمان ہوتا تھا جنہیں دارفانی سے رخصت ہوئے بہت عرصہ گذر چکا تھا ۔ اور جن کی لاشیں گرجا کے اطراف میں جابجا دفن تھیں ۔

تہ خانے کے دروازے پر پہنچ کر برکر نے دیکھا کہ نیچے اُترنے کے لیے ایک سنگی زینہ بنا ہوا ہے وہ پورے اطمینان سے اس پر چلتا ہوا نیچے اُترا۔ اور جس جگہ جونیتھن کا نابالی پتھر کے ٹکڑے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پاس ہی ایک تابوت پر بیٹھ گیا۔ بڈھا اس بے حرمتی سے چونک گیا۔ مگر برکر نے سمجھا میری مکروہ صورت کو پاس سے دیکھ کر ڈر رہا ہے۔ کہنے لگا "صاحب اس میں شک نہیں ہے کچھ ایسا قبول صورت نہیں ہوں۔ مگر دیکھنے والے انسان کی صورت نہیں، سیرت کو دیکھا کرتے ہیں۔ آپ مجھے کیسا بھی مشکل کام سپرد کریں پوری تن دہی سے کروں گا۔ اور پھر میرا اخلاق اتنا بلند ہے کہ آپ کتنی تحقیقات کریں، میرے خلاف ایک برائی ثابت نہ کرسکیں گے۔"

"سنو بھائی۔" بڈھے گورکن نے متانت سے جواب دیا۔ "میں تمہاری صورت دیکھ کر نہیں چونکا تھا ... صرف ذرا اس تابوت کو چھوڑ کر زینہ پر بیٹھ جاؤ۔ تو اچھا ہو۔"

"بے شک۔ کیوں نہیں۔" برکر نے فوراً عمل کرتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی برانڈی کی بوتل یاد کر کے نمایاں طور پر کانپنے لگا۔

زینہ پر بیٹھ کر اس نے کہا۔ "موسم کے لحاظ سے آج کی رات غیر معمولی سرد ہے۔"

"لو اسے پی کر گرم ہو جاؤ۔" جونیتھن نے شراب کی شیشی پیش کرتے ہوئے کہا۔

"لائیے۔ میں آپ کی صحت۔ درازی عمر اور خوشی کی زندگی کا جام پیتا ہوں۔" اور یہ کہہ کر برکر نے شیشی کو منہ سے لگا کر اس کا بڑا حصہ ایک ہی گھونٹ میں ختم کر دیا۔

"کیا کہا خوشی کی زندگی!" بڈھے جونیتھن نے انداز حیرت سے پوچھا۔ "تعجب ہے تم اتنا نہیں سوچتے کہ جس کی زندگی ہمیشہ مردوں میں بسر ہوتی ہو۔ اور جو تہ خانوں اور قبروں کے پاس رہنے کا عادی ہو، اس کے لیے خوشی کا وجود کیا ہے۔ لیکن خیر ذکر یہ تھا کہ مجھے ایک نائب کی ضرورت ہے۔ اور تم اس فرض کو اپنے ذمہ لینے کو تیار ہو۔"

"ہاں شوق سے۔" برکر نے جواب دیا۔ "مگر یہ تو بتائیے اتنی رات گئے یہاں بیٹھنے کی کیا حاجت تھی؟ یہ میں اس لیے نہیں کہتا۔ کہ میرے نزدیک آدھی رات کو ایسے مقام پر بیٹھنا قابل اعتراض ہے۔ بالکل نہیں۔ بلکہ میں تو ہمیشہ سے غیر معمولی باتوں کا شائق رہا ہوں ..."

"معاملہ یہ ہے۔" بڈھے جونیتھن نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔ "یہ تہ خانہ قدیم سے فیدرسٹون ہال کے خاندان فیدرسٹون کی ملکیت چلا آتا ہے۔ خاندان بہت قدیم ہے۔ اور اس تہ خانہ میں جتنے بھی تابوت موجود ہیں، سب اسی خاندان کے آدمیوں کے ہیں۔ چند دن گزرے اسی قبیلہ کے ایک

سے نہایت نوجوان کا انتقال ہو گیا۔ اور کل اسے دفن کیا جائے گا۔ صبح چونکہ گرجا میں شادی ہوئی تھی۔ اس لئے رات سے پہلے تہ خانہ کا دروازہ کھولنے کو جی نہ چاہا۔۔۔"

"مگر یہ کام اکیلے آپ نے نہ کیا ہوگا؟" برک نے جلدی سے پوچھا۔

"نہیں۔ میرے ساتھ ایک آدمی اور تھا۔" جونیتھن نے جواب دیا۔ "مگر وہ ڈھکنا اٹھاتے ہی اس جگہ کی بھیانک سیاہی دیکھ کر ایسا ڈرا کہ پیچھے بھاگ گیا۔ خود مجھے کبھی کسی طرح کا خوف نہیں ہوا بس میں یہ معلوم کرنے چلا آیا۔ کہ کل اس نوجوان کا تابوت کہاں رکھا جائے۔ بس رات کے وقت میرے یہاں آنے کی یہی وجہ تھی۔"

"سنئے جناب اگر میں آپ کا نائب ہوتا۔ تو بھاگنے کا کیا ذکر۔ قدم بہ قدم آپکے ساتھ آتا۔" برک نے جواب دیا۔ "اول تو مجھے کبھی اندھیرے سے خوف نہیں ہوا۔ اور جب سردی رفع کرنے کو برانڈی کی بوتل پاس ہو۔ پھر تو ایسے مقام پر بیٹھ کر گفتگو کرنے میں اور مزا آتا ہے۔"

جونیتھن کار نابی تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا۔ آخر اس بات کا فیصلہ کر کے کہ اس شخص کی خدمات جس نے ایک نہایت عجیب طریقہ پر درخواست پیش کی تھی۔ حاصل کر لینی چاہئیں اس نے عہدہ مذکور کے فرائض اور تنخواہ کی تفصیل بیان کی۔ ساتھ ہی ترقی کی ترغیب کے طور پر کہا کہ اگر اپنا کام تسلی بخش طریق پر کرتے رہوگے۔ تو میرے بعد گورکن کی آسامی بھی تمہیں کو ملیگی۔ برک نے سب شرطیں منظور کریں اور برانڈی کے ایک بہت لمبے گھونٹ سے اس معاہدہ کی تصدیق کی گئی۔

اس کام سے فارغ ہو کر جونیتھن نے کہا۔ "اب میرے دوست چونکہ تم بھوکے اور تھکے ہوئے ہو اس لئے میرے ساتھ مکان پر چلو۔ آج رات کے لئے کھانے اور آرام کا انتظام وہیں کیا جائیگا اور کل میں کسی غریب مگر عزت دار گھرانے میں تمہاری مستقل سکونت کا بندوبست کر دونگا۔"

"خدا کے لئے ایسا نہ کہئے۔" برک نے جلدی سے کہا۔ "مجھے ابھی سے آپکے ساتھ اتنی محبت ہو گئی ہے۔ کہ اپنے مکان میں اگر آپ ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی۔ اور پھٹا ہوا بستر بھی دے دیں گے تو میں اسی کو غنیمت سمجھوں گا۔ مجھے آپ کو چھوڑ کر کسی جگہ جانا پسند نہیں۔ آپ ہی کے پاس رہ کر ہر قسم کی خدمت کرتا رہوں گا۔"

"خیر اس کی بابت پھر دیکھا جائے گا۔" بڈھے گورکن نے کہا۔ "سر دست میرے ساتھ ساتھ چلے آؤ۔"

دونوں تہ خانہ سے نکل کر گرجا کے دروازہ کی راہ سے باہر آئے۔ جونیتھن نے تہ خانہ سے

نکل کر لالٹین بجھا دی تھی۔ باہر آ کر اس نے گرجا کا دروازہ ایک بڑی سی کنجی کی مدد سے بند کیا۔ اور اس کے بعد ایک تنگ راہ پر چلتا قبرستان کے بیچوں بیچ اپنی جھونپڑی کی طرف ہولیا۔ بزرگ اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا مگر بسا اوقات پگ ڈنڈی چھوڑ کر ادھر ادھر کی قبروں کو روندنے لگتا تھا۔ کارنابی نے یہ حرکت دیکھی تو چلتے چلتے رک گیا۔

"دیکھو اس مقدس زمین پر ایسی بے دردی سے پاؤں نہ رکھو۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا "اول تو اس سے مرنے والوں کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ دوسرے کئی خاندان جن میں بعض غریب کنبے بھی شامل ہیں۔ اپنے رشتہ داروں کی قبروں کو اچھی حالت میں رکھوانے کے لئے کچھ نہ کچھ سالانہ ادا کرتے رہتے ہیں۔ گو سچ پوچھو تو مجھے اس معاوضہ کی بہت زیادہ پروا نہیں ہے۔ کیونکہ" اس نے یکایک ٹھہر کر ایک قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "سارے قبرستان میں یہ تربت سب سے اچھی حالت میں ہے۔ حالانکہ اس خدمت گذاری کا معاوضہ مجھے ایک پیسہ بھی نہیں ملتا۔"

جس قبر کی طرف اس نے اشارہ کیا۔ اس کے سرہانے پتھر کی لوح نظر آتی تھی۔ چاند کی روشنی میں بزرگ نے بغور دیکھا۔ بحیثیت مجموعی یہ قبر اچھی حالت میں تھی۔ چاروں طرف سبز اور ہموار گھاس اگی ہوئی اور گرداگرد خاردار جھاڑیاں اس خیال سے لگا دی گئی تھیں کہ کوئی پامالی کی جرأت نہ کرے۔

"اس قبر کے متعلق ایک عجیب بات قابل ذکر ہے۔" کارنابی نے وہیں کھڑے کہا۔ "یعنی لوح مزار پر تاریخ انتقال کے سوا کچھ نہیں لکھا ہوا ہے۔ دیکھو اکتوبر ۱۸۳۰ء بس یہی حروف کندہ ہیں۔"

"کیوں مگر نام کیوں نہیں لکھا؟" بزرگ نے پوچھا۔

"اس لئے کہ غریب مرنے والی کا نام کسی کو معلوم ہی نہ تھا۔" جونیتھن نے جواب دیا "کوئی اجنبی عورت تھی جس نے دیوانگی کی حالت میں جان دی۔ ہمیشہ چپ چاپ اور خاموش رہا کرتی تھی۔ مگر سارا قصہ بہت دردناک ہے۔ پھر کبھی وقت سناؤں گا۔"

یہ الفاظ بڈھے گورکن کے منہ سے نکلے ہی تھے۔ کہ سنسان رات میں یکایک ایک پر وحشت آواز سنائی دی "کس نے دیوانگی کی حالت میں جان دی؟ کون چپ چاپ اور خاموش رہا کرتی تھی؟" ساتھ ہی ایک دیوانی عورت جو شکل و صورت سے بھی ویسی نظر آتی تھی۔ اس طرح سامنے نمودار ہوئی گویا فرش زمین سے یا کسی قبر کو شق کر کے باہر نکل آئی ہے۔ "میں پھر پوچھتی ہوں۔ وہ کون تھی جس نے

دیوانگی میں جان دی؟ بے شبہ یہ دنیا مصیبت و تکلیف کا گھر ہے ۔ اس کے مظالم اچھے خاصے توانا و تندرست آدمی کو دیوانہ بنا دیتے ہیں ۔ خود میں نے کچھ کم مصیبتیں نہیں دیکھی ہیں ۔ ۔ ۔ "

"نیک عورت تو اس وقت یہاں کیا کر رہی ہے؟ تو کون ہے اور کہاں سے آئی ہے؟" بڈھے گورکن نے جلدی جلدی پوچھا ۔

"میں نہیں جانتی ۔ کہاں سے آئی ہوں" عورت نے مجذوبانہ لہجہ میں جواب دیا "ہوا کی طرح میرا کوئی مقام نہیں ۔ اور نہ میری شخصیت سے تمہیں کچھ واسطہ ہے ۔ البتہ میں جاننا چاہتی ہوں کہ تم کون ہو؟" اور یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی تیز آنکھیں بڈھے گورکن کے چہرہ پر گاڑ دیں ۔ برکر پہلے ہی خوف زدہ ہو کر چند قدم پیچھے ہٹ گیا تھا ۔ اس لئے اُسے اس نے نہیں دیکھا ۔

"میرا نام جونیتھن کازابی ہے ۔" بڈھے نے غیر معمولی اہمیت سے جواب دیا "میں اس گرجا میں گورکن ۔ محرر اور گھڑیالی کا کام کرتا اور اس سامنے مکان میں رہتا ہوں ۔"

"میں نے سنا ابھی تم ایک غریب عورت کا ذکر کر رہے تھے ۔ جو دیوانی ہو کر مری تھی" مجذوبہ عورت نے کہا ۔ "بے شک وہ دیوانی تھی اور میں اس کے متعلق چند سوال پوچھنا چاہتی ہوں ۔ مگر افسوس بات میرے ذہن سے نکلی جاتی ہے ۔ کسی واقعہ نے میرے دماغ میں اضطراب پیدا کر دیا ہے ۔ اب میں خیالات کو جمع نہیں کر سکتی ۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ہاتھ سے پیشانی کو دبایا ۔ "اب پھر کسی وقت پوچھوں گی ۔"

وہ تیز چلتی ہوئی ایک طرف کو ہولی ۔ اور دیکھتے دیکھتے قبرستان کے پھاٹک کی راہ سے باہر نکل گئی ۔

"کوئی پگلی معلوم ہوتی ہے ۔" جونیتھن نے اس کے چلے جانے پر برکر سے کہا "جو کچھ کسی کی زبان سے سنتی ہے وہی کہنے لگتی ہے ۔ معلوم ہوتا ہے اسے کوئی بھاری صدمہ ہوا ہے ۔ مگر آؤ چلیں باتوں میں یہ خیال بالکل ذہن سے اتر گیا کہ تمہیں خوراک اور آرام کی ضرورت ہے ۔"

اتنا کہہ کر بڈھا گورکن پھر اسی پگ ڈنڈی پر چلنے لگا ۔ اور برکر جو دیوانی عورت کی صورت دیکھ کر ڈر گیا تھا ۔ سہما ہوا چپ چاپ اس کے پیچھے ہولیا ۔

باب ۱۷

نامہ بر

ہم نے کرسچن ایشٹن کو ایڈ گربیورلے کی داستان سننے کے بعد اسے اپنی واپسی کا انتظار کرنے کی تاکید کر کے حالت جوش میں رائل ہوٹل سے رخصت ہوتے چھوڑا تھا۔ دراصل ایک خاص مدعا اس کے پیش نظر تھا۔ کیونکہ درزر ہوس میں مقید دلارا سے خط وکتابت کے ذریعہ یہ معلوم کرنا از حد ضروری تھا۔ کہ اسکی اعانت یا فرار کی کونسی صورت ممکن ہے۔ اس مطلب کے لیئے وہ اس بازیگر کی خدمات حاصل کرنا چاہتا تھا جس سے کچھ دن پیشتر بیرن ریگڈ بیک کے متعلق گفتگو ہوئی تھی۔ اور اب وہ اسی کی تلاش میں جا رہا تھا۔

مگر تھوڑی دور جا کر اس جدید ذریعہ امداد کی دریافت کا جوش مسرت کم ہوا تو خیال آیا آخر اس بازی گر کو تلاش کہاں کرنا چاہیئے۔ رات کے ۹ بجے اس کا سربازار کرتب دکھلاتے نظر آنا صریحاً غیر ممکن تھا۔ ایک لمحہ کے لیئے اس کی خوشی یاس وحسرت میں بدل گئی اور تیز رفتاری میں بھی فرق آگیا رفتہ رفتہ وہ ایک جگہ کھڑا ہو کر سوچنے لگا۔ اور اسی حالت میں تھا کہ ایک آدمی تیز چلتا پاس سے گذرا جسے اس نے بغور دیکھا تو وہی بھوکا جرمن بیرن ریگڈ بیک نکلا! کرسچن دوڑ کر اس سے ملنا چاہتا تھا۔ کہ اتنے میں بیرن ریگڈ بیک اس کے دیکھتے دیکھتے ایک تنگ گلی میں نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس نے بہت آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ مگر وہ کہیں نظر نہ آیا۔

دل نے کہا ضرور یہ باقیوں کے ساتھ رہتا ہوگا۔ پس ان کی سکونت غالباً اسی گلی میں ہوگی یہ سوچ کر وہ بھی اسی طرف کو ہولیا۔ عین اس وقت کئی عورتیں اور مرد ایک شراب خانہ سے نکلے جن کے ہجوم سے کرسچن کو تھوڑی دیر رک جانا پڑا۔ ان کی تعداد بہت زیادہ نہ تھی۔ پھر بھی ان کے جمع ہونے سے تھوڑی دیر کے لیئے گلی کا تنگ رستہ بالکل رک گیا۔ معلوم ہوا دو شرابی کسی بات پر لڑتے لگے تھے۔ اور یہ سب انکی کشتی کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ اس ہجوم میں کرسچن نے بیرن ریگڈ بیک کو بغور تلاش کیا مگر نظر نہ آیا۔ اس سے خیال پیدا ہوا۔ کہ وہ ان لوگوں کے شراب خانہ سے نکلنے سے پہلے ہی گلی سے گذر گیا ہے۔ جوں توں کر کے وہ اس ہجوم کو چیر کر آگے بڑھا۔ پھر بھی ایک دو منٹ کی دیر ہو گئی۔ اور آگے چل کر اس نے دھندلی روشنی میں پھر دیکھنا شروع کیا۔ مگر جرمن بازیگر کی صورت کہیں نظر نہ آئی۔ کوچہ بندی سے باہر جانیکا چونکہ کوئی اور رستہ نہیں تھا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ وہ

یہیں کسی مکان میں داخل ہوگیا ہے ایک مرد اپنے مکان کے دروازہ میں کھڑا ہوا شرابی پہلوانوں کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ کریچن نے پاس جاکر پوچھا "آپ کو معلوم ہے۔ وہ بازیگر جو دن میں راسگیٹ میں تماشہ کررہے تھے یہیں کہیں رہتے ہیں؟"

"جی ہاں وہ میرے ہی مکان میں ٹھیرے ہوئے ہیں" شخص مذکور نے جواب دیا۔ "لیکن اگر ان میں سے کسی نے کچھ شرارت کی ہے۔ تو میں درخواست کرتا ہوں۔ اس معاملہ میں زیادہ شور وشر پیدا نہ کیا جائے۔ آپ کی صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ شریف آدمی ہیں۔۔۔"

"خیر میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ مجھے ان میں سے کسی کے خلاف وجہ شکایت نہیں ہے۔" کریچن نے جلدی سے کہا "میں صرف ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"تو اندر تشریف لے آیئے" آدمی نے جواب دیا "سب بڑے اطمینان سے بیٹھے کھانا کھارہے ہیں۔ صرف وہ جرمن جوان کے ساتھ ہے۔ اسے میری گھروالی کا پکا ہوا کھانا پسند نہ تھا۔ اس لئے بازار سے کوئی چیز خریدنے گیا تھا۔ اور ابھی ابھی واپس آیا ہے"

"میں اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر میرے خیال میں اندر جانے کی ضرورت نہیں" کریچن نے کہا۔ اور یہ اس لئے کہ سابق جرمن اہلکار حال بازیگر ہیر ریگڈ ٹیک سے ملنا اسے پسند نہ تھا۔ "خیر میں ان میں سے ایک کا حلیہ بیان کرتا ہوں۔ وہ اگر ان میں ہو۔ تو مہربانی سے ایک لفظ آہستہ سے اس کے کان میں کہہ دینا۔"

"بہت اچھا کہہ دونگا" مالک مکان نے جواب دیا "مگر دیکھیئے تو کیسی مزے دار کشتی ہو رہی ہے۔ ایک طرف بل رٹ اینڈ ریڈی کنجڑہ اور مقابلہ میں ٹام ٹگمگ قصائی کیسا جڑتا ہے۔۔"

"لعنت بھیجو" کریچن نے جسے اس کشتی سے کچھ بھی دلچسپی نہ تھی قطع کلام کرتے ہوئے کہا "میں جس بازیگر کی صورت بیان کرتا ہوں۔ اس کے کان میں چپکے سے کہہ دینا۔ کہ جس نے سہ پہر کو تمہیں دو شلنگ دیئے تھے۔ وہ ایک ضروری معاملہ پر صرف دو حرفی بات کرنا چاہتا ہے۔"

مالک مکان پیغام رسانی کے لئے اندر گیا۔ اور کریچن وہیں دروازہ پر کھڑا ہو کر واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں ملک شراب خانہ کے بیچ بچاؤ سے شرابی پہلوانوں کی کشتی بھی ختم ہوگئی۔ اور وہ جو ذرا دیر پہلے مشت آزمائی کررہے تھے۔ اب ایک دوسرے سے ہاتھ ملانے لگے۔ تھوڑی دیر میں وہ ہجوم بھی جو تماشہ دیکھنے جمع ہوگیا تھا منتشر ہوگیا۔ اور اکثر آدمی پھر شراب خانہ میں واپس چلے گئے۔ اتنے میں مالک مکان اس بازیگر کو ساتھ لئے جسے کریچن نے طلب کیا تھا آگیا۔ اب اس شخص نے

ادنیٰ قسم کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اور صورت بھی منحوس نظر آتی تھی۔ کرسچن کو دیکھ کر اس نے جھک کر سلام کیا۔ اور وہ اسے تھوڑی دور لیجا کر علیحدگی میں کہنے لگا "تمہیں میری بے وقت آمد پر تعجب ضرور ہوگا۔ لیکن مجھے ایک نہایت ضروری کام میں تمہاری مدد لینا تھا۔ میرا کام کردو تو معقول معاوضہ دونگا۔"

بازی گر کو کب انکار تھا۔ فوراً آمادہ ہوگیا۔ کرسچن نے اُسے ضروری ہدایات دیں۔ اور ساتھ ہی تاکید کی۔ کہ سب کام بڑی دوراندیشی اور رازداری سے کرنا۔ بازی گر نے اس کا وعدہ کیا جس کے بعد دونوں جدا ہوئے۔ چلتے وقت کرسچن نے کہا "صبح ہوٹل میں آکر مجھ سے رقعہ لے جانا۔"

اس کام سے نپٹ کر وہ پھر اپنے دوست ایڈگر ہیوریلے کے پاس گیا۔ اور اسے سارے انتظام سے واقف کیا۔ وہ سب حال سن کر بہت خوش ہوا۔ اور کرسچن کی عنایات کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ بعد ازاں اس نے لارا کے نام ایک خط لکھا۔ کہ صبح بازی گر اسے لینے آئے تو تیار رہو۔ پھر دونوں اپنے اپنے کمروں میں جاکر سو گئے۔

اس کے دوسرے دن دوپہر کے قریب بازی گروں کی جماعت نواحات ورنز ہوس میں بیسا کھیوں پر چلتی دیکھی گئی۔ سب کی لکڑیوں پر چڑھ کر چلتے اور ساتھ ہی ہنسی ٹھٹھا کرتے جا رہے تھے۔ صرف ہمارا دوست ریگڈ بیگ پیدل چلتا تھا۔ بازیگروں میں سے کوئی قلابازی دکھاتا۔ یا بیرن ریگڈ بیگ سے جو بڑا سا ڈھول پیٹھ پر لادے شہنائی لئے بھدی چال چل رہا تھا۔ مذاق کرتا تو سب بڑے زور سے ہنسنے لگتے تھے۔ ریگڈ بیگ کا مزاج اول تو ہمیشہ سے چڑچڑا تھا۔ اب مصیبت وافلاس نے اس کی بدمزاجی میں اور اضافہ کر دیا۔ پس جس وقت بازی گروں میں سے کوئی اس کی ٹوپی یا ٹخنوں پر لکڑی چبھاتا۔ تو وہ کرخت جرمن زبان میں انہیں گالیاں دیتا۔ اور ساتھ ہی شومیٔ طالع کو کوسنے لگتا تھا جس نے ان لوگوں سے ملنے پر مجبور کیا۔

لیکن ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کو ان خاص حالات سے واقف کر دیا جائے جن میں ڈیوک آف سٹالبرگ کے اس سابق اہلکار کو یہ رذیل پیشہ اختیار کرنے پر مجبور رہنا پڑا۔ ناظرین بھولے نہ ہوں گے۔ کہ یہ شخص گو برائے نام بیرن کا خطاب رکھتا تھا۔ تاہم اس کی اصل حیثیت کسی سائیس سے زیادہ نہ تھی۔ میں انگلستان سے ڈیوک کی واپسی پر اسے اپنے وطن جانا پڑا۔ تو صدر مقام کی زندگی کے مزے یاد آنے لگے۔ میوارٹ ہوٹل کی عمدہ شراب اور چٹپٹا گوشت اڑانے کے بعد جرمن بیراد کا کھانا بدمزہ معلوم ہونے لگا۔ اچھی اچھی چیزوں کے لئے جی ترستا۔ مگر حاصل کرنے کا سامان پاس نہ تھا

آخر ایک دن آقا کے گھوڑے کی زین چرالی - اور اسے بیچ کر کچھ دنوں خوب جشن اڑائے جب ڈیوک نے دیکھا - کہ وہ اکثر شراب پیئے رہتا ہے - اور آمدنی کا کوئی معقول ذریعہ بھی نہیں تو قدرتی طور پر دل میں شک پیدا ہوا - تحقیقات کی تو چوری ثابت ہو گئی - نتیجہ یہ کہ اسے ملازمت سے برطرف کر دیا گیا - اور ساتھ ہی ریاست سے باہر ہونے کا حکم دیا گیا - یہ آخری سزا حقیقت میں کچھ ایسی سخت نہ تھی - کیونکہ ریاست کی حدود ہی کیا تھیں - کہ ان سے بدر کیا جاتا - خیر سزا یاب ہونے کے بعد رگینڈ بیک نے وطن کو خیرباد کہا - اور بلجیم چلا گیا -

وہاں یہ دقت پیش آئی کہ پروانہ راہداری پاس نہ تھا - اس لئے پولیس نے بدمعاش اور آوارہ گرد سمجھ کر ملک بدر کر دیا - آسٹنڈ سے ڈوور تک سرکاری خرچ پر سفر کیا - اور اس خستہ حالی میں انگلستان پہنچا - تو گذارے کے لئے اور کوئی صورت نہ دیکھ کر ناچار بازیگروں کی صحبت قبول کی -

مگر ذکر اس وقت کا تھا جب ان لوگوں کی جماعت دوپہر کے قریب جرمن دل نواز کو ساتھ لیئے بیاکیمپ پہنچی اور درنہوس کی طرف جا رہی تھی - صدر دروازہ پر پہنچ کر ہیرن رگینڈ بیک نے پورے زور سے شہنائی اور ڈھول بجانا شروع کر دیا - اور دوسرے بازیگر طرح طرح کے کرتب کرنے لگے -

سر جان سٹیوارڈ نے ان لوگوں کو جنہیں وہ چور اور بدمعاش سمجھتا تھا - دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا - خصوصاً اس لئے کہ وہ خود ہی بڑا پھاٹک کھول کر اندر چلے آئے تھے - آنریری مجسٹریٹی کے زعم میں خیال آیا - کیوں نہ سب کو قید با مشقت کی سزا دے کر کولہو پر لگایا جائے - کہ اس طرح بیاکیمپ پر طاقت صرف کرنے کی بجائے کولہو چلانے کا فائدہ بخش کام کریں - دوسری منزل کے کمرہ نشست میں مسز آکسنڈن اور لارا ان کے پاس بیٹھی تھیں - لارا بہت مغموم تھی - اور گو مسز آکسنڈن نے اسے بہلانے کو نرمی اور سختی دونوں طریقوں سے کام لیا - مگر ناکام رہی - حالت پریشان کن تھی - کیونکہ وہ ڈرتی تھی - مبادا سر جان روزمرہ کی بے سود کوششوں سے مایوس ہو کر ہمت ہار بیٹھیں اس حالت میں اس نے بازیگروں کی آمد کو غنیمت سمجھا - کہ اس سے بہت نہیں تو عارضی طور پر لارا کی طبیعت ضرور بہل جائے گی -

سر جان سٹیوارڈ جو لارا کی بے مہری سے سخت برافروختہ تھے - بازیگروں کو دیکھتے ہی جوش سے کہنے لگے "یہ سب بدمعاش اور اچکے ہیں - ان سب کو ضرور انہیں جیل میں بھیجوں گا ... ارے کوئی ہے؟ ... دیکھو تو یہ لوگ صریح نقض امن کر رہے ہیں ٹھیرو میں انہیں قانون بلوہ پڑھ کر سناتا ہوں"

اس موقعہ پر مسز آکسنڈن کی سفارش کام آئی۔ اپنی دلفریب سیاہ آنکھیں ہیروڈٹ کی طرف پھیر کر اس نے نرم لہجہ میں کہا "بہر حال ایسی بھی کیا سختی! کرنے دو غریبوں کو کرتب کرتے دو۔ ان کے تماشہ سے لارا کی طبیعت بھی بہلے گی۔" یہ آخری الفاظ اس نے آواز دبا کر اس طرح کہے۔ کہ فقط مسز جان نے ہی ان کو سنا۔

"ہاں ہاں بیشک" ہیروڈٹ نے اب فوراً نرم ہو کر کہا "کیا عجب یہ لوگ سچے محنتی اور دیانتدار ہوں۔ واقعی یہ میری غلطی تھی کہ جلدی ہی ان کے خلاف رائے قائم کی۔ الٹا یہ لوگ تو محنت مشقت سے روزی کماتے ہیں۔ دیکھنا۔ آتشدان پر ایک اٹھنی رکھی ہوگی ..."

"یا حسنت!" مسز آکسنڈن نے نفرت سے منہ پھیر کر آہستہ سے کہا۔

اس جگہ ہم بیان کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ ہیروڈٹ جو اسباب شہوت پرستی میں ہزاروں برباد کر سکتا تھا ایسے حقیر کھیل تماشوں میں اس کے لئے ایک پیسہ خرچ کرنا بھی دشوار تھا۔

مسز آکسنڈن نے اپنے بٹوہ سے کئی شلنگ نکالے اور چھتالی پر کھڑے ہو کر بھری ہوئی مٹھی بازیگروں کی طرف پھینک دی۔ وہ ان سکوں کو چننے میں مصروف ہو گئے۔

کمرہ میں واپس آ کر اس نے بہن سے کہا "لارا دیکھو تو یہ لوگ کیسے کیسے کرتب دکھاتے ہیں ان کی بازی دیکھ کر میرا تو بچپن کا عہد تازہ ہو جاتا ہے"۔ پھر جھک کر لارا کے کان سے منہ لگاتے ہوئے اس نے کہا "عزیز لڑکی اس افسردگی کو کبھی تو چھوڑا کرو۔ تم جانتی ہو میں سب کچھ تمہارے ہی فائدہ کے لئے کر رہی ہوں۔"

"میرے فائدہ کے لئے!" حسین دوشیزہ نے انداز حسرت سے کہا۔ اور ساتھ ہی بہن کی طرف ایسی غمگین نظروں سے دیکھا کہ شاید پتھر کا دل بھی موم ہو جاتا۔

"نہیں تو کیا؟" مسز آکسنڈن نے تنک کر جلدی سے کہا "کیا اب شروع سے سب حال پھر بیان کرنے بیٹھوں؟ آؤ اچھی لڑکی ہو" اس نے فوراً لہجہ بدل کر کہنا شروع کیا "چھتالی پر آؤ تازہ ہوا سے فرحت ہوگی۔ اور تماشہ دیکھ کر جی بہلے گا۔"

یہ کہہ کر مسز آکسنڈن نے بہن کا ہاتھ پکڑا۔ اور اسے اپنے ساتھ لے چلی۔ لارا پر شدت یاس کی وہ حالت طاری تھی جس میں انسان کی قوت ارادی سلب ہو جاتی ہے۔ اور وہ بے جان کل کی طرح نقل و حرکت کرتا ہے۔ بے جبری میں مسز آکسنڈن کے ساتھ چھتالی پر گئی۔ اور وہاں چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔ تھوڑی دیر بازیگروں کے کرتبوں سے دلچسپی نہ ہوئی۔ مگر رفتہ رفتہ زیادہ توجہ دینی شروع

کی مسز آکسنڈن یہ سمجھ کر کہ اب واقعی اس کی طبیعت بہلنے لگی ہے۔ بڈھے بیرونٹ کو خوشخبری سنانے گئی۔ حالانکہ واقعہ میں لارا کو ان کھیلوں سے کچھ دلچسپی نہ تھی۔ جس طرح ذہن انسانی شدت رنج و یاس میں بھی رفع یکسانیت کے لیے کسی حقیر واقعہ کی طرف لگ جاتا ہے۔ اسی طرح وہ ان کے کرتب دیکھنے لگی تھی۔ گویا آنکھیں تو دیکھتی تھیں مگر ذہن ادھر متوجہ نہ تھا۔ ظاہری توجہ بازی گروں کی طرف تھی۔ مگر دل گرداب الم میں پھنسا ہوا تھا

مسز آکسنڈن کے چلے جانے پر وہ چھتالی پر اکیلی ہی رہ گئی۔ تیز پوروا ہوا چلنے سے سورج کی تمازت بالکل محسوس نہ ہوتی تھی۔ بہن نے یہاں لاتے وقت کندھوں پر شال رکھ دیا تھا۔ اب اس نے اسے اچھی طرح لپیٹ لیا۔ اتنے میں ایک بازیگر بیساکھیوں پر چڑھ کر چلتا ہوا پاس آیا۔ اور لارا کو دیکھ کر رنگین جاکٹ کی جیب سے کوئی چیز نکالی۔ لارا نے یہ حرکت دیکھی تو سہی۔ مگر اس کا مطلب نہیں سمجھی۔ یہی جانا کہ یہ بھی تماشہ کا ایک حصہ ہوگا۔

اتنے میں بازی گر نے پاس آکر دبی زبان میں جلدی سے کہا۔ "فرمائیے کیا آپ ہی کا نام مس ہال ہے؟"

"ہاں میرا ہی نام ہے۔" لارا نے جواب دیا۔ کیونکہ اب بازیگر کی حرکات نے اس کے نزدیک خاص اہمیت حاصل کرنی شروع کر دی تھی۔ اور لارا کی اپنی حالت اس ڈوبتے ہوئے انسان کی طرح تھی جو تنکا ہاتھ آنے پر بھی اسے مضبوط پکڑ لیتا ہے۔

"لیجئے یہ رقعہ آپ کے لئے ہے۔" بازیگر نے جلدی سے کہا۔ "جلدی کیجئے اسے مسٹر ہیوریلے نے بھیجا ہے۔ ہم لوگ کل پھر آئیں گے۔ اس وقت تک جواب تیار رکھئے گا۔"

ہیوریلے کا نام سن کر لارا کے دل میں اہتزاز و مسرت کی جو لہر پیدا ہوئی۔ اس کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے۔ فرط شوق سے کانپنے لگی۔ اور ایسی بے سدھ ہوئی کہ خط لینا بھول گئی۔ بازیگر نے بے صبری کا اشارہ کیا تو ذرا سنبھلی۔ اور پیچھے مڑ کر نشست گاہ کی طرف دیکھا۔ اس جگہ بڈھا بیرونٹ اور مسز آکسنڈن سرگرمی سے محو گفتگو تھے۔ بازیگروں کی طرف کسی کا خیال نہ تھا۔ لارا نے جھک کر رقعہ لے لیا جس کے ایک لمحہ بعد وہ بدستور اپنے کرتب دکھاتا پھر ساتھیوں سے جا ملا۔ اور اس سہل کامیابی کی خوشی میں بیساکھی سے غریب ریگڈ ٹیک کی پیٹھ پر اس زور کا ٹھوکا دیا کہ تنہائی سے بے اختیار اس طرح کی آواز نکلی جیسی کسی درندہ کے چیخنے یا غرانے سے پیدا ہوتی ہے

لارا نے رقعہ لیکر فوراً جیب میں رکھ لیا۔ اور گو ایک ثانیہ کے عرصہ میں اس کا سارا حزن و

ملال مسرت و اہتزاز میں بدل گیا تھا۔ تاہم اس نے پوری کوشش سے جذبات کو چھپایا۔ اتنے میں مسز آکسنڈن بھی باہر آگئی۔ اور وہ کہنے لگی: "لارا بہن کیا طبیعت بہلی؟"

"ہاں کچھ کچھ" بیگم سن حسینہ نے بدقت اپنے جذبات چھپاتے ہوئے کہا۔ "ان لوگوں کے کرتب امید سے زیادہ دلکش ثابت ہوئے۔"

"مجھے یہ سن کر بہت اطمینان ہوا" مسز آکسنڈن نے کہا۔ "کہو تو کل ان لوگوں کو پھر بلا لیا جائے؟"

لارا کے منہ سے بے اختیار نعرہ مسرت نکلا چاہتا تھا۔ مگر سنبھل گئی۔ اور یہ سوچ کر کہ اس معاملہ میں غیر معمولی دلچسپی کے اظہار سے شک کا امکان ہے۔ خاموش رہی۔ اس کی بہن نے بازی گروں کے سرگروہ کو جو وہی تھا جس کی معرفت ہیورلے نے لارا کو خط بھیجا تھا۔ اپنی طرف بلایا اور کہنے لگی۔

"کیا تم لوگ چند دن اور ان نواحات میں ٹھہرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"ہاں میم" بازیگر نے بھولے پن سے جواب دیا "چنانچہ کل ہمیں کنٹربری کے لاٹ پادری صاحب کو کرتب دکھانے ہیں۔ اور سنا ہے اس موقعہ پر قرب و جوار کے بہت امرا و شرفا جمع ہونگے لیکن آپ حکم دیں تو کل پھر حاضر ہو جائیں گے۔ کیونکہ آپ کو ناراض کرنا ہمیں بالکل منظور نہیں خواہ دنیا کے سارے لاٹ پادری کیوں نہ بگڑ جائیں۔"

"اس صورت میں" مسز آکسنڈن نے مسکراتے ہوئے کہا "کل اسی وقت پھر آجانا۔ تم لوگوں کا خرچ میں ابھی ادا کر دیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے چاندی کے سکوں کی ایک ادھی بازیگر کے ہاتھ میں دیدی۔ اور سب لوگ ہیرن ریگیڈ بیک سمیت وہاں سے رخصت ہوئے۔ شہر میں جا کر اس بازیگر نے جس کے پاس ہیورلے کا خط تھا۔ تماشہ کی وردی اتار دی۔ اور سادہ لباس پہن کر رائل ہوٹل کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں ایڈگر ہیورلے اور کریجن بے چینی سے اس کے منتظر تھے۔ ان سے اس نے سب حال بیان کیا۔ اور یہ خوشخبری بھی سنائی۔ کہ کل ہمیں پھر بلایا گیا ہے۔

ایڈگر ہیورلے کا دل جوش مسرت سے بلیوں اچھل رہا تھا۔ اور اس امداد کے لئے وہ بار بار کریجن کا شکریہ ادا کرتا تھا۔ بازیگر کو معقول انعام دیا گیا۔ اور وہ اس بات کا وعدہ کر کے رخصت ہوا کہ خواہ کچھ ہو۔ کل ہم ضرور ضرور پہنچ جائینگے۔ ہیورلے دن بھر اس خیال سے ہوٹل میں ہی رہا کہ ایسا نہ ہو ہیرونٹ یا مسز آکسنڈن کسی کام کے لئے رامسگیٹ آئیں تو ان سے اتفاقی ملاقات ہو

جائے۔ کرسیجن بھی دن بھر اس کے پاس رہا۔ صرف ایک دو بار چہل قدمی کے لئے باہر نکلا۔ مگر سرجان سٹیوارڈ یا مسز آکسنڈن کسی سے میل نہیں ہوا۔ دونوں دوستوں نے شام کو ملکر کھانا کھایا۔ اور اس کے بعد کل کے واقعات کا بے تابی سے انتظار کرنے لگے۔ گو اس بیتابی میں امید کا عنصر غالب تھا

باب ۔ ۷

خطرناک مشورے

رات کے ساڑھے نو بجے لارا دردِ سر کا بہانہ کر کے اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ اس کا ارادہ اپنی خوابگاہ میں جا کر ایڈگر بیوریلے کے خط کا جواب لکھنے کا تھا۔ اور کمرہ خواب چونکہ مسز آکسنڈن کی خوابگاہ کے پچھلی طرف واقع تھا۔ کیونکہ واقعہ میں وہ شب و روز اسی کی حراست میں رہتی تھی۔ اس لئے خط لکھنے کا اس سے بہتر موقع نہ مل سکتا تھا۔ آدھی رات کو مسز آکسنڈن لارا کا لیمپ روشن دیکھتی تو ضرور وجہ پوچھتی۔ پس سونے سے پہلے اس کام سے فارغ ہونا ضروری تھا۔ لارا پہلے اپنے دلدار کے مکتوب کو کئی بار پڑھ چکی تھی۔ اور اس کے مضمون نے یاس کو امید اور پریشانی کو اطمینان میں بدل دیا تھا ان اثرات کو وہ اپنے چہرہ پر ظاہر کرنا نہ چاہتی تھی۔ مگر خوشی کا احساس ہر حال میں اتنا زبردست ہوتا ہے کہ کتنا بھی دباؤ چھپ نہیں سکتا۔

کمرہ میں جا کر لارا نے اس خادمہ کو جو لباس شب خوابی بدلوانے ساتھ آئی تھی۔ جلدی رخصت کر دیا۔ اور اس کے بعد ایڈگر کے نامہ شوق کا جواب لکھنے کو تیار ہو رہی تھی کہ باہر والے کمرہ کا دروازہ کھلا۔ اور وہ اپنے اضطراب کو چھپانے نہ پائی تھی کہ مسز آکسنڈن داخل ہوئی۔ ضمناً یہ امر قابل ذکر ہے کہ اپنی طبعی معصومیت اور فطری پاکیزگی کی وجہ سے لارا کو بڑی بہن کے دور معصیت کا قطعاً علم نہ تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ کہ عرصہ دراز تک وہ مختلف آدمیوں کی داشتہ رہی ہے جن میں سرجان سٹیوارڈ بھی شامل ہے۔

کمرہ میں آ کر مسز آکسنڈن نے چھوٹی بہن کو مادرانہ شفقت سے گلے لگایا۔ پھر انداز خلوص سے کہنے لگی "پیاری لارا۔ سچ جانو۔ تمہیں خوش دیکھ کر آج میری اپنی طبیعت بہت بشاش ہے۔ میں دیکھتی ہوں۔ آج تم پہلے کی طرح اداس یا افسردہ نہیں ہو۔ شاید تمہیں شکایت ہو کہ مختلف اوقات میں میں نے بے جا سختی کا سلوک کیا ہے۔ مگر واقعہ میں میری کوشش ہمیشہ تمہاری بہتری کیلئے

رہی ہے۔ سچ جانو چھوٹی بہن کی حیثیت سے تم مجھے اپنی بیٹی کی طرح عزیز ہو۔"

لارا کچھ جواب نہ دے سکی۔ الفاظ صریحاً بعید از صداقت تھے۔ مگر اپنی طبعی فیاضی سے اُسے بہن کی نیت پر شک کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسز آکسٹن نے کہا "لارا مجھے یقین ہے تم ایک سمجھدار لڑکی کی طرح وہی فیصلہ کرو گی جو دوراندیشی کے مطابق ہو۔ میں سمجھتی تھی تم مجھے اپنا بہی خواہ جانتی ہو۔ مگر صبح جو گفتگو ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا تمہارا خیال اس کے برعکس ہے۔ اس وقت بے صبری میں میرے منہ سے بھی کچھ سخت لفظ نکل گئے۔ اور میں نے اس خیال سے تم کو ملامت بھی کی۔ کہ مجھے بار بار ایک ہی بات دہرانے پر مجبور کر رہی ہو۔ مگر جو کچھ ہوا اس پر مجھے دلی افسوس ہے۔ اس وقت کے بعد میں کئی بار اس واقعہ پر افسوس کر چکی ہوں۔ سوچتی تھی جیسے ہی موقعہ ملا۔ اس غلط فہمی کو دفع کرنے کی کوشش کروں گی . . ."

لارا نے اپنی خوشنما نیلی آنکھیں بہن کے چہرہ پر جما کر نظر تجسس سے دیکھا۔ شاید وہ اس کی روح تک پہنچ کر یہ جاننا چاہتی تھی کہ اس کے الفاظ کس حد تک صحیح ہیں۔ اس پاک نظر میں ایسی طاقت سحر تھی کہ زمانہ شناس مسز آکسٹن بھی تاب مقابلہ نہ لا کر کانپ گئی۔

مگر فوراً لارا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے انداز محبت سے دباتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

"لارا بہن۔ تم سے بڑھ کر مجھے کوئی عزیز نہیں۔ میری عین خواہش ہے کہ تم پھلو پھولو اور سکھ کی زندگی گذارو۔ کچھ باتیں ہیں۔ جنہیں تمہارے فائدہ کے لئے میں کئی بار واضح کر چکی ہوں۔ اور اب محض اسی لئے پھر ان کا ذکر کرتی ہوں۔ کہ شاید اپنی موجودہ بشاشت میں تمہیں ان سے صحیح فیصلہ تک پہنچنے میں مدد مل جائے۔ تم سے پوشیدہ نہیں کہ مسٹر آکسٹن کے مالی وسائل محدود ہیں۔ انہیں سرکار سے وظیفہ ملتا ہے۔ مگر یہ آمدنی ان کی زندگی تک ہے۔ پس مرگ ہمارا اس پر کوئی حق نہ ہوگا۔ اس صورت میں ان کے انتقال پر میری مالی حالت جیسی کچھ ہوگی۔ اسے تم سمجھ ہی سکتی ہو۔ لے دے کر ساری جتھا ان کے بیمہ جان کی رقم یا وہ روپیہ ہے جو میں نے مختلف اوقات میں بچایا۔ اس حقیر رقم کی ماہوار آمدنی کیا ہوگی۔ اور اس میں کیونکر گذر ممکن ہے۔ یہ باتیں تم آپ سمجھ سکتی ہو۔ آج تک میں نے تمہیں ہر آسائش مہیا کی ہے۔ مانا کہ امیرانہ معیار زندگی قائم نہیں رکھ سکی۔ پھر بھی کم از کم تمہیں تکلیف کی حالت میں نہیں رکھا۔ آئندہ بھی خواہش ہے کہ راحت و آرام کی زندگی بسر کرو۔ جس محبت سے میں نے آج تک تمہاری غور و پرداخت کی ہے۔ اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے تمہارا فرض ہے کہ ہر بات میں میرے

کہنے پر عمل کرو۔ لیکن سوال کو اس پہلو سے نہ بھی دیکھا جائے۔ تو ظاہر ہے کہ اب تم خدا کے فضل سے جوان اور اس قابل ہو کہ شادی کی فکر کرو۔ خدانخواستہ مسٹر آکسٹن کا تمہاری شادی سے پہلے انتقال ہو گیا۔ تو بتاؤ وہ قلیل آمدنی جو اس کے بعد میرے حصہ آئے گی کے دن کے لیے ہم دو کی کفیل ہو سکے گی؟ مجبوراً راحت و آرام کو خیرباد کہہ کر افلاس و نکبت کی زندگی بسر کرنی پڑے گی قدرتی طور پر بلند طبقہ میں نشست و برخاست موقوف ہو جائے گی۔ بتاؤ اس صورت میں تمہارے لیے شادی کا امکان کیا رہ جائے گا۔۔۔؟"

نازنین کے چہرہ پر غصہ کی سرخی چھا گئی۔ مگر اس نے ضبط سے کام لیکر قطع کلام کرتے ہوئے کہا "آیا تم جانتی ہو۔ میں اپنا دل ایک اور شخص کو دے چکی ہوں۔ اس حالت میں یہ مشورے میرے لئے رنج کے سوا اور کیا اثر رکھتے ہیں؟ افسوس تمہارے نزدیک شادی ایک عام دنیاوی سودے کا نام ہے۔۔۔"

"اور کیا شادی ایک دنیاوی سودا نہیں تو کیا ہے؟" مسز آکسٹن نے پرجوش لہجہ میں کہا۔ کیونکہ اب پھر اسے مرعوب کرنیکی کوشش کر رہی تھی۔ "میں سمجھ گئی۔ تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے۔ شاید ایڈگر ہوورے کا ذکر کرتی ہو۔ مگر کیا میں پہلے نہیں کہہ چکی۔ کہ ایک کھوئی ہوئی دستاویز کے اتفاقاً مل جانے سے بعض ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں کہ اب سرجان سٹیوارڈ کے لیے یہ لازم نہیں کہ اپنے بھتیجے کو ہی جائداد کا وارث قرار دیں۔ اب انہیں اختیار ہے کہ جس کے نام چاہیں ساری جائداد چھوڑ جائیں۔ میں یہ بھی کہہ چکی ہوں۔ کہ ان کا وکیل اس دستاویز کی لکھا پڑھی کرنے ایک دو روز میں آیا چاہتا ہے۔ غالباً پرسوں نئی تحریر تیار کر کے لے آئیگا۔ جس میں عہدنامہ شادی کی تفصیل ہوگی۔ اور ساتھ ہی۔" یہ الفاظ مسز آکسٹن نے موثر لہجہ میں کہے۔ "ساتھ ہی یہ بھی مذکور ہوگا کہ سرجان کے انتقال پر جائداد کا بڑا حصہ تمہارے نام منتقل ہو جائے گا۔ صرف ایک چھوٹی سی رقم جو انہوں نے مہربانی سے میرے نام وقف کر دی ہے مجھ کو ملے گی۔ مگر امید کامل ہے کہ تمہیں اس پر کچھ اعتراض نہ ہوگا۔"

"آیا تم نہیں جانتی ہو۔ اس طرح کے الفاظ میرے لئے کتنے رنجیدہ ہیں۔" لارا نے نمایاں طور پر کانپتے ہوئے کہا۔ "تم زندگی اور موت کے معاملات کا اس طرح ذکر کرتی ہو۔۔!"

وہ فقرہ کو نامکمل ہی چھوڑ کر رک گئی۔ کیونکہ خیال آیا بہن سے اس سوال پر بحث کرنا نامناسب اور بے سود ہے۔ اپنے دل میں وہ اس بات کا عہد مصمم کر چکی تھی۔ کہ خواہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے میں سرجان سٹیوارڈ سے شادی نہ کرونگی۔ اس عہد کی تقویت دلدار کے اس نامہ شوق سے ہو رہی تھی

جو سینہ کے ساتھ لگا ہوا تھا۔

مسز آکنڈن نہیں سمجھی لارا کے دل میں کیا گذر رہا ہے۔ کہنے لگی "عزیز بہن میں دیکھتی ہوں تم اپنے جذبات کو دبانے کی زبردست کوشش کرتی ہو۔ پھر بھی بے قابو سے نکل جاتے ہیں۔ تو کچھ کہتے کہتے رک جاتی ہو۔ بہرحال امید ہے میری نصیحت بیکار نہ ہوگی۔ اسی خیال سے میں ان دلیلوں کا ایک بار پھر اعادہ کرتی ہوں۔ جو پیشتر بیان کی گئی تھیں تمہیں معلوم ہے کہ سرجان سٹیوارڈ نے مجھے اس لئے برائٹن سے یہاں بلایا تھا۔ کہ وہ مجھ سے ایک نہایت ضروری معاملہ پر گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ میں یہاں آئی۔ تو انہوں نے بتایا۔ کہ میرا بھتیجا ایڈگر بہت نافرمانبردار ثابت ہوا ہے۔۔۔"

"آپا خدا کے لئے ان کی مذمت میرے سامنے نہ کرو۔" لارا نے اپنے منہ پر دلدار کی برائی سن کر ضبط کو ہاتھ سے دیتے ہوئے کہا۔

"سنو لارا! یہی بات ہر حال ہو کہنی ہی پڑتی ہے۔" مسز آکنڈن نے جواب دیا۔ "مگر تمہاری دلجوئی کے لئے میں اس کا ذکر جہاں تک ممکن ہے۔ نرم لفظوں میں کرونگی۔ چنانچہ اس بات سے قطع نظر کہ سرجان سٹیوارڈ کو ایڈگر سے کس قدر رنج ہے۔ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کہ جس دستاویز کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس کے ملنے پر انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ بھتیجے کو عاق کر کے تقسیم جائداد کی وصیت جس طرح ان کی مرضی ہوگی کریں گے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے انتقال پر بیرونٹ کا خطاب ایڈگر کو مل جائے۔ مگر دولت کے بغیر خطاب کیا ہے؟ کچھ نہیں۔ یا اگر کچھ ہے تو محض ایک بوجھ۔ محروم الارث ہونے کے بعد ایڈگر بیورنے کی صحیح حیثیت کیا ہوگی؟ صرف فوج کی لفٹنٹی۔ اور اس کی تنخواہ اس کی ساری جائداد۔ بتاؤ اس حالت میں تم اس کی ہو کر رہوگی یا اس امیر کبیر کی جس کے ہاں مال و دولت کی کمی نہیں۔ اور جس کا کل سرمایہ بالآخر تمہیں کو ملیگا۔"

بہن کے منہ سے ان افسوسناک مالی تخمینوں کا حال سن کر لارا پھر کچھ اعتراض کیا چاہتی تھی۔ مگر اس خیال سے رک گئی۔ کہ میری حجتیں بے سود ہیں۔ میں کچھ بھی کہوں فائدہ تو ہوگا نہیں البتہ اس کا اندیشہ ضرور ہے کہ شاید اس کے دل میں کسی طرح کا شک پیدا ہو جائے۔

مسز آکنڈن ہر چند بڑی عیار اور جہاندیدہ عورت تھی۔ مگر اس وقت بہن کے خیالات جاننے سے قاصر رہی۔ اس نے یہی سمجھا۔ کہ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں۔ اس کا لارا کے دل پر مفید اثر ہو رہا ہے۔ پس سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہنے لگی "اب تک ایڈگر کو اس دستاویز کے ملنے کا علم نہیں۔ وہ یہی سمجھتا ہے کہ میں سرجان کی جائداد کا وارث ہوں یہی بات اس نے برائٹن

میں مجھ سے کہی تھی۔ اور یہ بھی بیان کیا تھا۔ کہ سرجان کو اپنی جائداد میرے سوا کسی پر منتقل کرنے کا حق نہیں۔ مگر اب بہت جلد اسے اپنی غلطی معلوم ہو جائے گی۔ سرجان سردست قصداً خاموش ہیں۔ کیونکہ وہ چاہتے ہیں بات تبھی ظاہر ہو۔ جب سارا انتظام مکمل ہو جائے۔ جن نہیں جانتی اس سے بڑھ کر کیا سمجھاؤں میں نے سارے حالات پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیے۔ خلاصہ یہ کہ تمہارے ایک طرف خطاب و دولت ہے۔ اور دوسری طرف افلاس و نکبت۔ انجان آدمی بھی آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہے کہ دو میں سے کونسی چیز پسند کرنی چاہیئے۔ اس کے علاوہ جس پیار و محبت سے میں نے تمہیں پالا ہے۔ اسکی وجہ سے بھی تمہارا فرض ہے۔ کہ میرے کہنے پر عمل کر کے سرجان سٹیوارڈ سے شادی کر لو۔ کہ آئندہ مجھے تمہاری نسبت فکر نہ رہے۔"

"بس آپا بس!" لارا نے بے صبری سے کہا "میں ہاری تم جیتیں۔ تمہاری دلیلوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔"

ان الفاظ کا مطلب جو کچھ تھا وہ ظاہر ہے۔ مگر بیوقوف مسز آکسنڈن نے سمجھا کہ میری تقریر کارگر ہوئی۔ اور لارا نے میرا مشورہ قبول کر لیا۔ اس غیر متوقع کامیابی پر اسے اتنی خوشی ہوئی۔ کہ بمشکل کلمۂ مسرت کو ضبط کر سکی۔ لارا کو گود میں لے کر پیار کیا۔ اور اسکی فرمانبرداری سے خوش خوش یہ کہہ کر رخصت ہوئی۔ کہ دیکھو ابھی مت سونا۔ سرجان بیٹھک میں تمہارے منتظر ہیں۔ گھڑی دو گھڑی کو ضرور ملنے آنا۔"

تنہا رہ جانے پر لارا تھوڑی دیر یہ سوچکر روتی رہی کہ آج اپنی عمر میں پہلی مرتبہ مجھے فریب و ریا سے کام لینا پڑا۔ اور میں اس کے دل میں یہ غلط خیال پیدا کرنے کا موجب بنی۔ کہ سرجان سے شادی کر لوں گی۔ وہ بہت نیک اور سچی لڑکی تھی۔ اس لئے تھوڑی دیر یہ خیال باعث اضطراب ہوا۔ مگر اس نے جلدی ہی یہ کہکر دل کو تسلی دی کہ مکر و فریب گو بذاتہ معیوب ہیں۔ مگر ایسے حالات میں شاید وہ بھی قابل معافی ہوں گے۔ مجبوری کے وقت کونسا کام ہے۔ جو انسان کو نہیں کرنا پڑتا پس جلدی ہی آنسو پونچھ کر وہ ایڈگر یورسے کے خط کا جواب لکھنے بیٹھ گئی۔

اس اثنا میں مسز آکسنڈن کمرۂ نشست میں واپس چلی گئی تھی۔ جہاں سالخوردہ بیرونٹ صوفے پر نیم دراز ی کی حالت میں قیمتی شراب کا گلاس ہاتھ میں لئے اسے قطرہ قطرہ پی رہا تھا اس کے پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھ کر مسز آکسنڈن نے ناقابل ضبط مسرت کے لہجہ میں کہا "لیجئے آپ کی فتح پوری ہوئی۔ لارا مان گئی۔ اب جیسا میں نے وعدہ کیا تھا۔ وہ آپ سے شادی کرنے

کو تیار ہے۔"

"میں تو کل ہی پادری صاحب کو بلا کر رسم ادا کر دی جائے" مرجان نے جلدی سے کہا اس کے بعد پراٹسٹنٹ مذہب کی رسم لندن پہنچکر ادا کر دی جائے گی۔ میرے خیال میں یہی انتظام سوچا گیا تھا۔"

"بے شک ابتدائی فیصلہ یہی تھا۔ مگر اب میرے خیال میں یہ ناقابل عمل ہے۔" مسز آکنڈن نے جواب دیا۔ "آپ کو یاد ہوگا کیتھولک پادری نے اس وقت تک نکاح پڑھانے سے انکار کیا تھا۔ حبیبہ تک لارا دل سے رضامندی ظاہر نہ کرے۔ اب وہ رضامند تو ہوگئی ہے۔ مگر ابھی کل کا دن اس پر غور کرے گی۔ میں اس کی طبیعت خوب سمجھتی ہوں۔ وہ کوئی کام جلدی میں نہیں کیا کرتی۔ البتہ پرسوں۔۔۔"

"میں سمجھا۔" مرجان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "بجز اس کے معنوں میں زر پرست عورت ہو۔ اس التوا سے تمہارا اصلی مدعا فقط یہ ہے کہ ہر قسم کی لکھا پڑھی شادی سے پہلے ہو جائے۔ مگر اتنا تو سوچو کیا میں اپنے کئے ہوئے وعدوں سے پھر جاؤں گا؟ کیا مجھے اس لڑکے کو عاق کرنے میں تامل ہوگا جس سے مجھے نہ کبھی محبت تھی اور نہ ہے۔ بلکہ جب سے میں اس سے سخت نفرت کرتا ہوں کہ وہ بھی اپنے باپ کی طرح پورا خود سر ہے۔ تم سے بھی دس ہزار پونڈ کا جو وعدہ ہوا تھا وہ پکا ہے۔ اور کبھی ممکن نہیں کہ میں اس سے پھر جاؤں۔"

مسز آکنڈن کے خوشنما چہرہ پر شرم کی سرخی پھیل گئی۔ جلدی سے کہنے لگی۔ "مرجان۔ ایسی بھی کیا صاف گوئی! آپ نے تو بدگمانی کی حد کر دی۔"

"بدگمانی! ہا! ہا! ہا!" بڈھے بیرونٹ نے بے حد قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں جانتا۔ اس میں بدگمانی کہاں ہے۔ ہاں صاف گوئی میں شک نہیں۔ اور میرے خیال میں ایسے موقعوں پر اس کا ہرج بھی کچھ نہیں۔ اس کے علاوہ میں تمہارے مزاج سے واقف ہوں اور تم میری عادات سے آشنا۔ پس ہمارے درمیان تکلف کیوں ہو؟"

"خیر آپ جانیں۔" مسز آکنڈن نے بڈھے اوباش کو خوش کرنے کے لئے قصداً نرم ہو کر کہا۔ "جس طرح جی میں آئے سمجھئے۔"

"میں جو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ہے۔" بیرونٹ نے جلدی سے کہا۔ "کوئی یہ نہ سمجھے اس نے اپنی ہوشیاری سے مجھے بیوقوف بنایا۔ یا اپنی ہوشیاری سے مجھے دام فریب میں پھانسا۔"

سر جان۔ سر جان" مسز آکسٹن نے اس خیال سے گھبرا کر کہا کہ ایسا نہ ہو بات بن کر بگڑ جائے "حیرت ہے آپ اس پیرایہ میں گفتگو کر رہے ہیں۔ مجھے آپ سے اس بیدردی کی امید نہ تھی۔۔۔"

"میں کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتا" بیرونٹ نے جو اس عیار عورت کے زیر اثر ہوتے ہوئے دل کو بھی سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن مجھے اس کی مطلق پروا نہیں۔ قطع کلام کر کے کہا "پھر بھی اب کہ معاملات تکمیل کو پہنچ گئے۔ مناسب ہے کہ ہم ایک دوسرے کے عندیہ کو اچھی طرح سمجھ لیں خلاصہ یہ ہے کہ تم نے اور میرے بھتیجے ایڈگر نے ایک ساتھ میرے نام خط لکھے کہ اس کو تمہاری بہن للارا سے عشق ہو گیا ہے۔ میں نے اطلاع پاتے ہی تمہیں یہاں بلایا۔ کہ آ کر سب حال زبانی بیان کرو۔ شاید بے تکلفی کے خیال سے میں اس معاملہ پر ردوقدح و بحث کرنا چاہتا تھا۔ خیر تم آئیں۔ تو میں نے ذکر کیا کہ ایک پرانی دستاویز کی بنا پر جو اتفاقاً مل گئی ہے۔ میں نے اپنے بھتیجے کو عاق کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اس خیال سے کہ شاید اس آخری عمر میں ریاست کا وارث پیدا ہو جائے۔ میں خود شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس پر تم نے اپنی بہن کے حسن کی تعریف شروع کی۔ اور اس کے جمال و تعریف کا وہ سماں باندھا۔ کہ میری بوسیدہ رگوں میں بھی خون جوش مارنے لگا۔۔۔"

"ہاں پر یہ باتیں ہم دونوں کو اچھی طرح معلوم ہیں ان کے دوہرانے سے فائدہ؟" مسز آکسٹن نے بیتابی سے کہا۔

"فائدہ یہ کہ سودے کی تفصیل واضح ہو جائے گی۔" سر جان نے تلخ لہجہ میں کہا "جیسا میں کہہ رہا تھا۔ تمہاری بہن کے حسن و جمال کی تعریف سن کر میرے خون نے تیز گردش شروع کی۔ اور ایسا معلوم ہونے لگا۔ کہ میرا عہد شباب پھر تازہ ہو گیا ہے۔۔۔۔ ٹھیرو مجھے روکو نہیں۔۔۔ اس پر میں نے کہا کہ اگر تمہاری بہن اس سے نصف خوبصورت بھی ہو۔ جیسا تم اسے ظاہر کرتی ہو۔ تو میں بصد شوق اس سے شادی کر لوں گا۔ مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ گو تمہیں لفظی تصویر کھینچنے میں کمال حاصل ہے اور للارا کے جمال جہاں آرا کی تعریف میں تم نے خوب ہی شاعرانہ بلند پروازی سے کام لیا تھا۔ بہرحال تمہارا وہ بیان مبالغہ آمیز ثابت نہیں ہوا۔۔۔"

"شکر ہے۔ اتنا تو آپ تسلیم کرتے ہیں" مسز آکسٹن نے جلدی سے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ مجھے سچی بات ماننے میں کبھی عذر نہیں" سر جان نے کہا "اس کے باوجود کہنا پڑتا ہے کہ ایک اور پہلو سے تم نے مجھے دھوکا بھی دیا۔۔"

"دھوکا! آپ کو؟" مسز آکسٹن نے چونک کر پوچھا۔۔

"ہاں مجھے" بیروئٹ نے جواب دیا۔ "بہرحال میرا خیال ہے کہ تم نے قصداً ایسا نہیں کیا۔ تمہارے اس وقت کے بیان سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ تمہاری بہن چنچل، شوخ اور متکبر نہیں ہے کم از کم اس کا تم نے مجھے یقین دلایا تھا۔ کہ اگر اس کی دلجوئی کی گئی تو بہت جلد نرم ہو جائیگی"

"مگر سر جان" مسز آکسٹن نے جلدی سے کہا۔ "اتنا تو آپ بھی جانتے ہوں گے کہ ایک کم سن دوشیزہ بار اول ایسے آدمی سے مل کر . . ."

"میں تمہارا مطلب سمجھا" بیروئٹ نے قطع کلام کر کے کہا۔ "مگر کیا یہ تمہارا فرض نہ تھا۔ کہ براؤٹن سے راسگیٹ تک آتے ہوئے آہستہ آہستہ لارا کو سب حال سے واقف کر دیا جاتا یعنی اس سے کہہ دیا ہوتا کہ آئندہ تمہیں ایڈگر ہیورلے کو بھول جانا چاہیئے۔ کیونکہ تمہاری شادی یقینی طور پر . . ."

"لیکن حضرت یہ سب کچھ تو میں نے رستہ میں اس سے کہہ دیا تھا" مسز آکسٹن نے جواب دیا۔ "ورگو میں کچھ زیادہ سریع الحس عورت نہیں ہوں۔ پھر بھی اتنا کہہ سکتی ہوں۔ کہ میرے لئے اس کام کو دوبارہ کرنا قطعاً غیر ممکن ہے۔"

. . . "چلو میں تمہاری کوششوں کا بھی قائل ہوگیا" سر جان نے کہا۔ "مگر اسے تو تم بھی مانو گی۔ کہ جب تمہاری بہن سے میری پہلی ملاقات ہوئی۔ تو اس کے دل پر اچھا اثر نہیں ہوا۔ پہلے وہ میری طرف اس طرح حیرت سے دیکھنے لگی گویا میں انسان نہیں بھوت تھا۔ پھر جب تم نے میرا نام لیا۔ تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی . . ."

"یہ ٹھیک ہے۔ مگر آپ کو یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے کہ ہم کن حالات میں آپ کے مکان پر آئے تھے" مسز آکسٹن نے کہا۔ "گاڑی کا حادثہ کچھ کم پریشان کن نہ تھا کہ اس لباس نے جو اس وقت آپ نے پہنا ہوا تھا زیادہ وحشت پیدا کی . . ."

"تمہیں اس لباس پر اعتراض ہے تو ہو میں تو اسے اپنے لئے نہایت موزوں سمجھتا ہوں" بیروئٹ نے کہا۔ "کیونکہ اس سے جسم آرام میں رہتا ہے" اور یہ کہتے ہوئے آپ لباس کی آسائش واضح کرنے کو صوفے پر پیچھے کی طرف جھک گئے۔ کیونکہ مخفی نہ رہے اس وقت بھی آپ نے وہی لباس پہنا ہوا تھا۔ پھر سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ "خیر اس پہلی ملاقات کا ذکر بھی جانے دو اس سے تو تمہیں انکار نہ ہوگا۔ کہ جب کل صبح تم اسے بصد اصرار میرے پاس لائیں۔ تو میں نے اسے لاکھ سمجھایا منتیں بھی کیں، اور دھمکایا بھی۔ مگر اس پر مطلق اثر نہ ہوا۔ یا اگر ہوا تو یہ کہ

صورت پر اور زیادہ وحشت ظاہر ہونے لگی ۔ ۔ ۔ "

"چلو مان لیا کہ اسی طرح تھا ۔ مگر اب ان باتوں کو دہرانے سے کیا حاصل ؟" مسز آکسنڈن نے بے صبری سے کہا ۔ "یہ کیا کم ہے کہ وہ آپ سے شادی پر رضامند ہو گئی ہے ۔ ۔ ۔ "

"محض تمہاری کوششوں سے نہیں بلکہ میری حکمت عملی سے بھی ۔" سر جان نے انداز اطمینان سے کہا ۔ "نہ میں اس جیسٹر کو پہرہ دار مقرر کرتا ۔ نہ لارا مانتی ۔ میرا تملق ۔ تمہاری فہمائش ۔ جیسٹر کی سختی ۔ ان سب باتوں نے مل کر ہی اثر پیدا کیا ہے ۔ لیکن خیر جیسا تم کہتی ہو ۔ اب کہ لارا آخری رضامندی دے چکی ہے ۔ ان تفصیلات سے کچھ حاصل نہیں ۔ پھر بھی جو بات میں تم پر روشن کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو کچھ ہوا وہ میرے منشا اور ارادہ سے ہوا ہے ۔ اس میں تمہاری کوشش یا جوڑ توڑ کا دخل نہیں ۔ مجھے اپنے لئے بی بی کی ضرورت تھی ۔ تم اسے تلاش کر لائیں جس سے کورٹ شپ کا جھگڑا موقوف ہوا ۔ یہ ایک فائدہ تھا ۔ دوسرا یہ کہ لڑکی میرے حسب پسند نکلی ورنہ ممکن ہے میں انگلستان کے ایک سے دوسرے سرے تک پھر جاتا ۔ اور اس طرز کی بی بی تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہوتا ۔ یہ دو فائدے جو تمہاری بدولت مجھے حاصل ہوئے ان کے معاوضہ کا جو سمجھوتہ ہمارے درمیان ہوا تھا ۔ مجھے اس پر قائم رہنے میں کچھ عذر نہیں ۔ میں نے تمہیں دس ہزار پونڈ دینے کا وعدہ کیا تھا ۔ اور وہ ضرور ایفا ہو گا ۔ جس کے علاوہ تین ہزار سالانہ تمہاری بہن کا جیب خرچ ہو گا ۔ پھر یہ بھی میرا وعدہ ہے کہ اپنی جائداد کی وصیت اسی کے نام کر دوں گا ۔ میرا وکیل پرسوں صبح کی گاڑی میں یہاں آئے گا ۔ میں امید کرتا ہوں کہ دستاویزات کی نوشت دوپہر تک مکمل ہو جائے گی ۔ لیکن یاد رہے یہ سب کچھ میرے علم اور ارادہ سے ہو رہا ہے ۔ مت سمجھنا کہ ایک بڈھا کھوسٹ تمہارے دام میں پھنس گیا تھا ۔ تم نے اسے خوب الو بنایا ۔ ۔ "

"بخدا یہ آپ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں ۔ اپنی شان میں اپنے ہی منہ سے اس طرح کے الفاظ کا استعمال آپ کو زیب نہیں دیتا ۔" اور یہ کہتے ہوئے مسز آکسنڈن کی نگاہ اور لہجہ سے اضطراب و قلق کا مشترکہ اثر ظاہر ہونے لگا ۔

"اچھا یہ بتاؤ جب تم براسٹن سے چلیں ۔ تو ایڈگر بیورے کو تمہاری روانگی کا علم تو نہیں ہوا ؟" سر جان نے اپنی دھن میں پوچھا ۔

"قطعاً نہیں ۔" مسز آکسنڈن نے جواب دیا ۔ "میں نے سب کام بڑی احتیاط کے ساتھ کیا

تھا مگر اب اس سوال کی ضرورت کیا تھی؟ آخر آپ کو اس کی طرف سے کیا اندیشہ ہے کہ آپ پوچھتے ہیں؟ جب آپ نے اسے اپنی جائداد سے محروم کرنے کا ہی فیصلہ کر لیا۔ تو اس غریب کی مخالفت کیا اثر رکھ سکتی ہے؟ وہ تو خود آپکے رحم پر ہے۔ کیونکہ آپ جب چاہیں اس کا گذارہ بند کر سکتے ہیں۔"

"بے شک بے شک" عمر رسیدہ بیرونٹ نے تسلیم کیا "میرا اپنا بھی خیال ہے کہ ایسے بے ضرر نوجوان کی طرف سے مجھے کسی طرح کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی کہا کرتے ہیں۔ جوانوں کی محبت عجیب وغریب کام کر سکتی ہے۔ اور ایک مثل بھی ہے کہ عشق صادق محض اپنی تاثیر سے قفل کھول سکتا ہے۔"

"مگر اطمینان رکھئے۔ لارا کے کمرہ کا قفل اس آسانی سے نہ کھل سکے گا" مسز آکسنڈن نے کہا "ایک طرف وہ جیشن۔ دوسری طرف میں۔ رات بھر ہم دونوں اس کی نگراں رہتی ہیں اور دن میں ... مگر اب ان باتوں پر بحث کرنا بے سود ہے۔ جب لارا خود ہی رضامند ہو گئی۔ تو خطرہ کیسا؟ اور یہ بھی میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ جب ایک بار اس سے بات منوا لوں۔ پھر اس سے پھرنے کا موقعہ نہ دونگی ... مگر دیکھئے تو بگڑی ہوئی بات کس آسانی سے بنی ہے۔ کسے خبر تھی کہ ان بازیگروں کا تماشہ لارا کی طبیعت میں اتنا فوری انقلاب پیدا کر دے گا۔ کیونکہ سچ جانئے وہ اسی وقت سے نرم ہوئی ہے ..."

"بس تو کل پھر ان کے تماشہ کا بندوبست کر دیا جائیگا۔" بیرونٹ نے کہا "مگر اس کا پھر بھی خیال رہے کہ وہ کسی حال میں گھر سے باہر نہ جانے پائے۔ جانا بھی ہو تو مکان کے پچھلی طرف باغ میں جا سکتی ہے ..."

"اطمینان رکھئے۔ یہ سب انتظام میں اچھی طرح کرونگی۔" مسز آکسنڈن نے قطع کلام کر کے کہا۔ "لارا بہت بھولی لڑکی ہے۔ ممکن نہیں وہ مکر و فریب سے کام لیتی ہو۔ اس کی سادگی طبع کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ بچوں کی طرح بازیگروں کا تماشہ دیکھ کر ہی بہل گئی ... دیکھو تو کیسی حسین دبے ریا بی بی کی تلاش کی ہے۔ میں نے بازیگروں کو کل پھر آنے کے لئے کہہ دیا تھا۔ اور میرا خیال ہے کہ جب تک لارا کی طبیعت راست نہیں ہوتی۔ انہیں ہر روز بلا لیا کروں گی۔"

اس کے بعد اوباش رئیس اور فتنہ ساز عورت ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ مسز آکسنڈن اپنے کمرہ میں جا کر ان تجویزوں کی کامیابی پر خوش ہونے لگی جن کی بدولت اُسے دس ہزار پونڈ نقد اور سر جان کے انتقال پر ساری جائداد کی نگرانی کا حق ملا چاہتا تھا۔ اور کہن سال امیر بھی خوابگاہ

میں اس وقت کا تصور باندھنے لگا جب ایک کمسن نازنین اس کے آغوش محبت میں ہوگی۔ اور وہ اپنے آپ کو دنیا کا سب سے خوش اور خوش نصیب انسان سمجھے گا۔

باب ۳۷

فتح و شکست

اس کے دوسرے دن سہ پہر کے ۲ بجے ایڈگر ہیورلے رائل ہوٹل کے ایک کمرہ میں فکر و اضطراب کی حالت میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔ اور کرسچن ایک میز کے پاس بیٹھا ہوا گاہ بگاہ اس کی تشفی و تسکین کی کوشش کرتا تھا۔

"دو بج گئے۔" ہیورلے نے جیب سے گھڑی نکال کر کہا۔ "اب تک بازیگر کو واپس آ جانا چاہئے تھا۔"

"بے شک آ جانا چاہئے تھا۔" کرسچن نے تسلیم کیا۔ "خدا معلوم کیوں دیر ہو گئی۔"

"لیکن اگر لارا سے خط کا جواب نہ پہنچا سکی" ایڈگر ہیورلے نے جس کے دل میں صدہا شبہات پیدا ہو رہے تھے کہا۔

مرض عشق کے بیماروں میں یہ عارضہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ خود ہی اپنے دل میں کئی طرح کے وسوسے پیدا کر لیا کرتے ہیں۔ یہی حالت اس وقت ایڈگر ہیورلے کی تھی۔

مگر کرسچن ابھی کچھ جواب نہ دینے پایا تھا کہ دروازہ کھلا۔ اور وہی بازیگر جس نے انہیں بہت کچھ امداد دی تھی حاضر ہوا۔ ایڈگر نے اس کی طرف فکر و تشویش کی نظر سے دیکھا۔ مگر بازیگر کے ہاتھ میں رقعہ دیکھ کر اس کے چہرہ پر رونق آ گئی۔

"خدا کا صد ہزار شکر ہے۔" اس نے بے اختیار کہا۔ اور حرف پہچان کر خط چوما۔

"سر دست تم جاؤ۔" کرسچن نے بازیگر سے کہا۔ "مگر تھوڑی دیر کے بعد پھر واپس آنا۔ ممکن ہے کوئی اور کام لینے کی ضرورت ہو۔"

بازیگر چلا گیا تو ایڈگر ہیورلے نے لفافہ پھاڑ کر خط کا مضمون بے تابی سے پڑھنا شروع کیا۔ اس کی بشاشت سے کرسچن نے معلوم کیا کہ خط کا مضمون امید افزا ہے۔

خط پڑھ کر ہیورلے نے کرسچن کا ہاتھ بڑے جوش سے دبایا اور کہنے لگا "پیارے ایشن مبارک ہو کہ ہماری امیدیں بر آئیں۔ لو تم بھی اسے پڑھو۔"

"نہ۔ یہ ٹھیک نہیں۔" کریچن نے جواب دیا۔ "ایسی تحریریں غیروں کی نظر میں نہ آنی چاہئیں۔"

"مگر پیارے دوست تم غیر نہیں ہو۔ تم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔" ایڈگر ہیورلے نے جلدی سے کہا۔ "اس خط کو تم سے چھپانا خلاف اعتماد ہوگا۔ کیا ایسی حرکت خلوص و اخلاق سے بعید نہ سمجھی جائے گی۔۔۔؟"

"تمہارا خیال غلط ہے۔" کریچن نے قطع کلام کر کے کہا۔ "عاشقانہ خطوں کو ایک خاص تقدس حاصل ہوتا ہے جس کا احترام ہر مرد شریف پر واجب ہے۔ اس لئے مجبور نہ کرو اور خط اپنے ہی پاس رہنے دو۔ صرف اتنا کہہ دو کہ جو تجویز ہمارے پیش نظر تھی۔ اس کی تکمیل کے لئے اب کیا کرنا چاہئے۔ مجھے بہرحال تمہاری امداد سے دریغ نہ ہوگا۔"

"تم جانو۔" ہیورلے نے مجبور ہو کر کہا۔ "مگر یہ سن کر تمہیں ضرور حیرت ہوگی۔ کہ اس خط میں رنج و راحت کی خبریں عجیب طریقہ پر ملی ہوئی ہیں۔ راحت اس کی کہ لارا نے اپنے وفائے لازوال کا یقین دلاتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر تم مجھے اس حراست سے بچا لو تو جہاں چاہو میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں اور رنج اس کا کہ آئندہ میری حیثیت محض ایک غریب فوجی لفٹنٹ کی ہوگی۔ جس کا تمام تر اثاثہ محض اسکی تنخواہ ہوتی ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔" کریچن نے کہا۔ "موجودہ صورت معاملات یہ ہے کہ اگر تم مس ہال کو حراست سے نکال کر بھگا لے جاؤ۔۔۔ کیوں مگر مس ہال کا نام ہی تم نے اپنی سرگذشت میں مس نیول ظاہر کیا تھا۔۔۔؟"

"ہاں اس کا پورا نام لارا نیول ہال ہے۔" ایڈگر نے جواب دیا۔

"خیر تو جیسا میں کہہ رہا تھا۔ اگر تم اسے ساتھ لے کر فرار ہو جاؤ۔ تو غالباً وہ وظیفہ جو تمہیں اپنے تایا سے ملا کرتا ہے۔ بند ہو جائے گا۔ مگر یہ کچھ ایسی رنجدہ خبر نہیں۔ کیونکہ بڈھا امیر تمہیں محروم الارث تو بہرحال نہیں کر سکتا۔ جب اس کے اولاد نرینہ نہیں ہے۔ تو اس کے انتقال پر جائز وارث تمہیں ہو سکتے ہو۔"

"افسوس کہ ایسا نہیں ہے۔" ہیورلے نے تلخی سے کہا۔ "اس خط سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ایک ایسی دستاویز سے جو بعض دقیانوسی کاغذوں کی مسل سے برآمد ہوئی ہے۔ سر جان سٹیوارڈ کو اس بات کا حق حاصل ہو گیا ہے۔ کہ وہ اپنی جائداد میرے نام چھوڑے یا نہ چھوڑے۔ مگر اس کی بھی مجھے پروا نہیں ہے۔ جب لارا میرے پاس آگئی۔ پھر فنا اس امی متمول ہو جائے گا۔ سے نے ٹنگ دنیا دی ہوئی

میں ہم لوگ غریب ہوں گے۔ مگر ہمارے دل عشق کی دولت سے معمور ہوں گے۔ پیارے ایشٹن تم نہیں جانتے مجھے اس وقت کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ میری امیدیں کتنی بڑھی ہوئی ہیں مجھے مشکلات کی ذرا بھی پروا نہیں۔ پیارے دوست بچ جاؤ۔ میں زندگی بھر تمہارا ممنون اور شکر گذار رہوں گا۔"

"یہ تمہاری عنایت ہے۔" کرسچن نے جواب دیا۔ "مگر اب یہ بتاؤ کہ تمہارا کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے شبہات ٹھیک تھے۔" ہیورے نے بیان کیا۔ "واقعی بڈھا جان سٹینڈاڈ لارا کو شادی پر مجبور کر رہا ہے۔ اور اس کی بدکردار بہن۔۔۔ افسوس مجھے لارا کی اپنی بہن کے حق میں ایسے الفاظ کہنے پڑتے ہیں۔۔۔ وہ کسی وجہ سے لارا کے شباب و معصومیت کو کہن سالی اور فرسودگی کی قربان گاہ پر نثار کرنے کو تلی ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے لارا نے کسی طرح ان کو مغالطہ میں ڈال دیا ہے۔ کچھ الفاظ جو اس نے کہے تھے۔ ان کا مطلب غلط سمجھا گیا۔ اور اب وہ دونوں یعنی وہ بڈھا کھوسٹ اور اس کی زمانہ ساز بہن یہ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ ان کا کہا مان گئی ہے۔ اس کے باوجود وہ اس کی سختی سے نگرانی کر رہے ہیں۔۔۔"

"اس مشکل کو حل کیا جا سکتا ہے۔" کرسچن نے کہا۔ "آگے کہو"

"خط سے معلوم ہوا ہے کہ جس کمرہ میں لارا سوتی ہے۔ اس کے پاس دو کمرے اور ہیں۔ ایک میں جو اس کی خوابگاہ کے سامنے ہے اس کی بہن مسز آکنسڈن سوتی ہے۔ اور دوسرے میں جو اس کے پچھلی طرف واقع ہے۔ درحقیقت میں تبدیل لباس کا کمرہ ہے۔ ایک خوفناک حبشن رہتی ہے۔ جو غریب کو ہر وقت دھمکاتی اور ڈراتی رہتی ہے۔"

"مگر اس حال کے کمرہ میں کوئی کھڑکی ایسی نہیں ہے۔ جو مکان کے اگلی یا پچھلی طرف کھلتی ہو؟" کرسچن نے پوچھا۔

"ایک کھڑکی اگلی طرف موجود ہے۔" ہیورے نے جواب دیا۔ "اور اس کا حال اس خط میں ایسی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ ہمیں اس کی تلاش میں دقت نہ ہوگی۔ لارا نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں کسی بہانہ رات کے ساڑھے نو بجے ہی اپنے کمرہ میں چلی جاؤں گی۔ محافظ عورتوں میں سے حبشن دس اور مسز آکنسڈن عموماً ساڑھے دس بجے اپنے کمرہ میں جایا کرتی ہے۔ گویا ہمیں جو کچھ کرنا ہو وہ ساڑھے نو اور دس بجے کے درمیان کرنا چاہیئے۔"

"کیا مضائقہ ہے۔ ہمارے لئے آدھ گھنٹہ بہت ہے۔" کرسچن نے کہا۔

"محض آدھ گھنٹہ۔۔۔"

"یعنی پورے تیس منٹ" کرسچن نے امید افزا لہجہ میں کہا۔ "اور ہمارا کام بآسانی تیس سکنڈ میں ہوجائے گا۔ وہی بازیگر ہمارے ساتھ ہوگا۔ ایک چو اسپہ گاڑی تھوڑے فاصلہ پر تیار رہیگی اور ہم مس ہال کو گاڑی میں بٹھا کر ہوا ہوجائیں گے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ ہمیں اس کوشش میں ضرور کامیابی ہوگی۔"

بازیگر کی واپسی تک دونو دوست اپنی تجویز کو مختلف پہلوؤں سے پختہ کرنے میں مصروف رہے۔ وہ آیا۔ تو اس کو بعض ضروری ہدایات دی گئیں اور جو کام وہ کرچکا تھا اس کا معاوضہ بھی ادا کردیا گیا۔ بازیگر اس بات سے خوش کہ ایسا نفع بخش کام اس آسانی سے مل گیا۔ دعائیں دیتا رخصت ہوا۔

اب ایڈگر بیورلے کو ہر طرح مطمئن ہونا چاہیئے تھا۔ مگر نہیں عشق امید و بیم کا مذہب ہے قلب عاشق میں جس تیزی سے امید پیدا ہوتی ہے۔ اسی سرعت سے بدگمانی اس کی جگہ لینے کو آجاتی ہے۔ کیونکہ عاشق کے دل میں امید و یاس۔ اعتماد و بدگمانی یہ سب مل جل کر رہتے ہیں ان اوقات میں جب ہر طرف یاس کی بھیانک صورت نظر آتی ہو بلا کشان محبت کا دل امید کا مسکن بنا رہتا ہے۔ اور جن موقعوں پر حالات امید افزا ہوں۔ وہ شدت یاس سے گھبرانے لگتا ہے فی الاصل جذبۂ عشق کی ہر تہ میں تردید کا عنصر موجود ہے۔ مگر جس طرح بہت بڑا دریا چھوٹی چھوٹی ندیوں کو جذب کرتا ان کے پانی کو اپنی تیز دھار کے ساتھ بہائے لئے جاتا ہے۔ اسی طرح موج عشق اپنی پرجوش رفتار میں ان بیشمار مختلف و متضاد جذبات کو بھی جو اس کی تہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ بہائے جاتی ہے۔ اور وہ جذبات اختلاف و افتراق باہمی کے باوجود اس کے بہاؤ کو تیز تر بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ استعارہ کی تکمیل ملاحظہ ہو کہ موج عشق کی طرح آب دریا کبھی تنگ سیاہ چٹانوں کے بیچ میں گذرتا ہوا ان کے سایہ کی تاریکی قبول کرکے سورج کی روشنی قطعاً خارج کر دیتا ہے۔ مگر ذرا ہی آگے چل کر جب لہلہاتے ہوئے کھیتوں اور فراخ میدانوں سے گذرتا ہے تو اس کی لہریں آفتاب کی کرنوں سے ہمکنار ہوکر روشن اور ضیا ریز بن جاتی ہیں۔ اب اسی پانی میں ناہموار چٹانوں کی سیاہی کی بجائے ان خوشنما پھولوں کا سا عکس نظر آتا ہے۔ جو لب آب اگے ہوئے ہیں۔ کیا جوش عشق کی رفتار اس سے مختلف ہے؟ شاعر نے خوب کہا ہے کہ عشق کا دریا کبھی ایک رو پر نہیں بہتا۔ اور اگر قلب انسانی میں اس کے آغاز سے لے کر اس کی ترقی و تکمیل پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے۔ جب اسکی ابتدا کا مقابلہ اس انتہا سے کیا جائے۔ جب اس کی بے پایاں سطح پر مسرت

وانبساط کی کشتی جھکولے لیتی ہوئی چلتی ہے۔ تو ثابت ہوگا کہ عشق کی رفتار دنیا کے بڑے دریاؤں کی چال سے عین مشابہ ہے۔ اُن کی طرح عشق کا آغاز بھی سوتے کی باریک روپہلی دھار کی صورت میں دل کے ویرانہ میں ہوتا ہے۔ مگر اس کے بعد یہی دھار گاہ نمایاں گاہ پوشیدہ کبھی تیز کبھی ہلکی کہیں تنگ کہیں فراخ۔ کبھی پایاب کبھی عمیق۔ مگر ہر حال میں پورے استقلال کے ساتھ آگے بڑھتی جاتی ہے۔ گاہ بگاہ کوئی مشکل۔ فاصل آب کی طرح اس میں حائل ہوتی ہے۔ مگر یہ فوراً اپنے تیز بہاؤ سے اس رکاوٹ کو دُور کر کے بڑھی ہوئی سرعت رفتار کے ساتھ آگے کو چلنے لگتی ہے۔ کبھی آزاد۔ کبھی رُکی ہوئی۔ کہیں روشن کہیں تاریک۔ مگر ہمیشہ طاقتور عشق کی ندی اس وقت تک برابر بہے جاتی ہے حتے کہ اس کا رودبار انتہائی عمق و فراخی حاصل کر کے وصل محبوب کے بحر بے کراں میں جا گرتا ہے یہی وجہ ہے کہ فسانہ نویسوں اور شاعروں کو نذر طبیعت دکھلانے کے لئے عشق سے بہتر مضمون نہیں ملا۔ نہ مطربوں کو اس کے سوا کسی چیز میں سامان دلبستگی نظر آیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قلب انسانی میں اس سے اہم تر کوئی جذبہ نہیں۔ اس میں یاس و امید راحت و ادبار کے امکانات یکساں پائے جاتے ہیں کبھی یہ برکت اور کبھی لعنت ثابت ہوتا ہے۔ بہرحال یہ ایک زبردست حربہ ہے جس نے ہمیشہ دنیا کے عظیم الشان کاموں کی تکمیل میں مدد دی ہے۔ پس کوئی مصنف سلسلہ داستان کو تھوڑی دیر کے لئے ترک کر کے عشق کے عالی شان مضمون پر خامہ فرسائی کی جرأت کرے۔ اور اس کی عظمت کا حال بیان کرنے لگے تو ناظرین کو چاہئے وہ اسے قابل معافی سمجھیں۔ کیونکہ یہ وہ مبحث ہے جس پر ازل سے مضمون لکھے گئے اور ابد تک لکھے جائیں گے۔ مگر اس کی تکمیل پھر بھی نہ ہو سکے گی۔

خیر جیسا ہم نے آغاز میں لکھا تھا۔ کہ قلب عاشق میں جس تیزی سے امید پیدا ہوتی ہے۔ اسی سرعت سے یاس و بدگمانی اس کی جگہ لینے آجاتی ہے۔ یہی حالت ایڈگر ہورسلے کی تھی۔ لارا کا خط پڑھ کر پہلے دل میں امید پیدا ہوئی تھی۔ مگر جوں جوں تکمیل کار کا وقت قریب آیا تو غریب کو صدہا تفکرات اور اندیشے پیدا ہونے لگے۔ کرسچن نے جہاں تک ممکن تھا تشفی و تسکین کی کوشش کی اور سمجھایا کہ جب اس وقت تک ہماری کوششیں کارگر ہوئی ہیں تو ناممکن ہے کہ آئندہ نہ ہوں مگر ہر قسم کی تسلیاں ایڈگر کے اندیشوں کو رفع نہ کر سکیں۔ اور ہمارا خیال ہے اگر اسابیلا سے معاملہ میں ایسی حالت کرسچن کو پیش آتی۔ تو اسے بھی کچھ کم اندیشے نہ ہوتے۔ بہرحال ہمیں داستان کے اس حصہ کو طول دینا منظور نہیں۔ اس لئے مزید تفصیل کے بغیر ان واقعات کا ذکر کرتے ہیں

جو اس یادگار دن کی رات کو پیش آئے۔

نو بج کر بیس منٹ ہوئے تھے کہ ایک چار اسپہ گاڑی آہستہ چلتی ہوئی ورنر ہوس کے پاس پہنچی گھوڑوں کی رفتار اس خیال سے مدھم رکھی گئی تھی۔ کہ مکان کی چار دیواری میں کسی کو آواز سنائی نہ دے۔ گاڑی میں تین آدمی تھے۔ ایک ایڈگر ہیورسے دوسرا کرسچن ایشٹن اور تیسرا آدمی ان کا دوست بازیگر جس نے اس وقت سادہ لباس پہنا ہوا تھا۔ مکان سے قریباً ایک سو گز کے فاصلہ پر گاڑی ٹھہر گئی۔ اسے اتنا قریب لانے کی ضرورت بھی محض اس لئے سمجھی گئی۔ کہ اگر کسی نے منفروروں کا تعاقب کیا تو گاڑی میں بیٹھ کر بھاگنے میں آسانی ہوگی۔ علاوہ بریں سڑک کے اس حصہ میں درخت گنجان تھے۔ اور دو رویہ شاخوں کے مل جانے سے اتنی تاریکی تھی کہ کسی کو گاڑی کی موجودگی کا علم نہ ہو سکتا تھا۔ ہیورسے۔ ایشٹن اور بازیگر تینوں گاڑی سے اُترے مگر چابک سوار جنہیں ہر قسم کی ضروری ہدایات پہلے سے دے دی گئی تھیں۔ اور ان کے ساتھ معاوضہ بھی معقول طے ہوا تھا گھوڑوں[1] پر ہی بیٹھے رہے۔ اور تینوں آدمی بڑی احتیاط سے قدم اٹھاتے۔ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے ورنر ہوس کی طرف چلے۔ درختوں کے ایک کُنج کے پاس پہنچ کر انہوں نے ایک سیڑھی نکالی جسے کرسچن اور ایڈگر کی ہدایات کے مطابق بازیگر سرِ شام وہاں رکھ آیا تھا۔ مگر سیڑھی نکالی ہی تھی کہ یکایک رات کی تاریکی میں ایک عورت پیچھے سے ان کی طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ وہ اسی طرف سے آرہی تھی۔ جدھر گاڑی کھڑی تھی۔ اس سے شک ہوا کہ اس نے ضرور اسے دیکھا ہوگا۔ یہ بھی خیال آیا۔ کہ اگر وہ ورنر ہوس کے ملازموں میں سے کوئی ہے تو ضرور جا کر خبر کر دے گی۔ یہ سب خیالات آن واحد میں ایڈگر اور اس کے ساتھیوں کے دل میں پیدا ہوئے۔ اور وہ کچھ کہا ہی چاہتا تھا۔ کہ کرسچن بول اُٹھا۔ "ارے یہ تو جبشن ہے!"

اتنا کہتے ہی وہ دوڑ کر اسکی طرف گیا۔ اور جبشن کا بازو مضبوط پکڑ لیا۔ سیاہ فام عورت کا خوفناک چہرہ اور لباس تاریکی میں بھی نہ چھپ سکا۔ اور کرسچن نے جان لیا کہ یہ وہی عورت ہے جسے میں نے ایک مرتبہ چھوارٹے کے باغ میں دیکھا تھا۔ اور جس کا ذکر لارا نے ایڈگر ہیورسے کی چٹھی میں بھی کیا تھا۔ کرسچن نے اُسے پکڑا۔ تو عورت کے منہ سے خوف کی چیخ نکلی۔ مگر کرسچن نے

---

[1] ولائت میں اس قسم کی گاڑیاں چلانے کا عام طریقہ یہی ہے کہ گھوڑوں کو ہانکنے والے گاڑی پر بیٹھنے کی بجائے گھوڑوں پر سوار ہو جاتے ہیں۔ امید ہے اس توضیح سے کسی طرح کی غلط

اسے تسلی دی۔ پھر بھی جیش کی صورت سے انتہائی اضطراب کا اظہار ہوتا تھا۔ وہ کانپتی ہوئی بار بار کہتی تھی۔ خدا کے لئے میری جان بخشی کی جائے۔

"دیکھو اگر تم چپ رہوگی۔ تو ہم تمہیں کچھ نہ کہیں گے۔" کرسچن نے اس سے کہا۔ اور پھر بیورلے سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "تم دونو چلو۔ میں اس عورت کو اس وقت تک پکڑے رہونگا۔۔۔"

اس نے قصداً فقرہ کو نا تمام رکھا۔ مگر بیورلے نے مطلب سمجھ لیا اور بازیگر کو ساتھ لے کر مکان کی طرف رخصت ہوا۔ بازیگر نے سیڑھی کندھے پر رکھ لی۔ اور ایڈگر اس کے آگے آگے ہو لیا جیش کو اپنی حراست میں رکھنے کا فیصلہ کرسچن کی ذکاوت پر مبنی تھا۔ کیونکہ لارا کو بچانے کا فرض ایڈگر بیورلے ہی انجام دے سکتا تھا۔ اور بازیگر کی نسبت یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ جیش کی پوری حفاظت کرے گا یا نہیں۔

کرسچن نے سوچا۔ کیا عجب تنہا رہ جانے پر جیش اسے سرجان سے ایڈگر کی نسبت زیادہ معاوضہ دلانے کا وعدہ کرے اور وہ لالچ میں آکر اسے چھوڑ دے۔ پس اس عورت کو محفوظ رکھنے کا بہترین طریقہ یہی معلوم ہوا۔ کہ خود اس کی حفاظت کی جائے۔

بیورلے اور بازیگر رخصت ہو گئے۔ تو کرسچن نے جیش سے کہا "میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اگر خاموش اور بے حرکت رہوگی تو تمہیں گزند نہ پہنچایا جائے گا۔ مگر سچ پوچھو تو تمہارے ایسی سیاہ سیاہ دل عورت سے جو ایک معصوم و بے گناہ لڑکی کی قید میں حصہ لیتی رہی ہے۔ رحم کا سلوک کرنا نا واجب ہے۔"

کرسچن نے یہ الفاظ تہدیدی لہجہ میں کہے تھے۔ سیاہ فام عورت انہیں سن کر ڈر گئی۔ مگر چپ ہی اس عرصہ میں ایڈگر بیورلے بازیگر کو ساتھ لئے ورزہوس کی طرف چلتا گیا۔ عشق کی ہزار آنکھیں مشہور ہیں۔ پاس جا کر اس نے بآسانی معلوم کر لیا کہ لارا کس کمرہ میں رہتی ہوگی۔ اس شناخت میں اس وجہ سے اور مدد ملی کہ جیسے ہی یہ دونو مکان کے پاس پہنچے۔ اس کمرہ میں جس کی نسبت ایڈگر کو گمان تھا روشنی نمودار ہوئی۔ عاشق کا دل اس زور سے دھڑکنے لگا۔ کہ اس کی حرکات گنی جا سکتی تھیں۔ ورزہوس کے پاس جا کر انہوں نے یہ تحقیق کرنا ضروری سمجھا کہ اس پاس کوئی چھپا ہوا تو نہیں ہے۔ رات اندھیری تھی۔ مگر بہت دیر تک غور سے سننے کے باوجود کوئی مشتبہ آواز کانوں میں نہ آئی نہ کوئی دھندلی صورت ادھر ادھر حرکت کرتی دکھائی دی۔ ہر طرح مطمئن ہو کر بازیگر نے سیڑھی لارا کی خوابگاہ کی کھڑکی کے ساتھ لگا دی۔ اور ایڈگر نے اوپر چڑھ کر آہستہ سے کھڑکی کا شیشہ

بجایا۔ جب تک اندر سے جواب ملتا۔ ایڈگر سخت فکر و تشویش کی حالت میں رہا۔ کھڑکی کے اندر بھاری پردے لٹک رہے تھے۔ جن کی وجہ سے کمرہ کا اندرونی حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ وجہ تشویش یہ تھی۔ کہ ایسا نہ ہو لارا کسی اور کمرہ میں رہتی ہو۔ یا بالفرض یہی اس کا کمرہ ہو تو ممکن ہے اس وقت کوئی اور اسکے پاس موجود ہو۔ بے شبہ اس نے اپنے خط میں لکھا تھا۔ کہ میں اپنے کمرہ میں تنہا رہتی ہوں۔ پھر بھی کیا عجب ہے اس وقت اس کی بہن یا کوئی خادمہ اس کے پاس ہو۔

ایڈگر بیورے کی یہ تشویش بہت دیر نہیں رہی۔ آواز سن کر کسی نے کھڑکی کے پردے ہٹا دیے۔ معاً ایڈگر کو شیشہ کے اندر سے لارا کی پیاری صورت دکھائی دی۔ اس وقت اس کا دل جس زور سے دھڑکا اور سینہ میں خوشی کی جو امنگیں پیدا ہوتی تھیں۔ ان کا صحیح اندازہ ناظرین خود کر سکتے ہیں۔ پردے ہٹانے پر شمع کی روشنی میں لارا کو بھی ایڈگر کا چہرہ نظر آیا۔ اور چونکہ اسے بھی اس سے اتنی ہی محبت تھی جتنی ایڈگر کو اس سے تھی۔ اس لیے اُسے دیکھتے ہی لارا کے چہرہ پر رونق آ گئی۔ مگر اس خوشی میں بھی انہوں نے حزم و احتیاط کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ لارا نے بہت آہستہ سے کھڑکی کھولی۔ اور ایڈگر نے اس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے پیار سے بوسہ دیا۔

"آؤ۔ پیاری آؤ۔" اس نے آہستہ مگر پرجوش لہجہ میں کہا۔ "گاڑی تیار ہے۔ اب ایک لمحہ کی دیر نہ ہونی چاہیے۔"

"پیارے ایڈگر" حسین لارا نے آہستہ سے کہا۔ اور اس وقت فرطِ مسرت سے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ "تم نہیں جانتے میں نے یہاں رہ کر کیا کیا دکھ سہے ہیں۔ شکر خدا کہ اب آزادی قریب ہے۔ بہرحال" اس نے زیادہ مستقل لہجہ میں سنجیدگی سے کہا "بہرحال تمہارے احسانات کو میں عمر بھر نہ بھولوں گی۔"

اپنے دلدار کا ہاتھ گرمجوشی سے دبا کر وہ ٹوپی اور شال لینے پیچھے مڑی۔ مگر دل اس زور سے دھڑکتا۔ اور ہاتھ اس طرح کانپ رہا تھا۔ کہ معلوم ہوتا تھا مصیبت کی طرح خوشی میں بھی انسان کو بے بس بنانے کی تاثیر ہے۔ آخر چند منٹ کے عرصہ میں جو بے صبر عاشق کو صدیوں کے برابر طویل معلوم ہوا وہ لباس پہن کر تیار ہو گئی۔ اور دوبارہ کھڑکی کے پاس آئی۔ مگر اب بھی اتنی خوفزدہ اور مضطرب نظر آتی تھی۔ کہ ایڈگر نے محسوس کیا۔ وہ انتہائی حزم و احتیاط کے بغیر سیڑھی کی پہلی ہی سیڑھی سے نیچے نہ اتر سکیگی۔

کھڑکی کے چھجے پر قدم رکھ کر وہ خود بھی کمرہ میں چلا گیا۔ کہ لارا کو سہارا دے کر اترنے میں مدد دے اور ہر قدم پر اس کا ہاتھ پکڑے رکھے۔ سب تیاری مکمل ہو چکی تھی کہ عین اس وقت اگلے کمرہ کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی جسے سن کر لارا کے چہرے کی رنگت لاش کی طرح زرد ہو گئی۔ اور وہ ڈری ہوئی آواز سے کہنے لگی "اف بہن آ گئی!"

ایڈگر ہیورلے نے اس خطرہ میں بھی اوسان بحال رکھے۔ ہمت برقرار رکھ کر دوڑتا ہوا اس دروازہ تک گیا۔ جو دو کمروں میں حائل تھا۔ اور مسز آکنڈن اُسے کھولا ہی چاہتی تھی کہ اس نے اندر سے بند کر دیا۔ یہ کر کے وہ پھر لارا کے پاس چلا گیا۔

"لارا دروازہ کھولو"۔ مسز آکنڈن نے بند دروازہ کے باہر سے چلا کر کہا۔ "جلدی کرو۔ میں حکم دیتی ہوں۔"

"لارا پیاری ہمت برقرار رکھنا۔ اور خدا کے لئے اوسان نہ ہار دینا"۔ ہیورلے نے آہستہ سے اس نازنین کو کہا۔ "گھبراؤ گی تو بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔"

مگر بند دروازہ کے باہر مسز آکنڈن کی آواز جتنی تیز ہوئی۔ اسی قدر غریب لڑکی سہمی جاتی تھی بہن کی طرف سے اس کے دل میں اتنا خوف تھا کہ ایڈگر کی تسلیاں اور دلاسے بھی مفید اثر پیدا نہ کر سکے۔ پھر بھی کچھ اس کی امداد کچھ اپنی ہمت سے وہ کھڑکی کی راہ سے نکل کر زینہ پر پہنچی مگر اب دروازہ کے باہر مسز آکنڈن کی آواز آنی رک گئی تھی معلوم ہوتا ہے۔ وہ تیز چل کر واپس چلی گئی۔ گو لارا اور ایڈگر ہیورلے نے اپنے اضطراب میں اس کے پاؤں کی چاپ نہیں سنی

اب خطرۂ عظیم کا سامنا تھا۔ یوں تو ہیورلے کو لارا کی خاطر جان تک لڑا دینے سے دریغ نہ تھا۔ مگر یہ حقیقت بھی پیش نظر تھی۔ کہ سر جان کے بے شمار نوکر اس آڑے وقت میں ضرور اس کو مدد دیں گے۔ اور ان سب پر غالب آنا صریحاً غیر ممکن تھا۔ جوں توں کر کے لارا کچھ اپنے دلدار اور کچھ بازیگر کی مدد سے زینہ سے اتر آئی۔ ایڈگر بھی فوراً ہی اس کے پیچھے آ گیا۔ اور تینوں اس چواسپہ گاڑی کی طرف جو درختوں کے سایہ میں چھپی ہوئی تھی دوڑے۔ عین اس وقت درنر ہوس کا صدر دروازہ کھلا۔ اور سر جان سٹیوارڈ اور مسز آکنڈن باہر نکلے۔ اور ان کے پیچھے نوکروں کی ایک قطار برآمد ہوئی۔ دیکھتے دیکھتے تین چار آدمیوں نے ایک بغلی دروازہ سے نکل کر ترچھا چلتے ہوئے مفروروں کا رستہ روک لیا۔ اب ہیورلے نے لارا کو گود میں اٹھا لیا اور اندھا دھند گاڑی کی طرف بھاگنے لگا۔ مگر سر جان کے آدمی رستہ روکے کھڑے تھے۔ انہوں

نے فوراً اس کو پکڑ لیا۔ لارا کو تو وہیں غش آگیا۔ مگر ایڈگر کے استقلال نے اور تقویت حاصل کی لیکن اب ایک سخت مشکل یہ پیش آئی کہ اگر وہ مقابلہ کی کوشش کرتا ہے تو لارا کو چھوڑنے پر مجبور ہے۔ اور نہیں چھوڑتا تو خود بے بس ہے۔ حالت یاس میں اس نازنین کو بائیں بازو سے تھام کر دائیں سے اس نے اس زور کے مکے دکھانے شروع کئے کہ حملہ آوروں میں سے دو تو فوراً ہی فرش زمین پر گر گئے۔ اس کام میں بازیگر نے بھی بہت مدد دی اور شور و شر کی آواز سن کر کرسچن بھی امداد کو پہنچ گیا۔ ان دونوں یعنی کرسچن اور بازیگر نے جہاں تک ممکن تھا دشمن کو روک کر ایڈگر کے لئے فرار کا رستہ صاف کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے لڑائی کا سارا بوجھ اپنے اوپر لے لیا۔ اور قریب تھا کہ اپنی ہمت و استقلال سے اس کوہ وکاہ کے مقابلہ میں کامیاب ہو جاتے کہ عین دم آخر میں نوکروں میں سے ایک نے کرسچن کو اس زور کا لٹھ رسید کیا۔ کہ غریب تیورا کر فرش زمین پہ گر پڑا۔ بازیگر نے جب دیکھا کہ بازی مات ہوئی۔ تو بھاگ نکلا۔ ناچار ہیورلے اور لارا پکڑے گئے۔

"ان سب کو مکان پر لے چلو" سرجان نے کڑک کر کہا "میں ابھی اپنے مجسٹریٹی اختیارات سے ان بدمعاشوں کا چالان کرتا ہوں۔ مسز آکسنڈن تم اپنی بہن کو لے جاؤ۔"

ان احکام کی فوراً تعمیل کی گئی۔ مسز آکسنڈن جبشن کی مدد سے۔ جو کہ ہیتن کے اس طرف آنے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ بیہوش لارا کو مکان پر لے گئی۔ اور چند آدمی ایڈگر اور کرسچن دونو کو گرفتار کر کے سرجان سیٹوارڈ کے اجلاس میں لے چلے۔

باب ۴۷

تاثیر عشق

کرسچن کو چوٹ سخت آئی تھی لیکن رگوں میں جوانی کا خون تھا۔ اس لئے جلدی بحال ہو گیا۔ مگر ہوش میں آیا تو اپنے آپ کو چھ ہٹے کٹے نوجوانوں کی حراست میں پایا۔ نظر اٹھائی تو اپنے دوست ہیورلے کو بھی اسی حالت میں دیکھا۔ معلوم ہو گیا کہ مہم ناکام رہی۔ بلکہ اس سے حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ ہیورلے کے دل کی کیفیت جو کچھ تھی۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ مگر ظاہر میں اس نے متانت آمیز سکوت قائم رکھا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ دیکھنا چاہتا تھا۔ تا مجھ سے کیا سلوک کرینگے

کرسچن بھی خاموش تھا بہرحال اس ناکامی پر اسے اپنے دوست سے کچھ کم افسوس نہ تھا۔

البتہ سرجان سیوارڈ کا جلال زوروں پر تھا۔ شاہانہ سطوت سے چلتے آپ کھانا کھانے کے کمرہ میں میز کے سرے پر بیٹھ گئے اور یہیں نوکروں نے ایڈگر اور کرسچن کو خوش آمدید کی حیثیت میں پیش کیا۔ مسز اکسنڈن چونکہ لارا کو چھوڑ کر واپس نہ آئی تھی۔ اس لئے وہ غیر حاضر تھی۔

"میں چاہتا ہوں مجسٹریٹ کی حیثیت میں خود ہی اس مقدمہ کی سماعت کروں۔" سرجان سیٹوارڈ نے کہا۔ "گو ایسا کرتے ہوئے مجھے اس رشتہ کا کچھ لحاظ نہ ہوگا جس کا دعوے قیدیوں میں سے ایک کو ہے ... کیوں مگر" اس نے یکایک رک کر کہا "میں نے تمہیں پہلے کہیں دیکھا ہے" اور یہ کہتے ہوئے اس نے کرسچن کے چہرہ کو بغور دیکھنا شروع کیا۔

"جی ہاں۔ ہماری ملاقات اس وقت ہوئی تھی جب اس معصوم لڑکی کی سیاہ کار رہزن اسے فریب دے کر آپ کے مکان پر لائی تھی۔" کرسچن نے استقلال سے جواب دیا۔

"گستاخ! بیہودہ!" سرجان سٹوارڈ نے غصہ کی حالت میں کسی قدر اٹھتے ہوئے کہا "اس طرح کے شرمناک الفاظ میرے سامنے کہتے ہو!"

"دیکھئے آپ میرے محترم دوست ہیں۔" ایڈورڈ نے کرسچن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "میں ان کی طرف سے آپ کی بدزبانی آپ ہی کو واپس دیتا ہوں۔"

"اوہ! اوہ!" سرجان سیٹوارڈ نے حقارت سے کہا۔ "کن بدمعاشوں سے پالا پڑا ہے۔"

اس موقعہ پر مسز اکسنڈن بھی آگئی۔ اس نے آتے ہی کرسچن کو پہچان لیا۔

اپنے سر کو انداز نخوت سے اٹھا اور سرمگیں آنکھوں سے کرسچن پر نگاہ غضب ڈال کر کہنے لگی "میں پہلے ہی جانتی تھی تم کوئی شریر لڑکے ہو۔ اور دوسروں کے معاملات میں بے جا دخل اندازی تمہارا کام ہے۔"

"کیا خوب! بے جا دخل اندازی!" کرسچن نے آزادی سے جواب دیا۔ "کیا ایک معصوم و بیکس لڑکی کو ظالموں کے جبر و تشدد سے بچانا اسی کا نام بے جا دخل اندازی ہے؟ میں کیا ہر شخص کا فرض ہے کہ ایسے موقعہ پر مظلوم کی حمایت کرے۔ میں نے اس کام کو مرضی سے اپنے ذمہ لیا تھا۔ اور اگر اس کوشش میں کامیابی نہ ہوتی تو یہ اطمینان کیا کم ہے کہ میں نے اپنے فرض میں کوتاہی نہیں کی۔ اب آپ جی کھول کر گالیاں دیں۔" اور سرجان سٹوارڈ بھی اپنے چھیا

سے جو سزا چاہیں تجویز کریں۔ بہرحال میری کوششوں کا صلہ مل گیا۔ میرے ضمیر کو یہ تسکین حاصل ہو گئی۔ کہ جو کچھ ہوا وہ راستی اور انصاف کی حمایت میں تھا۔"

"شاباش! میرے بہادر نوجوان دوست۔ شاباش!" ایڈگر بیورے نے پُرجوش لہجہ میں کہا "میرا اپنا اعتقاد یہ ہے کہ جو کام راستی اور انصاف یا صداقت اور پاکبازی کی حمایت میں کیا جائے۔ اس میں گو عارضی ناکامی ہو۔ ممکن ہے جابر کو وقتی کامیابی حاصل ہو جائے۔ بہر حال آخری فتح حق و عدل کی ہوتی ہے۔ برے کام کا نتیجہ ہمیشہ برا ہے۔ اور یہ بات میں سر جان سٹیوارڈ کے منہ پر کہتا ہوں۔۔۔"

"چپ بدمعاش!" بیرونٹ نے گرج کر کہا۔ پھر ان نوکروں سے جو اس وقت پولیس کا فرض انجام دے رہے تھے۔ مخاطب ہو کر حکم دیا "فرمانبردار سپاہیو۔ ان بیوقوف واعظان اخلاق کو مضبوط پکڑے رہو۔ میں بہت جلد انہیں جیل نہ بھیجکر سارا بل نکال دونگا۔ ان کے خلاف الزامات کی فہرست بہت لمبی ہے۔ نقب زنی۔ تشدد۔ حملہ۔ ضرب شدید۔ اغوا اور میرے خیال میں۔۔۔ میرے خیال میں۔۔۔"

وہ فقرہ کو مکمل نہ کر سکا۔ کیونکہ تلاش بسیار کے باوجود ان کو زیادہ سنگین الزام نہ ملا۔

اس نوجوان نے۔" مسز اکسٹن نے کریچن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "حبشی عورت کو پکڑا۔ اور کئی منٹ سڑک پر اس جگہ جہاں ان کی گاڑی کھڑی تھی زیر حراست رکھا"

"گویا یہ لوگ تشدد کے علاوہ حراست بے جا کے بھی مرتکب ہوئے۔" سر جان نے بدستور جوش کی حالت میں کہا۔ "میرے خیال میں ان کا جرم مجموعی طور پر رہزنی سے کم نہیں کیوں نہ ان نابکاروں کو بدمعاش اور آوارہ گرد قرار دے کر ڈیڑھ مہینہ حوالات میں رکھا جائے؟"

"سر جان سٹیوارڈ۔" ایڈگر بیورے نے غصہ اور تکبر سے کہا "یاد رکھئے میں سرکاری فوج کا افسر ہوں۔۔۔"

"اس سے تمہیں سکون و امن قائم رکھنا لازم تھا۔ نہ خود امن شکنی کا مرتکب ہونا"

"دیکھئے آپ مجھے سب حال کہنے پر مجبور کر رہے ہیں۔" بیورے نے بدستور غصہ کے لہجہ میں کہا۔ اور ساتھ ہی اوباش بیرونٹ کی طرف قہر آلود نظروں سے دیکھا "سر جان سٹیوارڈ۔۔۔"

"خاموش!" شیطے نے جوش سے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "اب میں تمہیں اپنا نتیجا

نہیں سمجھتا۔ میں تمہیں عاق کر چکا ہوں۔۔ میں تمہیں اپنے خاندان کا عضو معطل سمجھتا ہوں۔۔۔"

"سمجھئے پروا نہیں۔" ایڈگر میریلے نے نوکروں کی مضبوط گرفت کو ڈھیلا کر کے بڑے فخر سے سر اٹھا کر کہا: "آپ ان واقعات سے پہلے ہی ایسا کرنے کیلئے تیار تھے۔ علاوہ ازیں مجھے ان دھمکیوں کی اس لئے بھی پروا نہیں ہے کہ میں آپ کا بھتیجا ہونے کو باعث عزت نہیں موجب شرم سمجھتا ہوں۔ آپ نے مجھے بولنے سے روک دیا تھا۔ مگر جو کچھ میرے دل میں ہے میں اسے بلے تامل ظاہر کروں گا۔ میری آزادی آپ کے اختیار میں ہے۔ اس سے جو جی چاہے سلوک کیجئے۔ مگر زبان اب تک میری ہے۔ اسے آپ بند نہیں کر سکتے۔ پس سنئے اور یاد رکھئے کہ ملزم میں نہیں خود آپ ہیں۔ میں الزام عائد کرتا ہوں۔ کہ آپ نے ایک جوان لڑکی کو خلاف منشا اپنے مکان پر حراست بیجا میں رکھا۔ میں الزام عائد کرتا ہوں کہ آپ نے تہدید و تشدد سے اسے ایسی شادی پر مجبور کرنے کی کوشش کی جس سے اُسے نفرت اور کراہت ہے۔ میں الزام عائد کرتا ہوں کہ آپ نے ایک بدکردار عورت سے مکر۔۔۔"

"سر جان۔ سر جان" مسز آکسنڈن نے جس کا چہرہ جوش غضب سے سرخ ہو رہا تھا بے چین ہو کر کہا: "ایسی شرمناک تقریریں کب تک برداشت کی جائیں گی؟ کب تک آپ اپنے سامنے میری بے عزتی ہوتے دیکھیں گے؟۔۔۔"

"ایک عورت کے لئے سخت الفاظ کہتے ہوئے دل کو رنج ہوتا ہے" میریلے نے کہا "مگر جب عورت ایسی ہو" اور اس نے مسز آکسنڈن کی طرف خاص طور پر اشارہ کیا۔ "تو میں سمجھتا ہوں ہر قسم کی صاف گوئی روا اور قابل معافی ہے۔ اب بھی تمہارے دوست سر جان سیوارڈ نے مجھے اور میرے فیاض دوست کو سزائے قید کا حکم سنانے کی جرأت کی۔ تو میں بے تامل کہہ دونگا۔۔۔"

عین اس وقت کسی نے صدر دروازہ پر زور سے دستک دی۔ اس سے پہلے مکان کے سامنے کسی گاڑی کے ٹھیرنے کی آواز بھی آئی تھی۔ گو اس کمرہ میں جہاں یہ کارروائی ہو رہی تھی کسی نے نہیں سنی۔ کیونکہ ہر شخص جوش کی حالت میں تھا۔

"خدا معلوم کون ہے" سر جان نے گھبرا کر کہا "خیر میں اس کارروائی کو تھوڑی دیر کے لئے ملتوی کرتا ہوں۔ کیونکہ ممکن ہے کوئی مجھ سے ملنے آیا ہو۔ دونو قیدیوں کو بدستور حراست میں رکھا جائے۔ اور ایڈگر اگر تم اپنے آپ کو کسی رحم کا مستحق بنانا چاہتے ہو تو میں ہدایت کرتا ہوں کہ

چپ رہو۔ بکواس کرو گے تو میرا غصہ اور بھڑکے گا۔"

ہیوبرلے نے اس کی طرف حقارت سے دیکھا۔ مگر زبانی کچھ نہیں کہا۔ موجودہ حالت میں وہ کسی نہ کسی طرح اس نوجوان کو مشکل سے چھڑانا چاہتا تھا۔ جو اس کی مدد کرنے کے جرم میں مبتلائے مصیبت ہوا۔

سرجان سیٹوارڈ مسز آکسنڈن کو ساتھ لے کر کمرے سے چلا گیا۔ اور وہاں صرف ایڈگر اور کرسچن ملازموں کی حراست میں رہ گئے۔ جس وقت بیرونٹ اور وہ عورت ڈیوڑھی میں پہنچے تو نوکر دروازہ کھول کر ایک متوسط العمر آدمی کو مکان میں داخل کر رہا تھا۔ یہ شخص جس کے اوورکوٹ کی جیب سے کئی کاغذات کے سرے باہر نکلے ہوئے تھے۔ مسٹر اینڈریوز لندن کا ایک نامی وکیل تھا۔ مگر بیرونٹ کو اس کے آج نہیں کل آنے کی امید تھی۔

مسٹر اینڈریوز چالاک ہوشیار اور قانونی آدمی تھا۔ وضع داب و آداب شستہ لیکن صاحب حیثیت موکلوں کے سامنے وہ علانیہ انکسار کی حد تک پہنچے تھے۔ وہ مجموعی طور پر بُرا یا بے اصول نہ تھا۔ اور اپنی مرضی سے کوئی کام خلاف دیانت کرنے کو بھی آمادہ نہ ہوتا تھا۔ مگر ایک بیدار مغز وکیل کی حیثیت میں وہ اپنے موکلوں کو ہمیشہ سب سے زیادہ رعایت کا حقدار سمجھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس پیشہ کے آدمیوں کو ادائے فرض میں مصلحت آمیز جھوٹ بولنے۔ خوشامد کرنے یا کسی اور بے جا حرکت پر مجبور ہونا پڑے۔ تو سب کچھ قابل معافی ہے۔

خیر تو یہ شخص تھا جو ڈیوڑھی میں سرجان سیٹوارڈ سے ملا۔ بیرونٹ نے اس کا پرجوش لفظوں میں خیر مقدم کیا۔ اور مسٹر اینڈریوز نے وہ حالات بیان کرنے شروع کئے۔ جن میں اسے وعدہ سے ایک دن پہلے آنے کا اتفاق ہوا۔ اس نے کہا سب کاغذات مکمل ہو چکے تھے۔ کو معلوم ہوا شام کو ایک ٹرین اس طرف آتی ہے۔ چونکہ آپ کے خطوں سے معلوم ہوا تھا کہ آپ ان کاموں کو جلد طے کرنا چاہتے ہیں۔ اسلئے میں نے خیال کیا کل تک انتظار کرنے کی کیا حاجت ہے۔ کیوں نہ شام کی گاڑی میں ہی سفر کیا جائے۔ بیرونٹ نے مسٹر اینڈریوز کو اس عین الوقتی پر مبارکباد دی۔ اور اثنائے قیام میں اس کی سکونت کا انتظام چونکہ ورنر ہوس میں ہی کیا گیا تھا۔ اس لئے کرایہ کی گاڑی جس میں سوار ہو کر وہ ریل کے سٹیشن سے آیا تھا۔ رخصت کر دی گئی بیرونٹ نے پہلے اس کا تعارف مسز آکسنڈن سے کرایا۔ پھر کمرہ نشست میں لے جا کر ایڈگر ہیوبرلے اور کرسچن کے متعلق سب حالات بیان کئے۔ اتنے میں مسز آکسنڈن بہن کی خبر لانے چلی گئی۔ اس

کے جانے پر جب دروازہ بند ہوا۔ تو وکیل نے اپنی کرسی بیرونٹ کے پاس کر لی۔ وہ آہستہ سے کہنے لگا "سرجان معاملہ بے ڈھب نظر آتا ہے۔ خدا کے لیے احتیاط سے ہاتھ ڈالئے۔ بلکہ میری رائے میں تو . . ."

"کیا!" بیرونٹ نے چونک کر کہا "کہیں اس دستاویز میں تو کوئی نقص نہیں ہے جس کے مطابق میں اپنے بدکردار بھتیجے کو جائداد اور وراثت سے محروم کرنے کا اختیار رکھتا ہوں"

"نہیں۔ وہ تو ٹھیک ہے۔" وکیل نے ہلکے تبسم کے ساتھ جواب دیا "اور انہی کاغذات میں شامل ہے۔" اس نے ان کاغذات کی طرف اشارہ کر کے کہا جو سامنے میز پر رکھے ہوئے تھے

"تو لاؤ دستخط کر دوں۔" بیرونٹ نے اپنے بھتیجے سے جلد تر انتقام لینے کی نیت سے کہا۔

"آہستہ! سرجان آہستہ!" وکیل نے کہا "معاف کیجیے معاملہ قانونی ہے۔ اسے ریل گاڑی کی رفتار سے طے نہیں کیا جا سکتا۔ پہلے میں اس کا مضمون پڑھ کر سناتا ہوں . . ."

"بس بس رہنے دو" سرجان نے جلدی سے کہا "رسمیات کی کچھ ضرورت نہیں۔"

"مگر حضرت" وکیل نے اسی ہلکے تبسم کے ساتھ مودبانہ انداز سے کہا "دستاویز کی تصدیق کے لیے معتبر گواہوں کے دستخط ہونے لازم ہیں۔ یوں میں آپ کے لیے مع مہر کا کاغذ وصیت نامہ اور باقی سب دستاویز تیار کر کے لے آیا ہوں۔ مگر ان کی طرف رجوع کرنے سے پہلے اس معاملہ کو طے کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے!"

"اچھا۔ اچھا۔ جس طرح آپ کی مرضی" بیرونٹ نے مجبور ہو کر کہا "آپ ہی کہئے مجھے اپنے اس ناہنجار بھتیجے اور اس کے ویسے ہی نابکار دوست سے کیا سلوک کرنا چاہیے؟"

"معاف کیجیے میرے لیے کچھ کہنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے" مسٹر ایڈورڈ بونے کہا "پھر بھی میری صلاح مانئے گا تو اس معاملہ میں آپ کوئی کارروائی نہ کیجیے۔ مبادا کل آپ کے خلاف حراست بے جا کا استغاثہ دائر ہو جائے . . ."

"تو کیا پرواہ ہے۔" بیرونٹ نے کہا "میں جرمانہ ادا کر دونگا"

"وہ بے شک آپ کر دیں گے" وکیل نے تسلیم کیا "مگر اس سے جو بدنامی ہوگی۔ اس کا تدارک کیونکر ہوگا؟ معاف فرمائیے۔ میں آپ کے نجی معاملات میں دخل دے رہا ہوں۔ مسز آکسنڈن کو میں نے آج بار بار دیکھا ہے۔ مگر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ چند سال پیشتر آپ سے اس کے تعلقات رہ چکے ہیں۔ میرے خیال میں مسٹر ہیوٹے کو بھی ضرور اس کا علم ہوگا۔ اور اب آپ خود دیکھ سکتے

ہیں کہ یہ خبر آپ کی نیک نامی کا موجب نہیں ہو سکتی ۔ کہ آپ نے ایک سابقہ داشتہ کی بہن سے شادی کی ۔ اس لئے میں عرض کرتا ہوں معاملہ کو ہر پہلو سے سوچ کر عمل کیجئے ۔ آپ سمجھ دار اور ذہین ہیں ۔ گو طبیعت میں قدرے جلد بازی ہے ۔ بہر صورت یہ دیکھنا ضروری ہے ۔ کہ اس معاملہ میں دوراندیشی اور حکمت عملی کا تقاضا کیا ہے ؟ ۔ ۔ ۔"

"خیر تو آپ ہی کہئے مجھے کیا کرنا چاہئے ؟" بیرونٹ نے پوچھا "میری منشا فقط یہ ہے کہ رسم شادی ادا ہونے تک یہ مسٹر بدبر لڑکا جو اپنے آپ کو میرا بھتیجا ظاہر کرتا ہے زیر حراست رہے ۔ کیونکہ اگر میں نے اس کو آزاد کر دیا ۔ تو گو یہ امر طے شدہ ہے کہ کل دوپہر تک میں لارا سے شادی کر لوں گا ۔ پھر بھی اس عرصہ میں ۔ ۔ ۔"

"میں سمجھا ۔" وکیل نے کہا "معلوم ہوتا ہے آپ کا بھتیجا اس حسینہ کے عشق میں دیوانہ ہو رہا ہے ۔ اور اگر اسے ، عروا کا موقعہ حاصل کرنے کے لئے آپ کے مکان میں آگ لگانے کی ضرورت پیش آئے تو شاید اس سے بھی دریغ نہ کرے ۔ واقعی آپ کی مشکل کو میں خوب سمجھتا ہوں ۔ مگر اسے حل کرنے کے طریقے اور بھی ہیں ۔ مثلاً اس سے کہئے کہ اگر تم مس ہال کے عشق سے دست برداری کا عہد نامہ لکھ دو تو میں اس کے عوض پانسو پونڈ سالانہ وظیفہ مقرر کرتا ہوں ۔ مگر شرط یہ ہو گی کہ وہ فوراً یہاں سے چل کر براستہ پہنچ جائے ۔ جہاں اس کی رجمنٹ متعین ہے ۔ دو سو کے لئے آپ پہلے ہی آمادہ تھے ۔ تین سو اور ملا دیے جائیں تو آپ ایسے امیر کے لئے کچھ بڑی بات نہیں ۔"

"چلو مان لیا ۔ مگر اس قسم کے عہد نامہ کا جو آپ بیان کرتے ہیں عملی طور پر فائدہ کیا ہو گا ؟" بیرونٹ نے تنگ کر پوچھا "عجب نہیں آزاد ہونے کی خاطر وہ اس پر دستخط کر دے ۔ کیونکہ یہ تو فون میں ایک مثل مشہور ہے ۔ کہ عشق اور جنگ میں سب کچھ روا ہے ۔ ۔ ۔"

"ٹھہریئے اس کا فائدہ میں سمجھاتا ہوں ۔" مسٹر ڈیٹ بورن نے جواب دیا ۔ "آپ وہ تحریر مس ہال کو دکھا دیجئے وہ فوراً جان لے گی ۔ کہ جو لڑکے کو مجھ سے بڑھ کر روپیہ عزیز ہے ۔ اس سے اس کے نسوانی وقار کو سخت صدمہ ہو گا ۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے اس کو نظر انداز کر دے گی"

"واقعی یہ تجویز خوب ہے ۔" سر جان سٹیوارڈ نے بات کے ہر پہلو کو سمجھ کر جلدی سے کہا ۔ "آج معلوم ہوا کہ آپ مسائل قانون کی طرح معاملات عشق کے بھی ماہر ہیں ۔ اچھا فرمائیے اب مجھے کیا کرنا چاہئے ؟"

جو میں کہتا ہوں۔"

"فرمائیے آپ ان باتوں کو کمالِ حسن و خوبی سے طے کر رہے ہیں۔"

تب سے پہلے مسٹر ہیورلے کو یہاں بلوائیے۔ مگر وہ ہمارے پاس تنہا ہو۔ احتیاطاً نوکروں کی موجودگی لازم ہو تو ان کو حکم دیجیے دروازہ کے باہر کھڑے رہیں۔ کھڑکیاں میرے خیال میں اتنی بلند ہیں کہ ادھر سے بھاگنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ کہیے بجاؤں گھنٹی؟"

سر جان سٹیوارڈ نے سر کے اشارے سے اجازت دی۔ اور وکیل نے گھنٹی بجائی فوراً ایک نوکر حاضر ہوا جسے حکم دیا گیا کہ ایڈگر ہیورلے کو یہاں لے آؤ۔ دو منٹ کے بعد ایڈگر کمرہ میں داخل ہوا۔ ہیورلے نے ان نوکروں کو جو اسے حراست میں لئے ہوئے تھے۔ باہر ٹھیرنے کا حکم دیا اور ایسا کرتے ہوئے یہاں تک ممکن تھا چہرہ پر سختی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اگر وہ اس ذریعہ سے ایڈگر پر رعب ڈالنا چاہتا تھا۔ تو یقیناً ناکام رہا۔ کیونکہ وہ شاہانہ وقار سے چلتا کمرہ میں داخل ہوا اور بے کہے میز سے تھوڑی دور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

سر جان سٹیوارڈ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا "دیکھو آپ میرے وکیل مسٹر اینڈریوز ہیں۔ اور تم سے کچھ باتیں کیا چاہتے ہیں۔"

"تب آپ ایک شریف قانون کی حیثیت میں" ایڈگر ہیورلے نے وکیل سے مخاطب ہو کر کہا "سب سے پہلے سر جان سٹیوارڈ کو خبردار کریں۔ کہ ان کا میرے دوست مسٹر ایشٹن کو بہت عرصہ تک نوکروں کی حراست میں رکھنا خود ان کے لئے خطرناک ہے۔ کیونکہ ایشٹن کا جرم ۔۔ اگر یہ واقعی جرم کہلا سکتا ہے ۔۔ محض اتنا ہے کہ اس نے راستی اور انصاف کی حمایت میں میری مدد کی۔"

"مسٹر ہیورلے تھوڑا صبر کیجیے۔" وکیل نے نرمی سے کہا "آپ کے دوست تھوڑی دیر اور یہاں ٹھیریں۔ تو کیا حرج ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ میں جو گفتگو کیا چاہتا ہوں۔ اس کے سلسلہ میں امید ہے آپ اور وہ دونوں بہت جلد آزاد اور خوش و خرم یہاں رخصت ہو جائیں گے"

"کہیے۔" ایڈگر نے سرد مہری سے کہا۔

"سب سے اول گزارش ہے کہ میری طرف سے کسی طرح کی بدگمانی کو دل میں جگہ نہ دیجیے۔" مسٹر اینڈریوز نے تبسم پیدا کرتے ہوئے کہا "خدا شاہد ہے کہ مجھے آپ سے کوئی عداوت نہیں۔ میں صرف ایک الجھے ہوئے معاملہ کو سلجھانا چاہتا ہوں۔ اور بس۔ حالت یہ ہے کہ جس وقت

سر جان سٹیوارڈ نے اس دستاویز پر دستخط کر دیے۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے ایک لکھا ہوا کاغذ میز سے اٹھایا۔ "تو پھر انہیں کامل اختیار ہو گا۔ کہ اپنی جائداد و ریاست جس کے نام چاہیں منتقل کر دیں۔ آپ کو بھتیجے کی حیثیت میں ان کی جائداد پر کوئی حق حاصل نہ ہو گا۔ یہ بالکل جدا بات ہے کہ وہ ازراہ عنایت آپ کا وظیفہ مقرر کر دیں۔ خیر تو میں جو بات عرض کیا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر آپ ایک عہد نامہ پر جس کا مضمون میں چند منٹ کے عرصہ میں تیار کر دوں گا۔ دستخط کر دیں۔ اور سر جان سٹیوارڈ اس کے عوض آپ کے لیے پانسو پونڈ سالانہ وظیفہ مقرر کرنا منظور کریں تو کیا حرج ہے؟ میں یہ بھی عرض کر دوں کہ عہد نامہ کا مضمون اس کے سوا کچھ نہ ہو گا کہ آپ مس ہال سے شادی کرنے کے خیال سے قطعاً دست بردار ہوتے ہیں۔۔۔"

فقرہ نامکمل ہی تھا۔ کہ ایڈگر ہیورلے سخت جوش کی حالت میں کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اس کی صورت سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وکیل کو یہ الفاظ کہنے کی جرأت پر گردن زدنی سمجھتا ہے۔ مگر کچھ سوچ کر اس نے ضبط سے کام لیا۔ اور پہلے سر جان سٹیوارڈ کی طرف نظر حقارت سے دیکھ کر وکیل سے کہنے لگا۔

"سنئے حضرت۔ یہ الفاظ آپ اپنی طرف سے کہتے تو خدا معلوم میں کیا کر بیٹھتا۔ مگر یہ جان کر کہ آپ ایک فریق ثالث کے ترجمان ہیں میں آپ کو ہدف ملامت بنانا نہیں چاہتا۔ بہرحال آپ کی معرفت میں اصل محرک سے بزور کہتا ہوں۔ کہ جو شرمناک تجویز آپ کے ذریعہ میرے پیش کی گئی ہے میں اسے غصہ۔ نفرت اور حقارت سے نامنظور کرتا ہوں۔ رہا اس وظیفہ کا سوال جو سر جان سٹیوارڈ ازراہ عنایت مجھے عطا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی نسبت یہ کہ میں اس "عنایت" کو عطائے شما بہ لقائے شما کہہ کر واپس کرتا ہوں۔ ان کے دیے ہوئے روپیہ کو اگر میں عام حالات میں لینا منظور کرتا تو بھی تمام عمر بھر اپنی ذات سے نفرت کیا کرتا۔ چہ جائیکہ میں اس ناپاک بدلہ کو قبول کروں جسے آپ مکروہ پیرایہ وظیفہ ظاہر کرتے ہیں۔ مگر جو صحیح معنوں میں لارا کے عشق کی قیمت ہے حضرت اس روپیہ کو وصول کرنا کجا۔ میں تو اس کو چھونا بلکہ اس کا ذکر تک سننا گناہ سمجھتا ہوں بس مجھے اتنا ہی کہنا تھا۔ اور اب میں چاہتا ہوں کہ مجھے اور میرے دوست کو چپ چاپ یہاں سے رخصت ہونے کی اجازت دی جائے۔ ورنہ خدا جانتا ہے۔ اگر دوبارہ کسی نے مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ تو جانیں ضائع ہو جائیں گی"

"اگر یہ بات ہے تو میں ابھی تم کو دکھاتا ہوں کہ میری دھمکی فضول نہیں" سر جان سٹیوارڈ نے

ناقابلِ ضبط غصہ کی حالت میں کھڑے ہوکر کہا۔ "تم دیکھ لوگے کہ میں حقیقت میں تمہیں عاق و محروم کرنے پر تلا ہوا ہوں۔"

اتنا کہہ کر بیرونٹ نے زور سے گھنٹی بجائی۔ اور جب نوکر حاضر ہوا تو اُسے حکم دیا کہ داروغہ اور اس کے نائب کو یہاں بھیجو۔ ایڈگر اس عرصہ میں چپ چاپ بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر پیشتر اس نے بے شک آزادی کا مطالبہ کیا تھا۔ مگر اس کی ضرورت اسے اپنے لئے نہیں صرف اپنے دوست کرسپن کے لئے تھی۔ کیونکہ وہ تو اس خیال سے وہیں ٹھیرنا چاہتا تھا۔ کہ نہ معلوم کب کوئی ناگہانی واقعہ معاملات کو میرے حق میں پلٹ دے۔ تھوڑی دیر بعد داروغہ اور اس کا ساتھی کمرہ میں داخل ہوئے۔ ان سے مخاطب ہوکر سر جان سٹیوارڈ نے غصہ کی حالت میں جوش کے ساتھ کہنا شروع کیا "میں نے تمہیں اس دستاویز کی شہادت کے لئے بلایا ہے جس کا مضمون وکیل صاحب ابھی پڑھ کر سنائیں گے۔ دستاویز میں لکھا ہے ... یہ لکھا ہے ... اچھا مسٹر اینڈریوز آپ ہی اس کا خلاصہ بیان کیجئے۔" اس نے فرطِ غضب سے فقرہ نامکمل ہی چھوڑ کر کہا۔

وکیل نے دیکھا۔ بات بڑھ گئی۔ اور مصالحت کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ لندن سے ورنہوں کے سفر کی زحمت کے بعد اس کی دلی خواہش کھانا کھا کر آرام سے سو جانے کی تھی لیکن موکل کی ناراضگی کے خوف سے ضبط کر کے اس نے دستاویز کا مضمون پڑھنا شروع کیا۔ داروغہ اور اس کا ساتھی تحریر کی بے شمار قانونی اصطلاحات۔ ایک ہی مضمون کے اعادہ و تکرار نیز پیچیدہ قانونی زبان کو حیرت و استعجاب کے ساتھ سنا کئے۔ بیرونٹ منہ پھلائے چپ چاپ بیٹھا رہا۔ اور ایڈگر بیورسلے جسے دستاویز کے مضمون سے کچھ دلچسپی نہ تھی۔ یہ سوچنے میں مشغول تھا کہ اب لارا کو بچانے کی آخری صورت کیا ہے۔ اپنی محویت میں اسے وکیل کی آواز مکھیوں کے بھنبھنانے کی طرح محسوس ہوتی تھی۔ آخر کوئی بیس منٹ کے بعد مسٹر اینڈریوز نے مضمون ختم کیا اور سر جان سٹیوارڈ نے حریفانہ انداز سے قلم ہاتھ میں لیکر کہا "اب میں وہ کرتا ہوں جو اسے ایڈگر تمہیں میری وراثت سے محروم کرنے کا پہلا قدم ہے۔ اس کے بعد میں نئی وصیت پر دستخط کروں گا مسٹر اینڈریوز سے "غالباً آپ اسے بھی تیار کر کے لے آئے ہیں؟"

جواب وکیل کے منہ میں تھا۔ کہ کمرہ کا دروازہ زور سے کھلا۔ اور لارا وحشیانہ انداز سے دوڑتی ہوئی اندر آئی۔ اس کی حالت دیوانوں کی طرح تھی۔ بال بکھرے ہوئے۔ لباس بے ترتیب اور دو تین مقامات پر پھٹا ہوا۔ صورت کہے دیتی تھی۔ کہ بڑی جدوجہد کے بعد اپنی ہمت اور جوش کی جرأت

بے چھٹ کرآئی ہے۔ اس کے پیچھے مسز آکسنٹن بھی کمرہ میں داخل ہوئی۔ جس کی اپنی صورت سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ اس نے مظلوم لڑکی کو روکنے کی کچھ کم کوشش نہیں کی۔ کیونکہ اس کے بال بھی اُلجھے ہوئے۔ کپڑے خراب اور موٹی سیاہ آنکھیں شعلہ بار تھیں۔ دیکھتے دیکھتے کمرہ میں سخت بے ترتیبی پیدا ہوگئی۔ مسز آکسنٹن کے پیچھے جبشن اور اس کے ساتھ چند نوکر اندر داخل ہوئے۔ اس گھبراہٹ میں دارو غہ اور اس کا نائب جو شہادت کی غرض سے آئے تھے۔ اُٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ وکیل حیران مگر چُپ اور سرجان سیڈورڈ فرطِ غضب سے بے تاب تھا۔ البتہ ایڈگر ہیورلے نے اوسان بحال رکھتے ہوئے دوڑ کر لارا کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔

"بچاؤ! بچاؤ!" لارا نے پر وحشت انداز سے چیخ کر کہا۔ "خدا کے لئے مجھے ان کے عذاب سے بچاؤ۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے دلدار کے سینہ سے لگ کر مسز آکسنٹن اور جبشن کی طرف سہمی ہوئی نظروں سے دیکھنا شروع کیا۔

"مسٹر ہیورلے اسے چھوڑ دو۔" مسز آکسنٹن نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"نہیں! کبھی نہیں! سیاہ کار عورت میں اس معصوم لڑکی کو کبھی تیرے حوالہ نہ کروں گا۔" ایڈگر نے لارا کو اپنی طرف کھینچ کر مسز آکسنٹن کا بازو جھٹکتے ہوئے کہا جس کے بعد اس نے اپنے دائیں بازو کو اس طرح اٹھایا۔ گویا مسز آکسنٹن کے دوبارہ حملہ کرنے کی صورت میں مدافعت کے لئے آمادہ ہے۔ "خبردار کوئی اس پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہ کرے۔ کیونکہ میں دشمن پر بے تحاشہ وار کروں گا۔ اس میں مرد عورت کی کوئی تمیز نہ ہوگی۔"

"پکڑ لو اس خودسر لڑکی کو پکڑ لو۔" سرجان سیڈورڈ نے غصہ سے فرش زمین پر پاؤں مار کر نوکروں سے کہا "میں تم لوگوں کو ایک سو پونڈ انعام دوں گا۔"

"نہیں! نہیں!" لارا نے خوفناک جماعت کو آگے بڑھتے دیکھ کر زیادہ زور سے ایڈگر کے ساتھ لگتے ہوئے کہا۔

"سرجان میری رائے میں ۔۔۔" مسٹر اینڈریوز نے کہنا شروع کیا۔

"بس خاموش! بیرونٹ نے کڑک کر کہا "یہاں فقط میری رائے اثر رکھتی ہے۔"

حالت یاس آمیز تھی۔ ایک طرف اکیلا ہیورلے۔ اور وہ بھی لارا کو حفاظت میں لئے ہوئے اور دوسری جانب بے شمار آدمی۔ پھر اس حالت میں بھی ایڈگر اس خیال سے مزاحمت نہیں کر سکتا کہ لارا کو جو قریباً بیہوش تھی۔ چوٹ نہ آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکم جاری ہونے کے دو منٹ بعد نوکروں نے

گل بلبل کو سختی سے جدا کر دیا۔ بیوسلے پھر نوکروں کی حراست میں آ گیا۔ اور لارا کو مسز آکسنڈن اور حبشن کے سپرد کر دیا گیا۔

اس وقت کمرہ کا منظر کئی دلچسپیاں رکھتا تھا۔ ایک کونے میں عاشق جانباز کھڑا ہے کپڑے پھٹے ہوئے۔ چہرہ زرد۔ ہونٹ سپید۔ اور سینہ متلاطم جس سے جذبات کی جد وجہد ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے سرے پر لارا ہے مسز آکسنڈن اور حبشی عورت کی حراست میں۔ بے شک اسے غش نہیں آئی مگر تکلیف اور دہشت نے اسے نیم مردہ بنا رکھا ہے۔ کھڑے کھڑے بے اختیار دو زانو ہو جاتی ہے۔ اور آنکھیں یاس آمیز وحشت سے اپنے دلدار کی طرف اٹھتی ہیں۔ ایک طرف میز پر سر جان شیوارڈ بیٹھے ہیں۔ چہرہ پر شیطانی انتقام کا اثر لئے ہوئے اور پاس کھڑا ہوا وکیل جھک کر کان میں کہہ رہا ہے "خدا کے لئے معاملہ کو انتہا تک نہ لیجائیے۔"

اتنے میں بیرونٹ نے وکیل کی فہمائش کی ذرا پرواہ کر کے غصہ۔ انتقام اور مسرت ملی جلی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "اب اس دستاویز کی شہادت کے لئے جس کی رو سے میں اپنے ناخلف بھتیجے کو عاق اور محروم کرتا ہوں۔ دو نہیں دس گواہ حاضر ہیں۔ ایڈگر دیکھ قلم میرے ہاتھ میں اور اس کی نوک روشنائی سے تر ہے۔ دستاویز موجود ہے۔ اب تو میرا وارث ہے۔ مگر ایک لمحہ بعد جب میں دستخط کر دونگا۔ تیرا اس جائداد پر اتنا بھی حق نہ رہیگا۔ جتنا کسی اجنبی کا ہو سکتا ہے۔"

"کیجیے جو آپ کے جی میں آتا ہے۔ کیجیے۔" بیوسلے نے کہا۔ "سب لوگ گواہ ہیں کہ مجھے اس جائداد کی جس کی وراثت سے آپ مجھے محروم کر رہے ہیں اس ناچیز قلم کے برابر پرواہ نہیں جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میں فقط ایک مظلوم لڑکی کی راحت کا طلبگار ہوں۔"

"مگر وہ بھی میرے اختیار میں ہے۔" سر جان نے انتہائی مسرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "تو نے اسے بھگانے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ اب وہ مجھی سے شادی کرنے پر مجبور ہو گی۔ اور یہ ہاتھ جو اس وقت ایک لفظ لکھ کر تجھے ہمیشہ کو گداگر بنا رہا ہے۔ رسم شادی پر اس کے ہاتھ میں ہوگا۔"

ایڈگر پر جنون کی حالت طاری ہو گئی۔ وحشیانہ انداز سے ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا۔ "نہ بھول۔ او مشت خاک کے فانی پتلے۔ نہ بھول کہ ایک زبردست طاقت ایسی بھی ہے جو ظلم و تشدد پر اٹھے ہوئے ہاتھ کو آن واحد میں فنا کر سکتی ہے۔"

"چپ ناداں! میں ان فرضی دھمکیوں کا قائل نہیں۔" اور یہ کہہ کر سر جان نے نوک قلم کو اچھی طرح تر کرنے کے لئے پھر ایک بار دوات میں ڈالا اور اس کے بعد دستاویز پر دستخط کرنے کو تیار ہوا

مگر جس وقت اس نے میز پر جھک کر لکھنے کا ارادہ کیا۔ یعنی عین اس وقت جب نوک قلم کاغذ سے لگ گئی جسم نے ایک فوری تشنجی حرکت کی۔ قلم ہاتھ سے گر پڑا۔ اور اس کی نوک ترنے دستاویز کو آلودہ کر دیا جس کے ساتھ ہی اسپر جابجا اس خون کے داغ نظر آنے لگے جو سر جان سٹیوارڈ کے منہ سے نکل کر کاغذ پر بہنے لگا تھا۔ شرابیوں کی طرح پہلے سر جھکا۔ پھر جسم اپنا توازن کھو کر گر پڑا۔ حاضرین کے منہ سے خوف کی آوازیں نکلیں۔ وکیل اور ردار وغیرہ امداد کے لئے دوڑے۔ مگر سر جان کی حالت امداد انسانی کے دائرہ سے خارج ہو چکی تھی۔ معلوم ہوا جوش کی حالت میں خون کی نالی پھٹ گئی۔ اور اب کرسی پر محض ایک بے جان لاش تھی!

اس طرح آن واحد میں ایک غریب و مظلوم فوجی افسر جسے ایک لمحہ کے عرصہ میں جائداد سے محروم خاندان سے عاق اور سب سے بڑھ کر اسکے محبوب سے جدا کرنے کے سامان ہو رہے تھے۔ سر ایڈگر ہیورلے بیرونٹ اور سر جان سٹیوارڈ کی ساری دولت اور لامحدود ریاست کا مالک بن گیا۔

سچ ہے۔ خدا کی چکی آہستہ۔ مگر باریک پیستی ہے۔

باب - ۵ -

دامِ حسن

اس وقت کا منظر کتنا خوفناک تھا!

ایڈگر کی پرجوش تنبیہہ کے بعد سر جان سٹیوارڈ کی اچانک اور حیرت خیز موت نے حاضرین میں ہر شخص کو یقین دلا دیا کہ جو کچھ ہوا اس میں قادر مطلق کا اپنا ہاتھ تھا۔ ایڈگر چپ بے حرکت اور بت کی طرح بے حس کھڑا تھا۔ گو سب ہاتھ جو ایک لمحہ پہلے اسے ملزم کی طرح پکڑے ہوئے تھے عضو مفلوج کی مانند خود بخود گر گئے۔ لارا کچھ دیر چینی کی مورت بنی کھڑی رہی مصرف آنکھیں حرکت کرتی اور اس بھیانک منظر کو انداز توحش سے دیکھتی تھیں۔ پھر یکایک منہ سے ایک ہلکی۔ دبی ہوئی چیخ نکلی اور اس نے رخ پھیر کر چہرہ کو اس طرح ڈھک لیا۔ گویا کوئی خوفناک چیز پیش نظر تھی۔ نیم بیہوشی کی حالت میں وہ ایک کرسی پر گر پڑی۔ مسز آکسٹن حیران و ششدر ایک لمحہ بے حرکت رہی۔ موٹی سیاہ آنکھیں اس طرح کھلی اور ساکن تھیں جیسے حالت خواب میں چلنے والے مریض کی ہوا کرتی ہیں۔ پھر اس تبدیلی کی اہمیت سمجھ کر جو دفعتاً ایڈگر ہیورلے کی حالت میں واقع ہو چکی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑے ہیرن کی طرف

گئی اور التجائی لفظوں میں کہنے لگی۔ "لارا، میری خطا معاف کرو۔"

مگر اس حسینہ کا دماغ کچھ ایسے چکر میں تھا کہ عارضی طور پر سب رشتے ناتے فراموش ہو گئے تھے۔ اس وقت اسے مسز آکسنڈن اپنی بہن نہیں جانی دشمن نظر آتی تھی جس نے تھوڑی دیر پیشتر جبر و تشدد کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔ اسی بے خبری میں اس نے بدکردار عورت کو پاس آتے دیکھ کر منہ پھیر لیا

مسز آکسنڈن جو محض حالات کی مصلحت سے آشتی کی طلبگار تھی، شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گئی۔ جس کے بعد لارا کسی فوری خیال سے اٹھ کر ایڈگر ہیورلے سے جا لپٹی۔ مگر یہ ملنا حقیقی خوشی کا ملنا تھا۔ کیونکہ اب صیاد کا بے رحم ہاتھ گل و بلبل کو جدا کرنے کے لئے موجود نہ تھا۔ پھر بھی وہ اپنے دلدار سے اس طرح لپٹی ہوئی تھی۔ گویا اب تک کسی نامعلوم خوف سے سہمی جا رہی تھی۔

وکیل نے جب دیکھا کہ نئے بیرونٹ اپنی پریشانی میں کسی طرح کے احکام صادر کرنے کے ناقابل ہیں۔ تو اس نے یہ فرض اپنے ذمہ لیا۔

چنانچہ نوکروں سے مخاطب ہو کر اس نے کہا "سب آدمی جاؤ۔ اپنے متوفی آقا کی لاش کو بھی کمرے سے لے جاؤ۔ مسٹر ایشٹن کو جو اب تک حراست میں ہیں۔ فوراً رہا کر دو۔ اور یہاں سے آؤ ساؤ تیرا بے بدبخت۔" اس نے جبشن کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اپنا کالا منہ لیکر چلی جا۔ خبردار پھر ادھر آنے کی جرأت کی تو خیر نہ ہوگی۔"

اس کے بعد اس کی نگاہ مسز آکسنڈن کے چہرہ پر ایسی سختی کے ساتھ پڑی۔ کہ معلوم ہوتا تھا اس کے نام بھی کوئی سخت حکم جاری کیا چاہتا ہے۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ مسز آکسنڈن نگاہ قہر سے ہی اتنی مرعوب ہے کہ ذلت و ندامت سے زمین میں گڑی جاتی ہے تو اس نے الفاظ کو ضبط کیا۔
نوکروں نے بے تامل احکام کی تعمیل کی۔ آن واحد میں متوفی بیرونٹ کی لاش کمرہ سے اٹھ گئی۔ جبشن غائب اور نوکر رخصت ہو گئے۔ اور وہ دستاویز بھی جو متوفی کے خون سے ناپاک ہو چکی تھی۔ میز سے اٹھا دی گئی۔

اس کے تھوڑی دیر بعد کیپٹن ایشٹن داخل ہوا۔

اسے دیکھ کر سر ایڈگر ہیورلے نے کہا "پیاری لارا۔ آپ میرے سچے رفیق اور بہترین دوست ہیں۔ آؤ میں ان سے تمہارا ہاتھ ملاؤں۔ تمہارے بعد دنیا میں آپ ہی سے مجھے سچی محبت ہے۔ پھر کسی وقت بتاؤں گا۔ مشکل میں انہوں نے مجھے کتنی بڑی مدد دی۔"

نازنین ایک حد تک سنبھل چکی تھی - اور گو ذہنی سکون پوری طرح قائم نہ ہونے سے واقعات اب تک حقیقت سے زیادہ خواب کی طرح نظر آتے تھے - پھر بھی اس نے کرسچن کو دیکھتے ہی پہچانا اور جان گئی کہ یہی وہ مرد شریف ہے جس نے گاڑی کے حادثہ پر امداد دی تھی - اس نے بے تامل کرسچن کو اپنا ہاتھ پیش کیا جسے اس نے ادب سے بوسہ دیا -

کرسچن کا چہرہ اب تک زرد تھا - کیونکہ جس طرح سر جان سٹیوارڈ کی موت اچانک واقع ہوئی تھی - اسی طرح اس کی خبر یکایک اسے پہنچائی گئی - اور گو اس شخص سے اس کو دلی نفرت تھی تاہم اس عجیب موت کی خبر سن کر اس کے دل کو بھی صدمہ ہوا -

ہیورٹے نے اس کی طرف دیکھ کر کہا - پیارے دوست معلوم ہوتا ہے - تمہاری اپنی حالت میری حالت سے مختلف نہیں - اس سانحہ نے میرے دل کو بھی سخت صدمہ پہنچایا ہے - مگر اس کے ساتھ ہی یہ کہنا کہ ہمیں اس واقعہ پر جس میں خدا کا اپنا ہاتھ صاف نظر آتا ہے - افسوس ہے مگر دریا میں دخل ہوگا - خیر اب یہ گھر میرا ہے - اور تم پیارے ایشٹن میرے سب سے عزیز مہمان ہو"

اس نے نظر ہٹائی - تو معلوم ہوا مسز آکسنڈن عجز و انکسار کے ساتھ ملازموں کی طرح سر جھکائے - نادم و شرمسار اس کی طرف آ رہی ہے - اسے دیکھ کر ہیورٹے کا چہرہ سرخ ہو گیا - اسے ہٹانے کے لئے بے اختیار ہاتھ اٹھا - سخت الفاظ نوک زبان پر آ گئے - مگر لارا کو بہن کی حالت زار دیکھ کر سب جور و تشدد بھول گئے - اور اس پر بے حد رحم آیا - فوراً ایڈگر سے بمنت کہنے لگی - "پیارے - آخر میری بہن ہے -"

"ہاں سچ ہے -" ہیورٹے نے سنبھل کر کہا - اور ساتھ ہی خیال آیا - کہ شادی سے پہلے دوسری عورت کی موجودگی کے بغیر لارا کے ساتھ ایک ہی مکان میں رہنا آداب و اخلاق سے بعید ہوگا - پس جوش جذبات کر کے اس نے مسز آکسنڈن سے کہا "دیکھو رسمی طور پر میں تمہیں معاف کرتا ہوں - مگر یہ ناممکن ہے کہ ہمارے درمیان پھر کبھی اچھے تعلقات قائم ہوں - سر دست اسی مکان میں ٹھیرو - گو میں تمہاری بہن کو تمہارے حوالہ نہیں کرتا - کیونکہ اب خدا کے فضل و کرم سے اس کی تسکین و حفاظت کا فرض میں خود انجام دے سکتا ہوں - البتہ یہاں رہ کر تم جہاں تک ممکن ہو اپنے عمل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرو کہ تمہیں اپنے سابقہ افعال پر سچی ندامت ہے -"

مسز آکسنڈن نے لارا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے چہرہ کو ایسی التجائی نظروں سے دیکھا - گویا معافی - ہمدردی - اور ساتھ محبت کی خواستگار ہے - لیکن ہر چند لارا بہت

فیاض۔ نیک اور حلیم تھی۔ تاہم اس کی حالت میں بھی یہ غیر ممکن تھا کہ جو سختیاں اور ذلتیں اس نے ان کے ہاتھوں برداشت کی تھیں، انہیں ایک لمحہ میں فراموش کر دیتی۔ پھر بھی آنسوؤں کے قطرے اس کے زرد فام رخساروں پر بہنے لگے۔ اور وہ بھرائی ہوئی آواز سے بولی "آیا میں تمہیں ملامت نہیں کر سکتی۔ پھر بھی اگر تم چاہو کہ اس دل میں وہی اگلی محبت تازہ ہو تو ۔ ۔ ۔"

اس نے فقرہ کو نامکمل ہی چھوڑ دیا۔ اور چونکہ اب تک دلدار کے پہلو سے لگی ہوئی تھی۔ اس لئے اب جو سر اڈگر بیور نے مسٹر ایڈورڈ وکیل سے کچھ کہنے کے لئے منہ پھیرا۔ تو اس کا رخ بھی ساتھ ہی بدل گیا۔

وکیل سے مخاطب ہو کر سر اڈگر نے کہا "صاحب آپ سے مجھے کچھ عداوت نہیں۔ اول اس لئے کہ آپ نے جو کچھ کیا وہ ادائے فرض کے سلسلہ میں تھا۔ دوم اس لئے بھی کہ جہاں تک ممکن ہوا آپ نے سر جان کو سمجھانے کی ہی کوشش کی۔ اس لئے اگر آپ کو فرصت ہو تو سردست یہیں قیام فرمائیے۔ ابھی متوفی کے جنازہ کا اہتمام کرنا ہے۔ اور میں اس جائداد کی تفصیل بھی جاننا چاہتا ہوں۔ جو اچانک میرے ورثہ میں آئی ہے۔"

وکیل نے انداز تسلیم سے سر جھکایا۔ اور کہنے لگا "سب سے پہلے یہ فرمائیے۔ کیا ان نوکروں کو برخاست کر دیا جائے جنہوں نے آپ سے اور آپ کے دوست سے ناروا سختی کا سلوک کیا؟"

"نہ سردست کچھ نہ کیجئے۔" سر اڈگر بیور نے جواب دیا "جب تک رسم جنازہ ادا ہو۔ میں نہیں چاہتا کوئی تبدیلی عمل میں لائی جائے۔"

اب بات کافی گذر چکی تھی۔ اس لئے تھوڑی دیر بعد سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ اور اس کے اگلے دن جنازہ کی نسبت ضروری احکام صادر کئے گئے۔ اس روز کرسچن سویرے ہی ریمسگیٹ جا کر اس بازیگر سے ملا۔ جس نے انہیں بہت کچھ مدد دی تھی۔ معلوم ہوا کہ سر جان سٹیوارڈ کے انتقال کی خبر ابھی ان تک نہیں پہنچی۔ جب اس نے اسے کرسچن کی زبانی سنا۔ تو بہت دیر تک یقین نہ آیا۔

آخر کار کہنے لگا۔ "کیا میں امید کر سکتا ہوں۔ کہ آپ کل رات میرے یکایک بھاگ آنے پر مجھے بزدل تصور نہ کریں گے ۔ ۔ ۔؟"

"نہیں۔ نہیں۔ نہ میرا یا سر اڈگر بیور کا ہرگز یہ خیال نہیں ہے۔" کرسچن نے قطع کلام

کر کے کہا۔ تم اس وقت تک برابر ہماری مدد کرتے رہے ہیں کہ ناکامی صاف نظر آنے لگی۔ اس کے بعد یہ امید رکھنا واقعی بے جا ہوتا۔ کہ تم ہمارے لئے اپنی سلامتی کو خطرہ میں ڈالو۔ میں اتنا سویرے محض اس لئے تمہارے پاس آیا ہوں۔ کہ ایسا نہ ہو۔ تم دور کر شہر سے رخصت ہو جاؤ۔ اس کے علاوہ سر اینڈ گر بیورے نے تمہارے کچھ انعام بھی بھیجا ہے۔ اور ساتھ ہی وعدہ کیا کہ اگر کبھی تمہیں ان کی امداد کی ضرورت ہو تو وہ ہر وقت اس کے لئے تیار ہیں۔"

اتنا کہہ کر کرسچن نے نقدی سے بھری ہوئی تھیلی بازیگر کے ہاتھ پر رکھ دی۔ اور چلا آیا اس نے اسے کھولا تو بیس پونڈ نکلے۔ اس پر بازیگر نے وہ پُر جوش نعرہ ہائے مسرت بلند کئے کہ در و دیوار گونج اٹھے۔ اور ہمسائے اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے۔ ان کے سامنے وہ بہت دیر تک اپنی اچھل کود سے اظہار مسرت کرتا رہا۔

اس کام سے فارغ ہو کر کرسچن رائل ہوٹل میں گیا۔ جہاں سب سے پہلے اس نے سر اینڈ گر بیورے کا حساب چکایا۔ اس کے بعد یہ معلوم کر کے کہ ہوٹل کا مالک کہیں باہر گیا ہوا ہے اپنی رقم بھی بیباق کر دی۔ ناظرین کو یاد ہو گا۔ کہ ہوٹل کے مالک نے اُسے مہمان کی حیثیت میں رکھا ہوا تھا۔ وہ ہوتا تو کرسچن کو ایک پیسہ ادا نہ کرنے دیتا۔ بہر حال وہ ایک محسن کی رعایت سے بے جا فائدہ اٹھانا کسر شان سمجھتا تھا۔ پس اس نے اپنا حساب بھی کوڑی پیسے سے بے باق کیا۔ اور اپنا اسباب ورزہوں بھیجنے کی ہدایت کر کے واپس چلا آیا۔ دن کا باقی حصہ سرسری طور پر گذرا۔ اور کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ سب لوگ کل رات کے تھکے ماندے تھے۔ اس لئے جلدی ہی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

مگر کرسچن کو خوابگاہ میں آئے قریباً نصف گھنٹہ گذرا تھا۔ اور وہ لباس اتارنے سے پہلے ابھی ان واقعات پر غور کر رہا تھا جن میں بعض اتفاقی حالات نے اس کو شریک کر دیا تھا۔ کہ ناگاہ کمرہ کا دروازہ آہستگی سے کھلا۔ اور مسز آکسنڈن داخل ہوئی۔ وہ دن کا لباس اتار کر سادہ شب خوابی میں ملبوس تھی۔ اور اس پتلی چادر کے اندر سے جو اس نے بدن پر ڈالی ہوئی تھی۔ گردن اور چھاتیوں کا بڑا حصہ نمودار تھا۔ اس حالت میں بھی یہ معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ حسن عریاں کی نمائش قصداً کی گئی ہے۔ یہی گمان ہو سکتا تھا۔ کہ جلدی میں چادر اچھی طرح اوڑھی نہیں گئی۔ سر ننگا اور پر زاغ کے ایسے سیاہ بالوں کی لٹیں ڈھلوان شانوں پر پھیلی ہوئی تھیں۔ اور کمربند کی موجودگی شاید اس کے سوا کوئی فائدہ نہ رکھتی تھی۔ کہ بدنی موزونیت کو اچھی طرح نمایاں کرے کیسا پر بیبہ

سلیپر جن کے اندر سے خوشنما گول ٹخنے صاف نظر آتے تھے۔ اور چہرہ نقاب سے ڈھکا ہوا تھا۔

کمرہ میں داخل ہوکر اس نے اشارہ سکوت کے طور پر لبوں پر انگلی رکھی، پھر اندر آکر دروازہ بند کر دیا۔ اسے اس نیم برہنگی کی حالت میں دیکھ کر کریچن کا چہرہ حیرت اور غصہ سے سرخ ہو گیا اور وہ اسے واپس جانے کا حکم دینا چاہتا تھا کہ اشارہ سکوت دیکھ کر رک گیا۔

مسز آکنٹن نے اس کی طرف انکسار و التجا کی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہنے لگی "مسٹر ایشٹن شاید آپ کو میری بے وقت آمد پر حیرت ہے۔ مگر ٹھہریئے جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں۔ اُسے سننے کے بغیر رائے قائم نہ کیجیے۔"

"میڈم" کریچن نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "اگر آپ کو مجھ سے کچھ کہنا ہے تو اس کے لیے بہتر وقت تلاش کیجیے۔ یہ وقت آرام کا ہے۔ آپ بھی جا کر آرام کیجیے۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے دروازہ کی طرف پر معنی انداز سے دیکھا۔

"مسٹر ایشٹن۔ آج روئے زمین پر مجھ سے دکھیاری عورت کوئی نہیں" مسز آکنٹن نے نم آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ایک مصیبت زدہ کی سرگذشت سننے کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں۔ فیاض آدمی ہر وقت اس کے لیے تیار رہتے ہیں۔"

"مگر میں اس وقت کچھ نہیں سن سکتا۔ اور نہ کچھ سنوں گا" کریچن نے پر غضب ہو کر کہا۔ "جائیے میں پھر کہتا ہوں۔"

"میں نہ جاؤں گی۔" عورت نے باصرار جواب دیا۔ "جب سے آپ شہر کا پھیرا کر کے آئے ہیں میں اس انتظار میں تھی۔ کہ آپ سے گفتگو کا موقع پیدا کروں۔ مگر آپ قصداً گریز کرتے رہے معلوم ہوتا ہے۔ کسی وجہ سے آپ میری بات سننا نہیں چاہتے تھے۔"

"شاید ایسا ہو" کریچن نے کہا۔ "بہرحال اگر آپ کو ضرور کچھ کہنا ہے۔ تو اسے کل تک ملتوی کیجیے۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو کچھ آپ کو کہنا ہے میں اُسے سننے سے انکار نہ کروں گا مگر آج بات ممکن جگہ۔۔۔ یہ غیر ممکن ہے۔ اور میری رائے میں آپ کا اصرار کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ اس لیے جائیے میں درخواست کرتا ہوں۔"

ایک لمحہ کے لیے وہ اس طرح پیچھے مڑی۔ گویا دروازہ کی طرف جا رہی ہے۔ مگر فوراً ہی رک کر اپنی تیز سرگیں آنکھیں کریچن کے چہرہ پر جماتے ہوئے اس نے موثر انداز سے کہنا شروع کیا۔ "بہت اچھا میں جاتی ہوں۔ مگر آپ سے رخصت ہونا میرے لیے اس دنیا سے رخصت ہونے

کے برابر ہے۔ سمندر پاس بہتا ہے۔ مجھ بدنصیب کے لئے ضرور اس کا پانی گہرا ہوگا۔"

"ستم رسیدہ عورت" کرسچن نے آگے بڑھ کر اسے روکتے ہوئے کہا۔ "کیوں حماقت کرتی ہے؟ کیوں اپنی سیاہ کاریوں پر خودکشی کے گناہ عظیم کا اضافہ کرنا چاہتی ہے؟ کیا تیری اگلی خطائیں کچھ کم ہیں۔ کہ ان کا پیمانہ اس جرم سے لبریز کرنے کی خواہش ہے؟ اس ناپاک ارادہ سے باز آ۔ اور زندہ رہ کہ توبہ و استغفار سے اپنے اعمال سیاہ کی تلافی کر سکے۔"

"مگر جب ہر شخص میری طرف نفرت سے دیکھتا ہے۔ اور سب لوگ مجھے برا کہتے ہیں" مسز آکسنڈن نے ذہنی اذیت کے لہجہ میں کہا۔ "تو بتائے دنیا میں میرے جینے کی کیا حاجت ہے؟"

"ہر شخص کا تم سے نفرت کرنا عجیب نہیں۔" کرسچن نے جواب دیا۔ "اس کی وجہ تمہارا اپنا دل اچھی طرح جانتا ہے۔ مگر یہ بات کہ کوئی تمہیں برا کہتا ہے۔ میں اسے ماننے کو تیار نہیں۔۔۔"

"میں کچھ جھوٹ نہیں کہتی۔" مسز آکسنڈن نے پرجوش لہجہ میں قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "آج کا دن میں نے جس اذیت میں بسر کیا۔ اسے کچھ میرا ہی دل جانتا ہے۔ ایک ادنیٰ نوکر مجھ سے طنز آمیز باتیں کہتا ہے۔ اور میں کچھ جواب نہ دے سکتی۔ کیونکہ ہر شخص مجھی کو مستوفی ہیرونٹ کا محرک سمجھتا ہے۔ نوکر لوگ اپنے اعمال سے موقوفی کے مستوجب قرار پائے۔ مگر ان میں بھی ہدف ملامت فقط میں ہوں۔ تھوڑی دیر کا ذکر ہے۔ کہ وہ خادمائیں جو لباس بدلوانے میرے پاس آئیں۔ بہت کچھ تیکھی کڑوی باتیں کہہ رہی تھیں۔۔۔"

"سچ کہتی ہو؟" کرسچن نے غصہ اور حیرت سے پوچھا۔

"بالکل سچ کہتی ہوں۔" مسز آکسنڈن نے اس حالت میں جواب دیا۔ کہ آنسوؤں کے قطرے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ اور سینہ برہنہ جیالی سمندر کی طرح متلاطم تھی۔ "مجھ سے طرح طرح کی بدسلوکی ہوتی ہے۔ اور میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔"

"یقیناً سر ایڈگر ہیور نے کو ان حالات کا علم نہ ہوگا۔ ورنہ ممکن نہیں کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی اجازت دیتے۔" کرسچن نے جلدی سے کہا۔ "آج تک جو کچھ تم نے کیا۔ وہ کتنا بھی قابل مذمت ہو۔ مگر تمہیں اپنے مکان میں رکھ کر سر ایڈگر ہرگز اس کے روادار نہ ہوں گے۔ کہ وہ نوکر اور ملازمین تمہاری بے عزتی کریں۔ جو خود اپنے آقا سے بدکردار کے ہر جائز و ناجائز حکم کی بشوق تعمیل کیا کرتی تھیں۔۔۔ گو ایک مردہ آدمی کے خلاف سخت الفاظ کہنے کا مجھے بھی رنج ہے۔"

"خیر جو کچھ میں کہہ رہی ہوں۔ اس میں ذرا جھوٹ نہیں۔" مسز آکسنڈن نے اسی پرجوش لہجے

میں کہا "اور اس سے میری طبیعت میں غصہ اور ہیجان پیدا ہونا قدرتی ہے۔ میری اپنی بہن سرد مہری سے دیکھتی ہے۔ مسز ایڈگر گفتگو تک کے روادار نہیں۔ آپ قصداً مجھ سے پرے پرے رہتے ہیں۔ مسٹر اینڈ ریوز اس سرد اخلاق سے پیش آ رہے ہیں جو صریح توہین سے بدتر ہے۔ نوکر طعنے دیتے ہیں۔ نوکرانیاں کہنا نہیں مانتیں۔ آپ ہی کہئے ان سختیوں کو کوئی کب تک برداشت کر سکتا ہے۔ نیم دیوانی ہو کر آپ کے پاس آئی تھی مگر آپ دھرے ہی دھتکارنا چاہتے ہیں۔"

"مسز آکسنڈن" کرسچن نے جلدی سے کہا "آج کی رات جس طرح ممکن ہو بسر کرو۔ صبح میں مسز ایڈگر سے مل کر ایسا انتظام کر دوں گا۔ کہ پھر کوئی شکایت پیدا نہ ہوگی۔ بس جاؤ۔"

مسز آکسنڈن نے حالت یاس میں دانتوں سے ہونٹ دبایا۔ وہ قصداً اس طرح کا لباس پہن کر آئی تھی جس سے کرسچن کے جذبات بہیمیہ کو بھڑکانا منظور تھا۔ اور گو کرسچن شروع سے اس کو واپس بھیجنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تاہم اپنی حکمت عملی سے اس نے اسے باتوں میں بھی لگا لیا۔ اس میں شک نہیں اس سے باتیں کرتے ہوئے وہ دوسری طرف منہ کر کے کھڑا تھا۔ بہرحال وہ یہی سمجھتی تھی۔ اب بہت جلد مجھے اپنے منصوبہ میں کامیابی ہوگی۔ مگر جس وقت ساری گفتگو سن کر بھی کرسچن نے اسے واپس جانے کے لئے کہا۔ تو اس کی مایوسی کی کوئی حد نہ رہی۔

ایک لمحہ کے لئے اضطراب غالب ہوا۔ مگر فوراً ہی سنبھل کر اس نے اسلحہ حسن کا وار از سر نو کرنے کا تہیہ کر لیا۔ وہ اب تک سمجھتی تھی۔ کہ میں اس ذریعہ سے کرسچن کی پاکبازی کے مستحکم قلعہ کو سر کر لونگی۔ پہلی چال معمولی شکایات کی مبالغہ آرائی سے اس کے دل میں ہمدردی پیدا کرنے کی تھی اور وہ مشاہدہ سے اس بات کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔ کہ ننانوے فیصدی حالتوں میں مرد کو حسین عورت سے ہمدردی ہو جائے۔ تو اسے اس کی مفتونیت کا پہلا قدم جاننا چاہئے۔ مگر اس میں ناکام ہو کر اب اس نے دوسری ترکیب اختیار کی۔

کہنے لگی "آپ ہر بار مجھے جانے کے لئے کہتے ہیں۔ مگر انصاف کیجئے یہ سلوک کیا اس فیاضی اور ہمدردی کے مطابق ہے جس کا اظہار آپ زبانی کر رہے ہیں؟ یاد رکھئے مردوں کا شیوہ قول و فعل کی یکسانیت ہے۔"

"مسز آکسنڈن میں آخری بار حکم دیتا ہوں کہ یہاں سے جاؤ" کرسچن نے جس کے دل میں اب یہ شبہ پیدا ہونے لگا تھا۔ کہ اس عورت کا اتنا پر تصد ہونا ضرور کچھ معنی رکھتا ہے۔ باصرار کہا۔ "تمہارا طرز عمل آداب تہذیب سے بعید ہے۔ پس اگر واقعی تم میں وہ شرم باقی ہے۔ جسے

عورت کا جوہر کہا کرتے ہیں۔۔۔"

"افسوس! افسوس! اب آپ بھی مجھ بدنصیب کو ملامت کرنے اور طعنے دینے لگے" اور یہ کہہ کر مسز آکسنڈن اس طرح روتے ہوئے گویا اس کا دل ٹوٹا جا رہا ہے۔ بظاہر بے بس ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

کرسچن حیران تھا کہ مجھے اس عورت کے متعلق کیا رائے قائم کرنی چاہیئے؟ کیا یہ واقعی اتنی ستم رسیدہ ہے۔ یا میرے دوسرے شبہات کی تصدیق ہو رہی ہے۔ مجبور ہو کر کہنے لگا۔ "دیکھو میں التجا کرتا ہوں۔ میری بات کا برا نہ مانو۔ اور خدا کے لیے سکون حاصل کرو۔ کسی نے تمہارے رونے کی آواز سن لی تو کیا کہے گا؟"

"تو پھر آپ بھی مجھ پر سختی نہ کیجیے۔" عیار عورت نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ اور بظاہر بےخبری میں اپنے لباس کو اور ڈھیلا کر دیا۔ جس سے حسن کی عریانی زیادہ مکمل ہو گئی۔

"میڈم" اب کرسچن نے ناقابل ضبط غصہ کی حالت میں کہا۔ "فوراً یہاں سے چلی جاؤ۔ ورنہ خود مجھ کو دوسرے کمرہ میں جانا پڑے گا۔ اور کل یہ بات سب پر ظاہر ہو جائے گی۔ کہ میں نے کیوں ایسا کیا۔"

"سنگ دل! بے رحم!" مسز آکسنڈن نے مست آنکھوں کی بجلیاں گراتے ہوئے کہا "میں تو تم پر جان فدا کرتی ہوں۔۔ میں تمہارے فراق میں دیوانی ہو رہی ہوں۔ اور تم اس طرح بے مہری کا سلوک کرتے ہو۔ افسوس۔ مردوں کی ذات کتنی بےوفا ہے! ظالم میری آنکھوں سے دیکھو کہ اس سینہ میں برہ کی آگ کس طرح جل رہی ہے۔"

ایک لمحہ کے لئے کرسچن کو یہ الفاظ سن کر اتنی حیرت ہوئی کہ زبان کو یارائے تکلم نہ رہا۔ مسز آکسنڈن نے اسے فتح کا پہلا قدم سمجھ کر دونوں بازو اس کی گردن میں ڈالدیئے۔ اسے پرزور سینہ سے لگایا۔ اور اس کے رخسار تاباں کو پے در پے بوسے دیئے۔ تھوڑی دیر تک کرسچن بےحسی کی حالت میں رہا۔ مگر یکایک سنبھل کر غیرمعمولی جوش ظاہر کرتے ہوئے اس نے مسز آکسنڈن کو زور سے پرے ہٹا دیا۔ لیکن عیار عورت نے جو اس کو مطیع کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ نہ صرف اس لئے کہ اس کے حسن و جمال پر فریفتہ تھی۔ بلکہ اس لئے بھی کہ وہ اس کے ذریعہ سر ایڈگر ہیوڈلے پر اثر ڈالنا چاہتی تھی۔ اب بھی ہار نہ مانی۔ فوراً دام فریب کو دوسری طرح بچھایا۔ وہیں اس کے سامنے دوزانو ہو کر اپنے بازو کرسچن کی طرف پھیلا دیے۔ اور پر وحشت انداز سے کہنے لگی۔ "ظالم کیوں

عورت سے نفرت ہے۔ جو تیری ہر ادا پر جان نثار کرتی ہے؟ کیا میں خوبصورت نہیں؟ کیا میرا شباب ڈھل گیا ہے؟ ...“

”جاؤ گی یا نہیں؟“ کرسچن نے بڑے جوش سے کہا۔ کیونکہ وہ کسی طرح اس معاملہ کو ختم کرنا چاہتا تھا۔

”میں نہ جاؤنگی۔ اور نہ شاید تم ہیں اتنے بے رحم ثابت ہو گے ...“

کرسچن اس کے آگے نہ سن سکا۔ کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر اس نے آتشدان سے جلتی ہوئی شمع اٹھائی۔ اور تیز چلتا کمرہ سے باہر نکل گیا۔ مسز آکسفورڈن جو اپنے فاسد جذبات ناپاک خیالات اور دو ر صحبت کی عادی ہونے سے سمجھتی تھی۔ کہ مردوں میں ایسا نیک کوئی نہیں۔ جو انتہائے حسن کی تاب مزاحمت رکھتا ہو۔ کرسچن کی حرکات دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئی۔ اور اس کے چلے جانے کے بہت دیر بعد بدحواس و بے حرکت کمرہ کے وسط میں کھڑی رہی۔

باب - ۷۶

ہولناک اسرار

جس کمرہ میں یہ واقعات پیش آئے۔ اس کے دونو طرف کئی اور کمرے واقع تھے۔ اور چونکہ یہ سب خالی تھے۔ اس لئے کرسچن جلدی سے ایک کے اندر گھس گیا۔ اور جھٹ دروازہ بند کر لیا۔ مگر ایسا کرتے ہوئے جو ہوا پیدا ہوئی۔ اس سے شمع گل ہو گئی۔ پھر بھی کھڑکیوں کے پردہ کی راہ سے کمرہ میں اتنی مدھم روشنی داخل ہو رہی تھی کہ اس کی مدد سے اس نے دیکھ لیا کہ وہاں کوئی اور آدمی نہیں ہے۔ اس کے بعد سب سے پہلا کام جو اس نے کیا۔ وہ دروازہ کو اندر سے مقفل کرنا تھا۔ کہ ایسا نہ ہو مسز آکسفورڈن جوش وحشت میں یہاں بھی آجائے۔

یہ کر کے وہ ایک پلنگ پر جو کمرہ میں ایک طرف بچھا ہوا تھا لیٹ گیا۔ اور حالات پیش آمدہ پر غور کرنے لگا۔ اب اس کے دل میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہ تھا۔ کہ مسز آکسفورڈن کا مقصد رات کے وقت میری خوابگاہ میں آنے سے محض دام حسن پھیلانا تھا جس سے وہ اپنے جذبات فاسد کی تسکین کے علاوہ کچھ اور فائدہ بھی حاصل کرنا چاہتی تھی۔ ایسا شرمناک واقعہ خواہ کہیں کسی حالت میں پیش آتا۔ کرسچن کو ایسی بے حیا عورت سے نفرت ہونا یقینی تھا۔ کرسچن نے

کسی تحریص و ترغیب کے بغیر متاع حسن کو ایک اجنبی کے حوالہ کرنا منظور کیا۔ لیکن بصورت موجودہ احساس نفرت اس لئے اور بھی تیز ہوا۔ کہ مسز آکسنڈن نے اپنی کور نفسی میں اس کا بھی خیال نہ کیا۔ کہ اس مکان میں تھوڑی دیر پہلے ایک روح فرسا موت واقع ہو چکی ہے نہ یہی سوچا۔ کہ اسی کے دوسرے حصہ میں میری بہن موجود ہے۔ مگر بجنت نے ایک خوفناک سانحہ کے بعد چوبیس گھنٹے بھی گذرنے نہ دیئے کہ اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کے لئے آمادہ ہوئی۔ ان حالات سے کرسچن کے دل میں اس شوریدہ سر بدکردار عورت کے خلاف سخت ہی نفرت کا احساس ہوا۔ اور اس نے اس بات کا فیصلہ کر لیا۔ کہ صبح ہوتے ہی سب حال مسٹر ایڈگر ہیولے سے کہہ دوں گا۔

انہی فکروں میں آدھ گھنٹہ گذر گیا۔ یکایک اسے خیال آیا کہ میں نے ابھی تک کپڑے بھی نہیں اتارے۔ رات چونکہ بہت جا چکی تھی۔ اس لئے سونے کی فکر کرنا ضروری تھا۔ یہ سوچکر اس نے کپڑے اتار دیئے۔ اور سونے کی غرض سے پلنگ پر لیٹا۔ مگر پھر بھی بہت دیر تک نیند نہ آئی۔ آخر اس حالت میں تھا جب خواب کامل سے پہلے انسان کے حیات خواب و بیداری کی وسطی منزل میں ہوتے ہیں یعنی غنودگی کی وہ حالت طاری ہو جاتی ہے جس میں سانس آہستہ اور باقاعدگی سے چلنے لگتی ہے کہ ایک ہلکی دبی ہوئی آواز نے اسے یکایک بیدار کر دیا۔

کرسچن نے آنکھیں کھولیں۔ مگر پلنگ سے اٹھا نہیں۔ بیدار ہو کر وہیں لیٹا ہوا چپ چاپ سننے لگا۔ معلوم ہوا۔ کوئی اس کمرہ کی دستی گھماتا اور دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا ہے کرسچن نے سمجھا شائد مسز آکسنڈن ہے مگر اس خیال سے چپ رہا۔ کہ دروازہ اندر سے بند ہے۔ اور اس کے کھلنے کا احتمال نہیں۔ اتنے میں اس طرح کی آواز سنائی دی جیسے کوئی آہنی کنجی داخل کر کے قفل کھولنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس سے کرسچن کو بہت حیرت ہوئی۔ کیونکہ قفل کھولنے کا عمل باہر سے نہیں کمرہ کے اندر ہی سے ہو سکتا تھا۔ وہ گھبرا کر اٹھا۔ کمرہ کے اس حصہ میں جہاں دروازہ تھا کامل تاریکی تھی۔ مگر اس تاریکی میں بھی ایک صورت دروازہ کے پاس کھڑی نظر آئی۔ کرسچن توہمات کا قائل نہ تھا۔ فوراً پلنگ سے اٹھا۔ اور جست کر کے دروازہ کی طرف گیا۔ مگر جیسے ہی اس صورت پر ہاتھ ڈالا۔ پہلے ایک ہلکی چیخ کی آواز سنائی دی۔ پھر وہ صورت دوزانو ہو کر رحم کی التجا کرنے لگی۔ کرسچن نے آواز پہچانی۔ یہ وہی حبشی عورت تھی!

کہنے لگا۔ "ایک لمحہ ٹھیرو۔ میں تمہیں ضرر پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔"

قفل بند کر کے اس نے کنجی جیب میں رکھ لی۔ اور پلنگ کی طرف جا کر ضروری کپڑے پہنے

واپس آکر پوچھنے لگا: "اب بتاؤ، تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

حبشن اب تک سہمی کھڑی تھی۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی: "کل رات وکیل صاحب نے مجھے اس گھر سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ مگر میں حیران تھی کہاں جاؤں؟ یہ بھی خیال تھا شاید نئے آقا کا غصہ کم ہو تو میرا قصور معاف کر دیں۔ اسلئے اس کمرہ میں آکر چھپ گئی۔ دن بھر بھوکی پیاسی رہی۔ آخر جب رات ہوئی تو چھپ کر باورچی خانہ میں گئی۔ اور روکھی سوکھی جو کچھ ملا کھا کر آگئی۔ بدقسمتی سے یہاں آئے پانچ ہی منٹ گذرے تھے کہ دروازہ کھلا... افسوس کہ میں اسے بند کرنا بھول گئی تھی... اور آپ داخل ہوئے۔ آپ کے آتے ہی شمع گل ہو گئی۔ اس لیئے اندھیرے میں یہ معلوم نہ ہوا کہ کون آیا ہے۔ خیر میں اس خیال سے ٹھیر گئی کہ آنے والا سو جائے تو باہر نکلوں۔ چنانچہ اب یہی سوچ کر باہر جا رہی تھی کہ..."

"کہ میں نے تمہیں دیکھ لیا" کریچن نے فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ کہ مجھے اس عورت سے کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ پہلے خیال آیا۔ کہ ایک عورت کو گو وہ دشمن ہی ہے آدھی رات کے وقت گھر سے باہر نکالنا جوہر مردانگی سے بعید ہے۔ پس وہ کہنا چاہتا تھا۔ کہ جاؤ دوسرے کمرہ میں آرام کرو۔ کہ یکایک سوچا۔ کیا عجب گھر میں اس عورت کی موجودگی کوئی خاص معنی رکھتی ہو۔ چونکہ اس کی سرشت بد ہے۔ اس لیئے ممکن ہے کہ بری نیت سے ٹھیری ہوئی ہو۔ پس کہنے لگا: "تم کہتی ہو میں حیران تھی کہ کہاں جاؤں۔ اچھا تو بتاؤ سرجان سٹیوارڈ کے ہاں رہتے تمہیں کتنا عرصہ ہوا؟"

"کوئی سات سال" عورت نے جواب دیا۔

اس کی زبان ناقص تھی۔ مگر ہم نے قصداً سب باتوں کو صاف اور صحیح لفظوں میں ہی لکھا ہے کہ ناظرین کے لیئے بے وجہ الجھن پیدا نہ ہو۔

"یہاں رہتے ہوئے تم نے جو کام کیئے وہ اچھے تو کیا ہوں گے۔ کیونکہ سرجان ایسے شہریار کے در پر تمہارے ایسے ہی ہو سکتے ہیں۔" کریچن نے آہستہ سے کہا۔ "بہر حال اپنی خدمات کا معاوضہ تمہیں ضرور معقول ملتا ہوگا۔ کیونکہ بدسرشت لوگ ہمیشہ ایسے کاموں کی قدر کیا کرتے ہیں۔ پس لازماً تمہارے پاس کافی روپیہ موجود ہوگا۔ مگر تم کہتی ہو کہ یہاں سے جا کر ٹھیرنے کو کوئی مقام ہی نہ تھا۔ بتاؤ اس اختلاف کی وجہ کیا ہے؟"

"صاحب میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی" حبشن نے کہا۔ "میں اس ملک میں بالکل اجنبی

عورت ہوں...“

”کیوں نہیں۔ سات سال سر جان سٹیوارڈ کی خدمت جو کی ہے“ کرسچن نے طنز کے لہجہ میں کہا۔ ”کیا اتنی مدت یہاں رہ کر بھی تمہارا ہی اجنبیت رفع نہ ہوئی؟ بدکردار عورت میں جان گیا تم ضرور کسی بات کو چھپاتی ہو۔ آؤ۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے۔ صاف صاف کہہ دو۔ نہیں رحم کی مستحق سمجھی جا سکتی ہو۔ مکر و فریب کا زمانہ گذر گیا۔ اب اگر دھوکا دینے کی کوشش کروگی۔ تو نقصان کے سوا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔“

یہ کہتے ہوئے کرسچن نے کمرہ کی تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حبشن کے چہرہ کی طرف دیکھا مگر سیاہی میں ملی ہوئی سیاہی پر کوئی خاص آثار نہ دیکھ سکا۔ اس عرصہ میں عورت چپ چاپ کھڑی رہی۔ مگر اس کی مضطربانہ حرکتوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ بہت بے چین ہو رہی ہے۔ اس سے کرسچن کے شبہات کو تقویت ہوئی۔ اور اسے یقین ہونے لگا کہ گھر پر اس عورت کی موجودگی ضرور کوئی خطرناک اہمیت رکھتی ہے۔

پس زیادہ استقلال کے لہجہ میں کہنے لگا۔ ”دیکھو جو کچھ میں کہتا ہوں اسے غور سے سنو۔ اس گھر میں تمہاری موجودگی ضرور کسی فاسد ارادہ پر مبنی ہے۔ اس لئے اگر سب بھید ظاہر نہ کروگی۔ تو مجبوراً صبح تک زیر حراست رکھی جاؤگی جس کے بعد کل تمہیں حوالہ پولیس کر دیا جائے گا۔ کہ وہ جو کارروائی مناسب ہو کریں۔“

”صاحب میں ہاتھ جوڑتی ہوں ایک غریب عورت پر ایسا ظلم نہ کیجئے۔“ عورت نے التجائی لہجہ میں کہا۔

”تم جتنی منت کرتی ہو۔ اتنا ہی میرا یقین پختہ ہوا جاتا ہے۔ کہ تم دغا و فریب کی پتلی ہو۔“ مسٹر کرسچن نے کہا۔ ”اسلئے جب تک سب حال صاف صاف نہ کہوگی میں ہرگز نرمی کا سلوک نہ کرونگا۔ دیکھو میری شرطیں یہ ہیں۔ سب حال کہہ دوگی۔ تو حالات کے مطابق جہاں تک ممکن ہوگا۔ نرمی کا سلوک کیا جائیگا۔ ورنہ ضد پر اڑوگی تو پھر جیسی کارروائی مناسب ہوگی کی جائیگی۔ بہرحال بعد میں ہر قسم کی منت و زاری فضول ہوگی۔“

قریباً ایک منٹ خاموشی رہی۔ معلوم ہوتا تھا۔ حبشی عورت کچھ سوچ رہی ہے۔ آخر رکتے رکتے کہنے لگی۔ ”مسٹر اشٹین۔ اگر میں آپ کو ایک بہت بڑے راز سے واقف کردوں۔ تو کیا آپ مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دیں گے؟“

"میں کہہ چکا ہوں سچ بولنے کی صورت میں جس قدر نرمی ممکن ہوگی برتی جائے گی۔" کرسچن نے جواب دیا۔ "پہلے تم میرے ایک دو سوالوں کا جواب دو۔ کیا مسز آکسنڈن کو گھر میں تمہاری موجودگی کا علم ہے؟"

"نہیں میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ انہیں مطلق علم نہیں ہے۔" حبشن نے باصرار کہا۔

"اچھا تو تمہارے یہاں رہنے کا اصلی بھید کیا ہے؟" کرسچن نے پوچھا "جو بات سچی ہو کہہ دو۔ میں بیتاب ہو رہا ہوں۔ وہ راز جو تم ظاہر کرنا چاہتی ہو۔۔۔"

"بہت لمبا ہے۔ اس کی تفصیل میں بہت سا وقت صرف ہوگا۔ اور اسے سننے کے لئے آپ کو صبر و سکون سے کام لینا پڑے گا۔" حبشن نے جواب دیا۔ "اگر آپ نے ایسی ہی بے قراری ظاہر کی۔۔"

"نہیں نہیں میں تمہارے بیان کو پورے صبر و سکون کے ساتھ سننے کا وعدہ کرتا ہوں بشرطیکہ تم فوراً اصل معاملہ کی طرف آنا منظور کرو۔" کرسچن نے کہا۔ پھر یہ سوچ کر اندھیرے میں کھڑے ہو کر باتیں کرنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ وہ حبشن کی صورت سے اس بات کا اندازہ نہ کر سکتا تھا۔ کہ وہ مذاق کر رہی ہے یا سنجیدہ گفتگو۔ اس نے جلدی سے کہا "اچھا ادھر چاندنی روشنی میں آجاؤ۔ وہاں کرسیاں موجود ہیں۔ وہاں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

"بہت اچھا۔ اب تو مجبوراً سب حال کہنا ہی پڑے گا۔" حبشن نے بڑبڑا کر کہا۔ اور وہ کرسچن کے ساتھ اس میز کے پاس گئی جو کھڑکی کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ وہاں وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ دوسری پر کرسچن اس کے بالمقابل جا بیٹھا۔

"اچھا اب کہہ ڈالو۔ میں سنتا ہوں۔" اس نے کہا۔

حبشن نے اپنا قصہ اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔ "شاید آپ کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ آج سے قریباً سات آٹھ سال پہلے جب میں اول اول سر جان سٹیوارڈ کے ہاں نوکر ہو کر آئی۔ تو اس مکان میں بعض عمارتی تبدیلیاں ہو رہی تھیں۔ خود سر جان تب اپنے لندنی مکان میں رہا کرتے تھے۔ لیکن مجھے اور ایک اور عورت کو اسی مکان میں رکھا گیا۔ کیونکہ عمارت کا کام ختم ہونے پر ان کا ارادہ بھی یہیں اٹھ آنے کا تھا۔۔"

"مگر یہ عمارتی جھگڑے میرے لئے کیا دلچسپی رکھتے ہیں؟" کرسچن نے اکتا کر پوچھا۔ "میں تو یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آج رات تمہارے اس گھر میں رہنے کا صحیح مقصد کیا تھا؟"

"سنئے۔ میں نے پہلے ہی عرض کر دیا تھا۔ کہ آپ کو میری داستان صبر کے ساتھ سننی ہوگی" حبشن نے جواب دیا۔ "اور آپ ابھی سے گھبرائے جاتے ہیں۔۔۔"

"چلو اچھا میں اپنی غلطی مانتا ہوں،" کرسچن نے کہا "آگے کہو"

"جیسا میں بیان کر رہی تھی۔ وہ معمار جنہوں نے اس مکان میں تبدیلیاں کیں۔ خاص طور پر لندن سے بھیجے گئے تھے۔ اور جب انہوں نے کام مکمل کر لیا۔ تو ان کو معاوضہ بھی معقول دیا گیا۔ جو اس لئے باعث حیرت نہیں۔ کہ وہ اس مکان کے ایک بہت بڑے راز سے واقف تھے۔ حقیقت میں اس عمارت کے اندر ایک ایسا خفیہ کمرہ موجود ہے جس کی موجودگی سے وہی واقف ہو سکتا ہے جسے اس بارہ میں خبردار کیا گیا ہو۔ وہاں تک جانے کا راستہ اتنا مخفی اور پوشیدہ ہے۔ کہ اگر کوئی بارہ سال تک اس گھر میں رہے تو بھی اس سے واقف نہیں ہو سکتا۔"

"تمہارا بیان حیرت خیز ہے،" کرسچن نے کہا۔ "یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تمہارے سوا کوئی اس کمرہ سے واقف نہ ہو؟"

"دراصل وہ جگہ جس کا میں آپ سے ذکر کر رہی ہوں۔ ایک لمبی تنگ کوٹھڑی کی طرح ہے،" جیسی نے بیان کیا۔ "وہ عمارت کا ایک زائد حصہ ہے جسے چاروں طرف سے اس طرح چھپا دیا گیا ہے کہ کسی کو اس کی موجودگی کا علم نہیں ہو سکتا۔ روشنی کا انتظام چھت میں کیا گیا ہے۔ اور کمرہ تک جانے کے لئے ایک نہایت تنگ زینہ طے کرنا پڑتا ہے۔ اس کی دیواریں اتنی موٹی ہیں۔ کہ اندر کی آواز کسی حال میں باہر نہیں آ سکتی۔ اور چونکہ چھت کا روشندان بھی دوہری ساخت کا ہے۔ اس لئے ادھر سے بھی آواز نکلنے کی کوئی صورت نہیں۔ مختصر یہ کہ سارا انتظام نہایت مکمل اور عجیب ہے۔ کیونکہ وہاں تازہ ہوا پہنچانے کا بھی معقول انتظام کیا گیا ہے۔ میرا خیال ہے سر جان سٹیوارڈ نے اس کی تیاری پر بے شمار روپیہ صرف کیا ہوگا۔"

"خیر تو اب اس الف لیلہ کی داستان کو ختم کرو اور اصل مطلب کی طرف آؤ،" کرسچن نے مجبور ہو کر کہا۔ وہ اس بیان کو سراسر غلط سمجھتا تھا۔ مگر ساتھ ہی یہ جاننے سے بھی قاصر تھا۔ کہ آخر اس کی مصلحت کیا ہے۔ "یہ بتاؤ کہ اس کمرہ سے کام کیا لیا جاتا تھا؟"

"صبر کیجئے۔ میں اسی طرف آ رہی ہوں،" جیسی نے یہ جان کر کہ میرے بیان پر شک کیا جاتا ہے کہا۔ "یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا۔ کہ سر جان سٹیوارڈ رنگین مزاج عاشق تن امیر تھے۔ عہد شباب میں کئی جوان لڑکیاں ان کی ہوس کا شکار ہوئیں۔۔۔"

"میں نے اس بارہ میں کچھ حال پیشتر سنا ہے،" کرسچن نے جواب دیا۔ "اس لئے میں تسلیم کرتا ہوں کہ جو کچھ تم کہہ رہی ہو صحیح ہوگا۔ مگر وہ خفیہ کمرہ۔۔۔"

"وہ کمرہ سرجان سٹیوارڈ کو اپنی خواہشات پوری کرنے میں بہت مدد دیتا تھا۔" حبشن نے جواب دیا۔ "بسا اوقات جب ان کے آدمی کسی حسینہ کو ورغلا کر یا زبردستی یہاں لانے میں کامیاب ہو جاتے۔ تو پھر اسے کئی کئی دن تک اس کمرہ میں زیر حراست رکھا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ کچھ تکان کچھ پریشانی۔ کچھ حراست کے اثر اور کچھ اس دوا کے نشہ سے جو اس کے کھانے پینے کی چیزوں میں ملا دی جاتی تھی۔ مجبور ہو کر ایسی عورت سرجان کی نفسانیت کا شکار ہو جاتی۔ اس کے بعد اسے یہ کہہ کر دھمکایا جاتا تھا۔ کہ اگر تم اس راز کو کسی پر ظاہر کرو گی۔ تو یاد رکھو تمہیں دائمی حبس میں رکھا جائیگا۔"

"اُف! کیا یہ ممکن ہے!" کرسچن نے چونک کر کہا۔ اب اس کی بے اعتباری مٹ گئی۔ اور حبشن کی داستان سچی نظر آنے لگی۔ اب وہ اس کہانی کا انجام معلوم کرنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔

"جی ہاں یہ ممکن کیا صحیح ہے۔ خود میں نے ایسی بے شمار وارداتیں اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔"

"اور شاید اے روسیاہ عورت تو نے ان کاموں میں مدد بھی دی ہے؟"

"دیکھئے دیکھئے۔ اب آپ پھر جھنجھلانے لگے۔ اس حالت میں مجھے آپ کے ہاتھوں رحم کی امید کیونکر ہو سکتی ہے؟" حبشن نے ڈرتے ہوئے کہا۔

"خیر کہتی جاؤ۔ اور اگر ممکن ہوا تو میں نہ روکونگا" کرسچن نے بڑی مشکل سے غصہ کو ضبط کر کے کہا۔

"میں فقط آپ کی نیکدلی پر بھروسہ کر کے سب حال بے کم و کاست کہہ رہی ہوں۔" حبشن نے کہا۔ "آپ بھی اپنے وعدہ کو نہ بھولئے گا۔"

"کہو کہو میں سنتا ہوں۔"

"جیسا میں بیان کر رہی تھی۔" حبشن نے سلسلہ داستان جاری رکھ کر کہا۔ "اس کمرہ میں کئی معصوم عورتوں کی نیکی سرجان سٹیوارڈ کی خواہشات پر قربان ہو لی۔ اس کے بعد بعض حالتوں میں جب ان عورتوں کی ذلت کے آثار نمودار ہوئے تو یا خود انہی نے ان کو چھپانے کی تدبیر کی۔ یا سرجان نے ان کو داشتہ بنا کر رکھنا منظور کر لیا۔ ایسی صورتوں میں بھی کچھ عرصہ بعد جب ان کی طبیعت سیر ہو جاتی۔ تو وہ ایسی عورتوں کا کچھ نہ کچھ وظیفہ مقرر کر دیتے تھے۔ بہر حال اس خفیہ کمرہ کے اسرار پوشیدہ ہی رہے۔۔۔ مگر ہاں میں اس موقعہ پر یہ بھی بتا دینا چاہتی ہوں۔ کہ ان کوششوں میں سرجان سٹیوارڈ کو عموماً ہمیشہ

کامیابی ہوتی تھی۔ کیونکہ عورت کتنی ہی نیک اور پاک ہو تھک کر۔ اکتا کر یا حالت یاس میں ناچار ہار مان لیتی تھی۔"

کرسچن کے منہ سے پھر کوئی جوش کا کلمہ نکلنا چاہتا تھا۔ مگر اس نے ضبط کیا۔

"گھر کے نوکروں میں سے مجھے یا سیرے ساتھ والی عورت کو ہی اس کمرہ کی موجودگی کا علم تھا"
جبشی عورت نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آخر کوئی ایک سال کا عرصہ ہوا۔ کہ اس عورت نے انتقال کیا۔ اور اب یہ راز میرے سوا کسی کو معلوم نہ تھا۔ جب کبھی ضرورت ہوتی۔ ہم دونو یعنی میں اور سرجان ملکر کسی بیہوش لڑکی کو وہاں لے جاتے تھے . . . "

کرسچن پھر غصہ کو ضبط نہ کر سکا۔ تحمل کھو کر جوش کی حالت میں کہنے لگا "بدکردار عورت۔ تو ضرور ان سیاہ کاریوں کی شاہد ہوگی۔ یقیناً تو نے ان بدنصیب لڑکیوں کو آنسو بہاتے۔ التجا کرتے اور بے سود دھمکیاں دیتے دیکھا ہوگا۔ اُف اچھی تو چاہتا ہے . . . خیر آگے کہو میں تمہاری داستان کا انجام معلوم کرنے کو بیقرار ہوں۔"

"کوئی چند دن کا عرصہ ہوا" حبشن نے بیان کیا "مسٹر آکسٹن کے دوسری بار یہاں آنے سے پہلے ایک رات نصف شب کے قریب . . . "

"کیا تب کا ذکر کرتی ہو جب وہ لارا کو ساتھ لے کر آئی تھی؟" کرسچن نے پوچھا۔

"جی ہاں تبھی کا۔ خیر تو آدھی رات کے قریب صدر دروازہ کی خاص گھنٹی کی آواز سنائی دی یہ اشارہ سرجان کے لئے مخصوص تھا۔ انہوں نے جھٹ مجھے بلایا۔ اور چونکہ ایسے واقعات بارہا ہو چکے تھے۔ اس لئے میں فوراً اس کا مطلب سمجھ گئی ہم دونو صدر دروازہ پر گئے۔ اور وہاں ایک عورت اور ایک مرد نے ایک جوان اور حسین لڑکی کو ہمارے سپرد کیا۔ معلوم ہوا وہ اُسے سرجان سٹیوارڈ کے لئے کہیں سے اڑا کر لائے تھے۔"

"معلوم ہوتا ہے ان بدبختوں کا کام ہی یہ تھا کہ معقول معاوضہ کے لالچ سے سرجان کے لئے اطراف میں اپنی ناپاک کوشش جاری رکھیں۔"

"جی ہاں آپ نے ٹھیک سمجھا" حبشن نے جواب دیا۔ "ان لوگوں کو اختیارات حاصل تھے۔ کہ جہاں کوئی حسین عورت نظر آئے۔ جس طرح ممکن ہو۔ ورغلا کر لے آئیں اس تلاش میں وہ صدہا میل دور نکل جاتے تھے۔ اور دانستہ یہ خاص سفری گاڑیوں کے مصارف سے دریغ نہ کیا جاتا تھا۔ کیونکہ سرجان ان کے سفر کے اخراجات بڑی فراخ

خوش دلی سے ادا کیا کرتے تھے . . ."

"کیوں نہیں۔ اپنے کاموں میں وہ واقعی بہت فیاض تھے۔" کرسچن نے کہا۔ "مگر اس لڑکی کا کیا ہوا جس کا حال تم کہہ رہی تھیں؟"

"جب وہ ہمارے حوالے کی گئی۔ تو بیہوش تھی۔" حبشن نے جواب دیا۔ "معلوم ہوا وہ لوگ اسے بہت دور سے لائے تھے۔ رستہ کی تکان اور فکر و تشویش نے غریب کو نڈھال کر رکھا تھا خیریت سے بڑی احتیاط کے ساتھ خفیہ کمرہ میں پہنچایا گیا۔ اور چونکہ پہلے ہی بیہوش تھی۔ اس لئے کسی نشیلی دوا کے استعمال کی بھی ضرورت نہ ہوئی۔ مگر میں نے دیکھا۔ سر جان اس لڑکی کی آمد پر خوش ہونے کی بجا مضطرب نظر آتے تھے . . ."

"کیوں؟" کرسچن نے حیرت سے پوچھا۔ "اس موقعہ پر ان کے اضطراب کی کیا وجہ تھی؟"

"میں عرض کرتی ہوں۔" حبشن نے جواب دیا۔ "دراصل اس کے اگلے دن مسز آکسنڈن کے اپنی بہن کو ساتھ لے کر آنے کی امید تھی۔ سر جان لارا سے شادی کرنے کا مصمم ارادہ کر چکے تھے۔ اس لئے ان کو نوارد حسینہ کی ذات سے کچھ دلچسپی نہ رہی تھی۔"

"یہ بات تھی تو پھر ان لوگوں سے جو اسے لے کر آئے تھے لینا ہی کیا ضرور تھا؟" کرسچن نے حبشن کے بیان پر شک کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ سمجھے نہیں۔" حبشن نے کہا۔ "وہ لوگ سر جان کے ایما سے تو لے آئے۔ مگر اب لے جاتے تو کہاں؟ بہت غور و فکر کے بعد سر جان نے یہ فیصلہ کیا کہ مسز آکسنڈن کی بہن سے شادی کرنے تک نوآمدہ لڑکی کو اس پوشیدہ کمرہ میں رکھا جائے۔ اور اس کے بعد اس سے رازداری کا حلف لیکر آزاد کر دیا جائے۔ یہ بھی خیال تھا کہ بناوٹ کے طور پر اسے اس بات کا یقین دلایا جائے کہ تم سر جان کی لاعلمی میں محض میری کوشش سے فرار ہوئی ہو۔ سر جان کا ارادہ شادی کرتے ہی لارا کو ساتھ لے کر یورپ چلے جانے کا تھا۔ اور وہ سمجھتے تھے واپسی تک کوئی خرخشہ باقی نہ رہے گا۔ بہر حال یہ ان کی اصل تجویز تھی۔ مگر ان کی مرگ بے ہنگام نے سب باتوں کو درہم برہم کر دیا . . ."

"اور اس طرح پر وہ ایک اور جوان لڑکی کی عمر برباد کرنے سے قاصر رہے۔" کرسچن نے کہا۔ "یقیناً اس معاملہ میں خدا کا اپنا ہاتھ تھا۔ مگر اس لڑکی کا حال تو نامکمل ہی رہا . . ."

"دیکھئے اب میں اس داستان کو ختم کیا چاہتی ہوں۔" حبشن نے کہا۔ "تھوڑی دیر ہوئی میں نے اس لڑکی سے جو اب تک کمرہ میں بند ہے۔ کہا تھا کہ رات کی تاریکی میں چپ چاپ تمہیں باہر نکال

دوں گی۔ میں اس کے لیے تیار بھی تھی۔ اور اب یہی دیکھنے جا رہی تھی۔ کہ آیا سب آدمی سو گئے۔ کہ اتنے میں آپ یکایک کمرہ کے اندر گھس آئے..."

"تو کیا اس خفیہ کمرہ کو جانے کا راستہ اسی کمرہ میں ہے؟" کرسچن نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ "اور یہ غلط تھا۔ کہ تم باورچی خانہ کو جا رہی تھیں۔"

"جی ہاں غلط ہی سمجھئے۔" جیشن نے جواب دیا۔ "بہرحال جو کچھ میں اب کہہ رہی ہوں۔ وہ صحیح ہے"

"پھر بھی اسکی تصدیق تو ہونی لازم ہے۔" کرسچن نے کہا۔ "تم مجھے اس لڑکی کے پاس لے چلو۔ میں اسے سارے حالات سے واقف کر کے آزاد کر دونگا۔۔"

"یہ تو میں پہلے ہی اس سے کہہ چکی ہوں کہ سرجان سٹیوارڈ مر گئے۔ اور اب ان کی طرف سے کسی طرح کا اندیشہ باقی نہیں۔" جیشن نے قطع کلام کر کے کہا۔ "میں اس کے لیے بھی آمادہ تھی کہ اسے باہر لے جا کر کسی سفری گاڑی کا انتظام کر دوں۔ اور وہ اس میں بحفاظت اپنے گھر پہنچ جائے..."

"کیوں مگر وہ رہنے والی کہاں کی ہے؟ اور اس کا نام کیا ہے؟" کرسچن نے پوچھا۔

"صاحب یہ حالات مجھے معلوم نہیں۔" جیشن نے جواب دیا۔ "میں نے دریافت کرنے کی بہت کوشش کی۔ مگر وہ یہی کہتی رہی کہ مجھے تم پر اعتبار نہیں۔"

"اور ہوتا بھی کیونکر؟" کرسچن نے کہا۔ "بہرحال میں پوچھتا ہوں۔ اسے آزاد کرنے میں اتنی رازداری کی کیا ضرورت تھی؟ سرجان سٹیوارڈ کے انتقال پر اس غریب کو فوراً آزاد کر دینا لازم تھا۔"

"افسوس مسٹر ایشٹن۔ آپ میری مشکلات نہیں سمجھے۔" جیشن نے کہا۔ "سر ابڈگر بیورلے اور وکیل صاحب کو مجھ سے اتنی کد ہے کہ اگر یہ بات ان کے علم میں آتی تو ضرور مجھے حراست بے جا کی اعانت میں جیل بھجوا دیتے۔ مجبور ہو کر میں نے یہی بہتر سمجھا کہ اس لڑکی کو چپکے سے باہر نکالدوں جس کے بعد میرا اپنا ارادہ بھی کہیں ٹل جانے کا تھا۔ دیکھئے میں کوئی بات آپ سے چھپا کر نہیں رکھتی مہربانی سے آپ بھی اپنا وعدہ پورا کیجئے۔"

"میں خوب جانتا ہوں۔ کہ تم نے اپنی عمر میں بڑی بڑی سیاہ کاریاں کی ہیں۔" کرسچن نے جوش سے کہا۔ "مگر اب بھی میں اس شرط پر تمہیں چپ چاپ چلے جانے کی اجازت دے سکتا ہوں۔ کہ کوئی نیا واقعہ اس قسم کا ظاہر نہ ہو۔ جو تمہاری سرشت کو بدتر ثابت کرے۔ سردست اس معاملہ کو جلد طے کرنا لازم ہے۔ ابھی تک تم نے یہ نہیں بتایا۔ کہ اس کمرہ میں چھپے رہنے سے تمہارا کیا مطلب تھا؟"

"سنیے! میں اس کی وجہ بھی عرض کرتی ہوں۔" حبشن نے جواب دیا۔ "دراصل اس خفیہ کمرہ کو جانے کا راستہ اسی کمرہ سے ہو کر گذرتا ہے۔ چنانچہ جس وقت آپ یکا یک اس میں گھس آئے۔ تو میں خفیہ کمرہ کے دروازہ سے نکلی ہی تھی۔ اس وقت اگر سوئے اتفاق سے شمع گل نہ ہو جاتی۔ تو آپ ضرور مجھے دیکھ لیتے۔ مگر اندھیرے میں آپنے مجھے نہیں پہچانا۔ اور میں اس خیال سے ایک کونے میں چھپ گئی۔ کہ جب آپ سو جائیں گے۔ چپ چاپ کمرہ سے نکل جاؤنگی۔ اور اس لڑکی کی رہائی کا عمل کسی اور وقت پر ملتوی کر دوں گی۔"

"لیکن خفیہ کمرہ میں جانے کا راستہ اگر اسی کمرہ میں ہے تو کیا وجہ ہے مجھے دیکھ کر یہاں چھپنے کی بجائے تم اسی کمرہ میں واپس نہ چلی گئیں؟"

"دیکھئے میں اسکی وجہ بتاتی ہوں۔" اتنا کہہ کر حبشی عورت کرسی سے اٹھی۔ اور ایک دیوار کے پاس جا کر کسی چیز کو ہاتھ لگایا۔

فوراً اس قسم کی آواز سنائی دی جیسی فولادی کمانی کی حرکت سے پیدا ہوا کرتی ہے اور اس کے ساتھ ہی کمرہ کی تاریکی تیز روشنی میں بدل گئی۔ یہ عمل اس تیزی کے ساتھ ہوا اور کرسچن کے سامنے سیاہ فام عورت کی منحوس صورت اتنی اچانک نمودار ہوئی۔ کہ وہ حیرت و خوف سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا سامنے دیوار میں ایک دروازہ نظر آیا۔ جس کے اندر تنگ زینہ بنا ہوا تھا۔ روشنی شیشہ کے ایک ٹیبل لیمپ سے خارج ہوتی تھی۔ جو زینہ کی نچلی سیڑھی پر رکھا ہوا تھا۔ بظاہر حبشی عورت اسے اس خیال سے جلتا چھوڑ گئی تھی کہ واپسی پر دوبارہ جلانے کی حاجت نہ ہو۔

کرسچن کو متعجب دیکھ کر وہ کہنے لگی۔ "اگر میں دروازہ کھولتی تو لیمپ کی روشنی اس تیزی سے کمرہ میں داخل ہوتی کہ ضرور آپ کی آنکھ کھل جاتی۔"

"میں سمجھا" کرسچن نے آہستہ سے کہا۔ پھر باقی کپڑے جلد جلد پہن کر وہ حبشن سے کہنے لگا "اب تم لیمپ ہاتھ میں لے لو۔ اور مجھے اس لڑکی کے پاس لے چلو۔ جس کی نسبت کہہ چکی ہو کہ اب تک خفیہ کمرہ میں قید ہے۔"

حبشن نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی۔ اور کرسچن کے آگے آگے تنگ زینہ پر چڑھنے لگی۔ اوپر کی سیڑھی پر پہنچکر وہ ایک لمحہ کے لئے ٹھیری۔ اور دروازہ کا سبز پردہ ہٹا کر کنڈی کھول دی۔ دروازہ نہایت مضبوط موٹی لکڑی کا بنا ہوا اور باہر کی طرف کھلتا تھا۔ آگے چلکر ایک اور بند دروازہ نظر آیا۔ اس پر بھی سبز بانات کا پردہ لٹک رہا تھا۔ مگر اس کے پٹ اندر کی طرف کھلتے تھے۔ بظاہر

یہ سب انتظامات کمرہ کو حتی الامکان خفیہ رکھنے کے لئے عمل میں لائے گئے تھے۔ دروازے۔ دیواریں روشن دان سب اسی اصول پہ بنے ہوئے تھے۔ کہ اس کے اندر کوئی بدنصیب کتنی بھی آہ وزاری کرے آواز باہر نہ جانے پاتی تھی۔

حبشن نے آگے بڑھ کر دوسرا دروازہ کھولا۔ اور کمرہ میں داخل ہو کر لڑکی سے کہنے لگی "خاتون ڈرو نہیں یہ تمہاری مدد کے لئے آئے ہیں"۔

مگر جیسے ہی کرسچین نے دہلیز میں قدم رکھا اس کے اور اس جوان لڑکی کے منہ سے جو زیر حراست تھی۔ ایک ساتھ حیرت و خوشی کی پرجوش آواز نکلی۔

"پیارے کرسچین!"

"پیاری۔ پیاری اسابیلا!"

آن واحد میں دونوں بغلگیر ہو گئے۔

باب ۷۷

اسابیلا کی سرگذشت

حبشی عورت تھوڑی دیر حیران و ششدر کھڑی رہی۔ جنہیں وہ ایک دوسرے سے اجنبی اور ناواقف سمجھتی تھی۔ ان میں ایسا اختلاط دیکھ کر اس کا متعجب ہونا قدرتی تھا چند منٹ وہ یہ جاننے سے قاصر رہی۔ کہ ان کا باہمی تعلق کیا ہوگا۔ مگر ان کے انداز محبت سے جلدی ہی معلوم ہو گیا۔ کہ ان میں عاشق و معشوق کا رشتہ ہے۔

اسابیلا نے اب تک اپنے ماموں ارل آف لیسلز کے سوگ میں سیاہ ماتمی لباس پہنا ہوا تھا اور گو اپنے دلدار کے اس فوری اور خارج از امید وصل سے اس کے خوشنما چہرہ پر خوشی کی سرخی پیدا ہو گئی۔ اور آنکھیں فرط مسرت سے چمکنے لگیں تاہم اگر کرسچین اس کی دو منٹ پہلے کی حالت دیکھتا۔ تو چہرہ زرد۔ بدن لاغر اور ضعف جانی غالب نظر آتی۔ اس نے عاشقانہ گرمجوشی سے اس نازنین کو دل سے لگایا۔ دونوں کے لب ایک طویل بوسہ کی صورت میں پیوست ہو گئے۔ جس کے بعد وہ اس انداز سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ گویا ہر ایک کو حالت خواب کا دھوکا ہو رہا تھا۔

"پیاری۔ پیاری اسابیلا!" آخر کار کرسچین نے کہا "اب تم ہر قسم کا خوف دل سے دور کر دو۔ آج

تک دشمنوں کے قابو میں تھیں مگر اب دوستوں کی حفاظت میں ہو۔ اوہ! ہمیں ایک دوسرے سے کتنی ایک باتیں کہنی ہیں!

"ہاں پیارے سچ کہتے ہو" اسابیلا نے آہستہ سے کہا۔ اور کرسچن نے معلوم کیا کہ وہ اب تک اس کے ساتھ لگی ہوئی کانپ رہی تھی "تم سے جدا ہو کر میں نے بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ نہ صرف اس جگہ" یہ کہتے ہوئے اس نے خفیہ کمرہ میں چاروں طرف نظر ڈالی جو قید خانہ ہونے کے باوجود ہر قسم کے سامان آسائش سے آراستہ تھا۔ "بلکہ لندن میں بھی۔"

"ستم رسیدہ نازنین" کرسچن نے آہ سرد بھر کر کہا۔ اور اس کے رخساروں پر بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ وفور شوق میں اس بات سے بے خبر کہ حبشی عورت اب تک کمرہ میں موجود ہے اس نے پھر ایک بار اسابیلا کو سینہ سے لگایا۔ اس کے بعد کہنے لگا "جان سے پیاری اسابیلا سردست تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہمیں جو کچھ ایک دوسرے سے کہنا ہے اسے کل پر ملتوی کرنا چاہیے۔ آؤ۔ افسوس۔ ناپاک کمرہ کو چھوڑ کر یہاں سے ہاتھ چلو۔ کیونکہ اس سے یقیناً تمہیں نفرت ہوگی ... آہ! تم کیا ابھی تک یہیں کھڑی ہو؟" یہ آخری الفاظ اس نے حبشن کو پاس کھڑے دیکھ کر کہے۔

"صاحب یہ خاتون گواہ ہے کہ میں نے کبھی اس سے سختی کا سلوک نہیں کیا۔" سیاہ فام عورت نے کہا۔

"جا بدبخت دور ہو" اسابیلا نے اسکی صورت دیکھ کر کانپتے ہوئے کہا۔ مگر فوراً ہی نرم ہو کر کہنے لگی۔ "پیارے کرسچن اب ہمیں اس عورت کو معاف کر دینا چاہیے۔ اس میں شک نہیں۔ وہ میری حراست کی پہرہ دار تھی۔ بہرحال مجھے اس کے خلاف کوئی خاص شکایت نہیں۔ کل سے یہ میری رہائی کے وعدے بھی کر رہی تھی۔ مگر مجھے اس کی بات کا یقین نہ تھا۔ میں ڈرتی تھی۔ شاید ان وعدوں کی تہ میں بھی کوئی نیا جال ہو۔ میں ہجوم مصائب سے نیم دیوانی ہو رہی تھی۔ اس لئے جب اس نے اپنے بدکردار آقا کی موت اور گھر میں کسی طرح کی تبدیلیوں کا ذکر کیا۔ تو مجھے اس کی باتوں کا یقین نہیں آیا۔"

"اسابیلا جو ہو چکا۔ اب اس کا غم نہ کرو" کرسچن نے اس کا ہاتھ محبت سے دباتے ہوئے کہا۔ "میرے ہوتے کوئی تمہیں آنکھ بھر کر بھی نہیں دیکھ سکتا ... تم سے" اس نے حبشن کی طرف منہ کر کے کہا۔ "میں نے خاص حالتوں میں رحم کا سلوک کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ میں اس وعدہ کا پابند ہوں

آج کی رات یہاں ٹھہرو۔ صبح سویرے ہی رخصت ہو جانا۔ یہ پوچھنا لاحاصل ہے کہ تمہارے پاس گزارہ لائق نقدی ہے یا نہیں۔ کیونکہ جیسی خدمات تم سر جان سٹیوارڈ کی کرتی رہی ہو۔ ان کے بعد تمہارا تنگدست ہونا غیر ممکن ہے۔"

حبشی عورت کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ کرسچن کا گمان غلط نہیں۔ چنانچہ وہ شکریہ کے الفاظ بڑبڑاتی زینہ سے اُترنے لگی۔

مگر کرسچن نے فوراً آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ اور کہنے لگا "ٹھہرو۔ پہلے ہم اُتریں گے" یہ اس لئے کہ اس کے دل میں خیال پیدا ہو گیا تھا۔ کیا عجب یہ عورت کوئی نئی شرارت کرے اور آگے جاکر دروازہ کو باہر سے بند کر دے۔

حبشن اس کا مطلب سمجھ گئی اور کہنے لگی "اطمینان رکھیے میں آپ سے دغا کرنا نہیں چاہتی کیونکہ اس سے مجھے فائدہ کچھ نہیں۔"

کرسچن نے اس عذر کی پروا نہ کی اور ایک ہاتھ میں لمپ لے کر دوسرے سے اسابیلا کو سہارا دیتے ہوئے زینہ کی راہ سے اُترنے لگا۔ حبشن نے وہ شمع جو کمرہ کی میز پر جل رہی تھی۔ اٹھالی اور ان کے پیچھے ہولی۔ زینہ سے اُتر کر کرسچن اور اسابیلا نے اس کمرہ خواب کو جو چوبی دروازہ کے آگے واقع تھا طے کیا۔ پھر کرسچن نے دروازہ کھول کر اسابیلا کو اس کے خالی کمرہ میں داخل کر دیا۔ ایسا کرتے ہوئے اس نے کہا "پیاری اسابیلا آج کی رات اس میں آرام کرو۔ صبح مناسب انتظام کر دیا جائے گا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے لمپ اس کے ہاتھ میں دیدیا۔ اور خود اسی کمرہ میں جہاں اس کا عارضی قیام تھا آ گیا۔ حبشن مکان کے کسی اور حصہ میں چلی گئی۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا۔ کہ یہ رات کرسچن نے دل خوش کن اور مسرت بخش خواب دیکھتے ہوئے بسر کی۔

صبح کو معمول سے بعد اٹھا۔ تو پہلے کچھ دیر اس کشمکش و پیچ میں رہا۔ کہ شب گذشتہ کے واقعات کہیں خواب تو نہ تھے؟ مگر نہیں۔ تصدیق کے لئے وہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جو خفیہ کمرہ کے زینہ کی طرف لے جاتا تھا۔ کرسچن نے پاس جاکر اس کو بغور دیکھا۔ اس کی خفیہ کمانی کا معائنہ کیا۔ اور یہ تحقیقات بھی کی کہ اسے کھولنے اور بند کرنے کے کیا طریقے ہیں۔ آخر میں اُسے بند کر کے بہت دیر نظر تعریف سے دیکھتا رہا۔ اس صناع کی کاریگری پر حیرت ہوتی تھی۔ جس نے یہ خفیہ رستہ اس استادی سے تیار کیا کہ بادی النظر میں کسی کو اس کا گمان نہ ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد کپڑے پہنے اور منہ ہاتھ دھو کر اس کمرہ میں گیا جو اس کی سکونت کے لئے مخصوص تھا۔ اور جب وہ محض مسٹر گنڈن سے جان چھڑانے کی خاطر

چھوڑ آیا تھا۔ کمرہ خالی اور میز پر ایک رقعہ موجود تھا جسے اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا اسی کے نام مکتوب ہے۔ انداز تحریر زنانہ اور نستعلیق تھا۔ ایک لمحہ کریچن نے اسے کھول لینے میں تامل کیا۔ پھر اس خیال سے لفافہ چاک کر دیا کہ خط میں سکوت و رازداری کے لئے کتنی ہی التجا کیوں نہ کی گئی ہو میں ضرور سب حال سر ایڈ گر بیورلے سے کہہ دوں گا۔

اس جگہ خط کا مضمون درج کرنا بے سود ہوگا۔ مختصر یہ کہ اس کا ماحصل وہی نکلا جس کا کریچن کو گمان تھا۔ مسز آکنڈن نے لکھا تھا۔ کہ میں جذبات سے مجبور ہو کر آپ کے کمرہ میں چلی آئی تھی۔ مگر اب اس جرأت پر شرمسار ہوں۔ آپ کی سرد مہری نے احساس ندامت کی صورت میں مجھے کافی سخت سزا دے دی ہے۔ اس لئے میں امید کرتی ہوں۔ کہ آپ اس واقعہ کے انکشاف سے مجھے اور ذلیل و شرمسار کرنے کی کوشش نہ کریں گے۔ میں ایک بدنصیب عورت آپ سے رحم کی التجا کرتی ہوں۔ خدا کے لئے اسے رد نہ فرمایئے۔

منہ ہاتھ دھو کر کریچن سر ایڈ گر بیورلے کے کمرہ میں گیا۔ وہ بھی ضروری حوائج سے فارغ ہوا ہی تھا۔ کریچن کو دیکھ کر صورت سے جان گیا۔ کہ ضرور کوئی خاص خبر لایا ہے۔ کریچن نے شب گذشتہ کے واقعات اختصار کے ساتھ بیان کئے۔ مگر انہیں سن کر سر ایڈ گر کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کریچن نے مسز آکنڈن کا اپنے کمرہ میں آنا خود دوسرے کمرہ میں چلے جانا۔ وہاں جیشن سے اتفاقی ملاقات اور اس کی زبانی خفیہ کمرہ کے حالات کا انکشاف پھر اس کے بعد کمرہ مذکور کی دریافت اور اس ہی خلاف امید اس نازنین کی ملاقات کا حال جو اسے اتنی ہی عزیز تھی جیسے لارا سر ایڈ گر کو۔ سب کچھ مختصر طور پر بیان کیا۔ اور آخر میں کہا "یہ وہ رقعہ ہے۔ جو مجھے اپنی خوابگاہ میں ملا۔ مضمون آپ خود دیکھ لیں۔ بہرحال میری رائے میں ایسی بدچلن عورت کا شریفوں کے پاس رہنا اچھا نہیں۔ غالباً اس بارہ میں آپ بھی میرے ہم خیال ہوں گے۔ کہ اس نے رازداری کے لئے جو التجائیں کی ہیں۔ میں انہیں نامنظور کرنے میں حق بجانب تھا۔"

"میرے عزیز دوست" جوان بیرونٹ نے جلدی سے کہا "جو کچھ تم نے کیا۔ وہ حالات پیش آمدہ میں تمہارا فرض تھا۔ مصلحت یہی تھی۔ کہ خط مجھکو دکھا دیا جاتا۔ وہ خاتون جو تمہیں جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔ بعض اتفاقی حالات میں دربز ہوں ہی آ گئی ہے۔ مگر یقین جانو میری طرف سے اس کی اتنی ہی پرجوش تقدیم ہوگی۔ جیسے تمہاری۔ وہ لارا کی سب سے عزیز سہیلی

ہو گی۔ اور اس کے ہوتے ہوئے بدکردار مسز آنسٹن کو یہاں رکھنے کی ضرورت بھی مٹ جائے گی ایسی بے حیا عورت کو جیسی یہ ثابت ہوئی ہے۔ لارا اور مس وِنسنٹ ایسی معصوم ہستیوں کے پاس رکھنا گناہ ہے۔ پس میں ایک گھنٹے کے اندر اندر اسے رخصت ہونے پر مجبور کروں گا اتنے میں آپ مس وِنسنٹ کی آسائش کا انتظام کر دیں۔"

دونوں کھانا کھانے کے کمرہ میں گئے۔ اور وہیں تھوڑی دیر بعد لارا بھی آگئی۔ آداب کے بعد سر ایڈگر نے اس سے کہا۔

"لارا پیاری۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض نئے حالات ایسے معلوم ہوئے ہیں کہ اب میں تمہاری بہن کو ایک لمحہ بھی اس مکان میں رکھنا منظور نہیں کر سکتا۔ تمہاری اپنی نیک نامی کی خاطر ضروری ہے کہ آئندہ اس سے تم بے تعلق ہو۔ تم میری طبیعت اچھی طرح جانتی ہو۔ میں بے جا تشدد کا سخت مخالف ہوں۔ پس امید ہے اس بارہ میں مفصل حالات جاننے پر اصرار نہ کرتے ہوئے۔ تم میرے فیصلہ کو ٹھیک سمجھو گی۔ میں قصداً سب حال نہیں کہتا۔ کیونکہ اس سے تمہارے پاک خیالات کو صدمہ پہنچنے کا احتمال ہے۔"

"افسوس میری بد نصیب بہن۔ خدا جانے تیرا کیا حال ہو گا۔" لارا نے روتے ہوئے کہا پھر ایڈگر سے مخاطب ہو کر کہنے لگی "بہتر ہے جس طرح مرضی ہو کرو۔ میں جانتی ہوں جو کرو گے وہ میری بہتری کے لئے ہی ہو گا۔"

"اس اظہار اعتماد کے لئے میں پیاری لارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" بیرونٹ نے کہا۔ "بس اب رونا موقوف کرو۔ ایسی نالائق عورت کے لئے تمہاری بلا غم کرے۔ جو جیسا کرے گا پائے گا اس کے جانے سے کم از کم تمہاری راحت میں کمی نہ ہو گی۔۔۔"

"پیارے ایڈگر مجھے تو اب بھی سب راحتیں حاصل ہیں۔" لارا نے آہستہ سے کہا۔ "صرف اس بہن کا دکھ ستاتا ہے۔۔۔"

"میں اس کا بھی اطمینان کراتا ہوں کہ اس کے جانے پر تم گھر میں اکیلی نہ ہو گی۔" بیوی نے جلدی سے کہا۔ "ایک اور معزز خاتون جو ہر طرح تمہاری صحبت کے لائق ہے۔ اتفاقاً یہاں آگئی ہے۔ مفصل حال وہ خود تم سے بیان کرے گی۔ مگر مجھے امید ہے کہ یہ جاننے کے بعد کہ وہ میری دوست کریسی کو اتنی ہی عزیز ہے جیسی تم مجھے ہو۔ تم ضرور اس کا پر تپاک خیر مقدم کرو گی۔ جاؤ پیاری لارا اپنی نئی سہیلی مس وِنسنٹ سے مل آؤ۔ میں تب تک تمہاری بہن کی روانگی کا انتظام

کرتا ہوں۔"

لارا چلی گئی۔ تو ہیروڈ نے گھنٹی بجا کر ایک خادمہ سے پوچھا۔ کہ مسز آکسنڈن بیدار ہوئی یا نہیں واضح ہو اب وہ اس کمرہ میں نہ سوتی تھی۔ جو لارا کی خوابگاہ سے متعلق تھا۔ معلوم ہوا وہ بیدار ہو چکی ہے۔ اس پر سر ایڈگر نے اسے اپنے پاس طلب کیا۔ اس وقت پر کریچن اس خیال سے چلا آیا کہ میری موجودگی ان کی باتوں میں حائل ہو گی۔ دونوں میں جو گفتگو ہوئی۔ اس کی تفصیل میں نہ جاتے ہوئے ہم اتنا ہی بیان کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ جب مسز آکسنڈن کو معلوم ہوا کہ کریچن نے سب حال سر ایڈگر بیورلے سے کہہ دیا ہے۔ تو اس کی سیاہ آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ مگر جلد ہی یہ جان کر اس کا اطمینان ہو گیا۔ کہ سر ایڈگر کا ارادہ لارا کی نیک نامی کی خاطر اس راز کو حتے الوسع چھپانے کا ہے۔ مگر اس میں بھی شرط یہ تھی کہ مسز آکسنڈن فوراً ترنز ہوس سے کسی دوسری جگہ چلی جائے۔ گنہگار عورت نے جب دیکھا کہ بازی ہار گئی۔ اور اب یہاں دال گلنے کی کوئی صورت نہیں تو ناچار جانے پر آمادہ ہو گئی۔ ایک تو وہ سر ایڈگر بیورلے کی نظروں سے گر چکی تھی۔ دوسرے نوکروں میں سے ہر شخص نفرت و حقارت کا سلوک کرنے لگا تھا۔ پس اس نے یہاں سے رخصت ہونے میں ہی بہتری دیکھی۔ چلتے وقت اس نے لارا سے ملنے کی آرزو بھی نہیں کی۔ شاید اس لیے کہ وہ جانتی تھی اس کی اجازت نہ دی جائے گی۔ سر ایڈگر نے فوراً ایک سفری گاڑی منگا کر مسز آکسنڈن کا اسباب اس میں رکھوا دیا۔ اور وہ ملول و محزون افسردہ و دل شکستہ اس گھر سے رخصت ہوئی۔

اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد سر ایڈگر بیورلے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کی میز پر تشریف فرما ہوئے۔ لارا اور اسابیلا میں ابھی سے بہناپہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ کریچن اور ایڈگر دونوں کو انہیں محبت کی باتیں کرتے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مسٹر اینڈریوز وکیل بھی اس وجہ سے خوش و خرم نظر آتا تھا۔ کہ ایسی دلکش صحبتیں متوفی ہیروڈ کے عہد میں کبھی نصیب نہ ہوتی تھیں خفیہ کمرہ کا راز مخفی رکھنے کی اب کچھ ضرورت نہ تھی۔ اس کا حال سب سے کہہ دیا گیا۔ اور سر ایڈگر بیورلے نے ارادہ ظاہر کیا۔ کہ رسم شادی سے فارغ ہونے کے بعد میرا سب سے پہلا کام اس کمرہ کو مسمار کرانا ہو گا۔

خاصہ لایا گیا جسے سب نے شوق و رغبت سے تناول کیا۔ اس سے فارغ ہو کر ایڈگر نے سوچا کہ حالات پیش آمدہ میں کریچن اور اسابیلا کو ایک دوسرے سے کئی ایک باتیں کہنی ہوں گی پس وہ لارا کو ساتھ لے کر باغ کی سیر کرنے چلا گیا۔ مسٹر اینڈریوز کو بعض خط لکھنے تھے معان

میں مشغول ہوئے۔ گویا اس کمرہ میں کرسچن اور مس ونسنٹ ہی رہ گئے۔

خلوت ہونے پر حسین دوشیزہ نے اپنے دلدار کو نظر محبت سے دیکھتے ہوئے کہا "پیارے کرسچن تم سے میری کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ مگر جو کچھ میں اب کہا چاہتی ہوں اس کی نسبت درخواست ہے کہ بات ہم دو ہی میں رہنی چاہیئے۔ ہاں اگر مصلحت اس کے خلاف ہو تو جس طرح مناسب ہو کرنا" زیادہ افسردہ لہجہ میں "افسوس! بہت رنجدہ مضمون ہے۔ اور میں امید کرتی ہوں۔ تم اسے پردہ راز میں ہی رہنے دوگے۔"

یہ کہتے ہوئے اسابیلا کی رنگت زرد ہوگئی۔ کرسچن نے یہ حالت دیکھی تو پہلے متعجب پھر خوفزدہ ہو گیا۔ جلدی سے کہنے لگا "جان سے پیاری اسابیلا وہ کیا مضمون ہوگا جس کا ذکر کرتے ہوئے تمہیں اتنا تامل ہے؟ اور جسے مخفی رکھنے کے لئے تم اس قدر اصرار کرتی ہو۔"

"کیا کہوں سخت ہی رنجیدہ معاملہ ہے۔ مگر میں تمہیں بہت عرصہ حالت انتظار میں رکھنا بھی نہیں چاہتی۔" اسابیلا نے کہا "یہ تو تم کو معلوم ہی ہے کہ ماموں باوا کی موت کن حالات میں واقع ہوئی تھی۔ ۔ ۔"

"الٰہی کیا یہ راز اس خوفناک قتل ہی سے تعلق رکھتا ہے؟" کرسچن نے چونک کر پوچھا۔

"ایک حد تک" مس ونسنٹ نے جواب دیا "اور میں جانتی ہوں تمہیں سخت حیرت ہوگی ۔ ۔ ۔ تم چونک جاؤ گے ۔ ۔ ۔ تمہارا دل گھبرانے لگے گا۔ جب معلوم کرو گے کہ وہ خوفناک راز اب ایک راز نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں ایک دوسرے پر الزام لگاتے ہیں ۔ ۔ ۔"

"دونوں! اسابیلا۔ کن کا ذکر کر رہی ہو؟" کرسچن نے زیادہ متحیر ہو کر پوچھا۔

"آہ! میں بھول گئی" حسین دوشیزہ نے رک کر کہا "میں یہ کہنا بھول گئی۔ کہ کونٹس ایتھل میری ممانی اور ایڈولفس میرے ماموں زاد بھائی ۔ ۔ ۔"

"نہیں اسابیلا غیر ممکن ہے" کرسچن نے جلدی سے کہا "یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حسین ایتھل جو اتنی خلیق و فیاض ہے اور ایڈولفس جنہوں نے ازراہ عنایت ہماری ملاقات کا انتظام کیا تھا۔ وہ ۔ ۔ ۔"

"افسوس میں کچھ جھوٹ نہیں کہتی" اسابیلا نے نمایاں طور پر کانپتے ہوئے کہا "ایک روز اتفاقاً میں نے ان کی گفتگو کے چند الفاظ سنے تھے۔ میں اس کمرہ نشست میں جا رہی تھی۔ جس کے دروازہ پر بھاری پردہ ٹنگا رہتا ہے۔ خیالات کی محویت میں میں نے دروازہ کو بے آواز

آہستہ سے کھولا۔ اور اندر قدم رکھنے لگی تھی۔ کہ بعض الفاظ سُن کر اپنی پیروں پر کھڑی رہ گئی کرسچن۔ سچ جانو خوف نے میرے اعضا کی حرکت مسلوب کر دی۔ کیونکہ الفاظ جو وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے . . . "

"وہ! . . . یعنی ایڈولفس اور کونٹس ؟" کرسچن نے چونک کر پوچھا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ شبہ پیدا ہونے سے کہ شاید ان کے تعلقات ناجائز ہیں۔ کئی خفیف واقعات کی یاد جو ذہن سے اُتر چکے تھے۔ آندھی کی طرح دماغ سے گذر گئی۔

"ہاں دونو اس کمرہ میں گفتگو کر رہے تھے۔ جس کا کچھ حصہ پردہ کے پیچھے میرے کانوں میں بھی پہنچ گیا" اسابیلا نے کہا۔ "اور گو ان کی آواز بدلی ہوئی . . . بہت بدلی ہوئی تھی۔ تاہم میں نے اسے پہچان لیا۔ میرے شبہات کی تصدیق اس طرح بھی ہو گئی کہ وہ ایک دوسرے کو پہلے ناموں[1] سے مخاطب کرتے تھے . . . "

"الٰہی۔ کیا میں سچ سُنتا ہوں ؟" کرسچن نے حالت اضطراب میں کہا۔ "مگر کیوں اسابیلا وہ الفاظ کیا تھے۔ جو تم نے سنے ؟"

"آہ۔ وہ الفاظ مجھے اس طرح یاد ہیں۔ گویا کسی نے ان کو گرم سرخ لوہے سے لوحِ دل پر داغ دیا ہو" اسابیلا نے کانپتے ہوئے کہا۔

"اُف! اُف!" کرسچن نے جس کا اپنا چہرہ اسابیلا کی طرح زرد ہو گیا تھا۔ گھبرا کر کہا۔ "مگر کہو تو وہ الفاظ کیا تھے ؟"

"میں نے اچھی طرح سنا کہ لارڈ آسمنڈ۔ جدید ارل آف لیسلز کونٹس سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا۔ انجیل ناحق جھوٹ پر اصرار کرتی ہو۔ میں نے واردات کے بعد پہلی ملاقات پر بھی کہا تھا۔ اور اب پھر کہتا ہوں کہ جرم تمہارے ہی ہاتھوں ہوا ہے۔ اس پر کونٹس گلوگیر آواز سے کہنے لگی۔ نہیں ایڈولفس تم جھوٹ کہتے ہو۔ تم بزدل اور کمینے ہو کہ اپنا جرم اوروں پر لگانے کی کوشش کرتے ہو۔ قاتل تم ہو۔ تمہیں نے ارل کو قتل کیا ہے۔ اس کے بعد پھر ایڈولفس کی آواز سنائی دی۔ انجیل میں باصرار کہتا ہوں۔ جرم تمہارے سوا اور کسی کا نہیں . . . "

"توبہ! توبہ!" کرسچن نے دونو ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "اسابیلا ایسی باتیں سُن کر ضرور تمہاری رگوں میں خون منجمد ہو گیا ہوگا۔"

[1] مغربی آداب میں یہ انتہائی بے تکلفی کی علامت ہے ۱۲۔ مترجم۔

"پیارے کرسچن"۔ حسین دوشیزہ نے کانپتے ہوئے جواب دیا۔ "الفاظ میرے اس وقت کے احساس کو ظاہر نہیں کر سکتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ میں کوئی خوفناک خواب دیکھ رہی ہوں۔ کمرہ میں ان کے سامنے جانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ میں نہیں جانتی کس طرح واپس اپنے کمرہ میں گئی نہ یہی کہہ سکتی ہوں کہ ان کو میرے پس پردہ ہونے کا علم ہوا یا نہیں۔ بہرحال اپنے کمرہ میں جا کر میں نے تنہائی میں سوچنا شروع کیا۔ کہ اب کیا کرنا چاہیئے؟ میرے لیئے اس گھر میں رہنا خارج از بحث تھا۔ مگر اس کی بھی جرأت نہ ہوتی تھی۔ کہ اس راز کو جو بے ارادہ میرے کانوں تک پہنچا تھا۔ حکام تک پہنچاؤں۔ غیر ممکن تھا کہ میں اپنے ہی رشتہ داروں کو پھانسی دلوانے کی کوشش کرتی۔ بہت دیر اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتی رہی کہ ضرور میرے کانوں کو دھوکا ہوا ہے۔ کیا عجب حال کے خوفناک واقعات اور بیماری نے دماغ میں فتور پیدا کر دیا ہو۔ اور میں نے ان کے الفاظ سمجھنے میں غلطی کی ہو مگر پھر فوراً خیال آتا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے جیسا کہہ چکی ہوں۔ الفاظ اس طرح نقش دل ہو چکے تھے جیسے گرم سرخ لوہے کے نشان ہوں۔ اس کشمکش و پیچ میں پھر وہی سوال پیدا ہوتا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میں یہ جتلانا نہ چاہتی تھی کہ ان کی باتیں میرے کانوں تک پہنچ چکی ہیں۔ مگر جس گھر میں ایسے خوفناک حالات پیش آ رہے تھے۔ وہاں رہنے کے لیئے بھی تیار نہ تھی۔ خیر جس طرح ممکن ہوا میں نے ضبط سے کام لیا باطن کو ظاہر کے پردہ میں چھپانے کی بہت کوشش کی پھر بھی لنچ کی میز پر انہوں نے معلوم کر ہی لیا کہ تمہاری رنگت بے طرح زرد ہے۔ ایسا ہونا باعث حیرت نہ تھا۔ مگر میں نے وہی بیماری کا بہانہ کر کے ٹال دیا۔ اور کہا اس ہولناک واردات کی یاد اب تک چلی جاتی ہے۔ اچھا ہو کہ کچھ دنوں تبدیل آب و ہوا کی صورت ہو جائے۔ کونٹس رضامند ہو گئیں۔ اور کہنے لگی تم گھر کی منتظم عورت مسز گارڈنر کے ساتھ دیہات چلی جاؤ۔ میں تو چاہتی ہی تھی۔ بول اٹھی اگر آپ اجازت دیں تو آج ہی رخصت ہوتی ہوں۔ ان کے چہرہ کو دیکھنے کی جرأت نہ تھی۔ اسلیئے نہیں کہہ سکتی۔ میری درخواست کا ان پر کیا اثر ہوا ہے۔ یہ بھی یاد نہیں۔ انہوں نے کیا جواب دیا ہاں اتنا جانتی ہوں کہ اس کے تھوڑی دیر بعد میں اور مسز گارڈنر اکٹھی ایک سفری گاڑی میں سوار ہو گئیں۔۔۔"

"اور کہاں گئیں؟" کرسچن نے پوچھا۔

"مسز گارڈنر کا بیٹا علاقہ کنٹ میں ٹنبرج کے پاس کھیتی کرتا ہے۔ وہ بھی بیٹے سے ملنا

چاہتی تھی - اس لئے فیصلہ ہوا کہ میں وہیں اُن کے پاس رہوں - اور جب طبیعت اُکتا نے تو وہیں آجاؤں - میرے ساتھ ایک خادمہ کردی گئی تھی - شام کو ہم اس گاؤں میں پہنچے - جہاں ہمارا پرتپاک خیر مقدم ہوا - اور ہمارے لئے ہر قسم کی آسائش مہیا کی گئی - یہ کوئی آج سے دس دن پہلے کا ذکر ہے - لیکن مجھے وہاں رہتے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا - کہ ایک روز چند بدمعاش مجھے زبردستی یہاں لے آئے - اس دن صبح کو میں کھیتوں کی سیر کر رہی تھی - کہ ایک بدصورت بڑھیا نے پاس آکر مجھے اس بے تکلفی سے مخاطب کیا کہ میں برداشت نہ کر سکی - میں نے نفرت سے منہ پھیر لیا - اور چلی گئی - اس واقعہ سے عارضی رنج ہوا مگر بات جلدی ہی ذہن سے اُتر گئی - شام کو پھر سیر کرنے گئی - ایک تنہا مقام پر جس کے دونوں طرف گنجان درخت اُگے ہوئے تھے - چل رہی تھی کہ ایک مرد اور دو عورتوں نے جن میں سے ایک وہی بڑھیا تھی جس کا ذکر پیشتر کر چکی ہوں مجھے پکڑ لیا - اور زبردستی ایک گاڑی تک لے گئے - جو تھوڑے فاصلہ پر کھڑی تھی - جب وہ مجھے اس میں سوار کر رہے تھے غش آگیا - اور آخر جب ہوش آیا - تو گاڑی تیز چل رہی تھی - اس کے اندر میری حفاظت کے لئے وہی مرد اور دو عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں . . . "

"بدبخت!" کرسچین نے جس کا چہرہ غصہ سے تمتما رہا تھا - جوش سے کہا - اور اسابیلا کو پھر سینے سے لگا لیا -

"رستہ میں ہماری گاڑی کسی گاؤں یا قصبہ میں ہو کر گذرتی یا کہیں گھوڑے تبدیل کرنے کے لئے ٹھیرتی - تو وہ لوگ مجھے ڈرا دھمکا کر چپ رہنے پر مجبور کرتے" حسین دوشیزہ نے سلسلہ بیان جاری رکھ کر کہا "ڈرتی تھی کہیں جان سے نہ مار دیں - اس لئے فریاد کی جرأت نہ ہوتی تھی - ایک بار گاڑی کسی سرائے کے پاس ٹھیری - تو سرائے دار کے سوال پر اسی مرد نے جو ہمارے ساتھ تھا - کہا غریب لڑکی دیوانی ہو گئی ہے اور ہم اسے پاگل خانہ لئے جاتے ہیں - اس کے بعد مجھے پھر غش آگیا - اور جب دوبارہ ہوش آیا - تو اسی کمرہ میں تھی - جہاں سے کل رات تم نے نجات دی - زنانہ حراست میں کچھ روز خیالات کی پریشانی اور شدت اضطراب سے یہی سمجھتی تھی کہ سچ مچ دیوانی ہو گئی ہوں - اور یہ پاگل خانہ کا کمرہ ہے - مگر جیشن نے رفتہ رفتہ مجھے سب حالات سے خبردار کیا - اور کہنے لگی چپ رہو گی - تو اُمید ہے ایک دو روز میں تم کو رہا کر دیا جائیگا - بس پیارے کرسچین میری داستان اتنی ہی تھی - مگر مجھے فکر ہے . . ."

"میں سمجھا" کرسچین نے جلدی سے کہا "تمہیں فکر ہے کہ وہ لوگ جن کے ہاں تم ٹھیری ہوئی

انہیں اس فوری گمشدگی پر کیا خیال کرتے ہوں گے۔ میری رائے میں تم مسز گارڈنر کے نام خط لکھ دو۔ اور اس میں تحریر کر دو کہ میں اس جگہ مقیم ہوں میری سہیلی لارا کی شادی دو تین ہفتہ کے عرصہ میں ہونیوالی ہے اور اب اس کے بعد آؤں گی۔ کیونکہ اس سے پہلے تو یہ لوگ تمہیں جانے کی اجازت بھی نہ دیں گے اور نہ۔۔۔"

فقرہ کا باقی حصہ کرسچن نے زبانی نہیں کہا۔ مگر اس کا مطلب نگاہ سے ظاہر ہو گیا"۔۔ اور نہ تمہیں ہم کو لطف صحبت سے محروم کرنا پسند کرو گی۔"

"لارا باصرار کہتی تھی۔ کہ اب میری شادی کے بعد ہی جانا" اسابیلا نے شرماتے ہوئے کہا اور میں نے اس سے وعدہ بھی کر لیا ہے۔ مگر ساتھ ہی خیال آتا ہے کہ اگر میں نے اپنی خادمہ اور مسز گارڈنر کو یہاں اپنے پاس بلا لیا۔ تو یہ سرایڈگر ہیورے کی مہمان نوازی پہ ایک ناجائز بوجھ ہوگا۔"

"بالکل نہیں۔۔۔ بالکل نہیں!" کرسچن نے جلدی سے کہا۔ "میری اور لارا کی خوشی میں ہی ان کی خوشی ہے۔ اس لئے پیاری اسابل ابھی ایک خط مسز گارڈنر کے نام لکھ دو میں جا کر سرایڈگر کو سب حالات سے خبردار کرتا ہوں۔ ان کا آدمی اگلی ٹرین میں خط لیکر ٹہنبرج چلا جائے گا اور چند گھنٹوں تک مسز گارڈنر اور تمہاری خادمہ کی سب فکر و تشویش رفع ہو جائے گی۔ اور چونکہ رسمی طور پر تمہاری خادمہ کا تمہارے ساتھ ہونا ضروری ہے اس لئے وہ اس آدمی کے ساتھ ہی آجائے گی۔"

"مگر کرسچن" اسابیلا نے اسے روکتے ہوئے کہا۔ "اب تک تم نے یہ نہیں بتایا کہ تمہاری اپنی رائے۔۔۔؟"

"اس گنہگار جوڑے کی نسبت؟" کرسچن نے پوچھا۔ اور پھر تھوڑے تامل کے بعد کہا "میرے خیال میں تم اس راز کو چھپا ہی رہنے دو تو اچھا ہے۔ خطاوار آدمی کا ضمیر اس کو بدترین سزا دے سکتا ہے۔ علاوہ بریں سردست یہ معاملہ ایک گھر کے راز کی صورت رکھتا ہے۔ ورنہ ہر ایک کا دوسرے پر الزام لگانا اور فریقین کا انکار و اصرار اور کیا معنی رکھ سکتا ہے۔۔ لیکن خیر تم رقعہ تحریر کرو میں سرایڈگر ہیورے سے ملکر ابھی آتا ہوں۔"

کرسچن کا خیال صحیح تھا۔ بیرونٹ کو اسابیلا کے قیام سے دلی مسرت ہوئی۔ کرسچن کے مشورہ کے مطابق اس نے فوراً ایک آدمی کو اسابیلا کا خط لے جانے کا حکم دیا۔ جو شام

ہوتے ہوتے مسز گارڈنر اور اسابیلا کی خادمہ کو ساتھ لیکر واپس آ گیا۔

باب ۸۰ ے

پاپ کا پھل

نظارہ پھر ارل آف لیسلز کے مکان میں تبدیل ہوتا ہے۔ جہاں کچھ عرصہ پیشتر قتل کی خوفناک واردات ہوئی تھی اور جہاں سے بعض خاص حالات میں اسابیلا ونسنٹ خوفزدہ ہو کر بھاگی تھی۔

رات کا وقت تھا اور بیوہ کونٹس آف لیسلز سیاہ ماتمی لباس پہنے اس کمرہ نشست میں جس کا ذکر اسابیلا نے کرچن سے کیا تھا۔ ایک پرتکلف صوفے پر دراز تھی۔ رنگت زرد۔ بدن استخوانی چہرہ اترا ہوا اور لباس کی سیاہی ہوگی کی سپید ٹوپی سے مل کر جسم کی زردی کو اور نمایاں کرتی تھی۔ آنکھوں میں توحش بے چینی اور مجذوبیت کی علامات تھیں اور صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ سخت فکر و تشویش میں مبتلا ہے۔ مگر نہیں جانتی کہ کیا کرنا اور کیا نہ کرنا چاہیئے۔ اپنی موجودہ حالت میں وہ اس کافر جمال۔ نازک ادا۔ رنگین مزاج کونٹس سے کتنی مختلف تھی۔ جو کچھ دن پیشتر ایڈونس کے آغوش محبت میں لطف عیش حاصل کیا کرتی تھی۔ اتنے میں دروازہ کھلا۔ مگر اس آہستگی سے کہ ایک بار اسابیلا کے پردہ کی روک میں ان کی گفتگو سننے کا واقعہ ذرا بھی حیرت خیز نہ تھا۔ اور داخل کون ہوا؟ ایڈونس موجودہ ارل آف لیسلز۔ کیونکہ مقتول رئیس کے بعد یہ اعزاز امارت اس کو حاصل ہو چکا تھا۔ مگر اب اس کی حالت پہلے سے بہت بدلی ہوئی تھی۔ وہ اصلی عمر سے بارہ سال بڈھا نظر آتا تھا۔ رخسار پچکے ہوئے۔ رنگت زرد فام اور چال میں ایسا کسل اور اتنی ضعف جانی غالب تھی کہ معلوم ہوتا تھا۔ فکر کے بوجھ نے عہد شباب میں ہی خم کمر کر دیا ہے۔

نیا ارل پردہ اٹھا کر اندر آیا۔ تو اینجل جھٹ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ گو اسکی یہ ظاہری بے چینی باطنی اضطراب کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔ ارل نے ایک کرسی اس کے پاس کھینچی اور سامنے بیٹھ گیا۔ ایک لمحہ ان کی آنکھیں چار ہوئیں۔ مگر فوراً ہی احساس نفرت وخوف سے پرے ہٹ گئیں۔

تھوڑی دیر چپ رہ کر ایڈونس نے ہلکی کھوکھلی آواز میں کہا "کیوں اینجل آخر یہ ہونا

حالات کب تک جاری رہیں گی؟"

"یعنی کیا؟" ایتھل نے جلدی سے پوچھا۔ اور ایک لمحہ کے لئے ان آنکھوں سے جن کا خندہ سیال صد ہزار دلفریبیاں رکھتا تھا۔ انتہائی نفرت وحقارت ظاہر ہونے لگی۔

"تم دیکھتی ہو ہم دونو اس طرح کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ جس نے دلوں کو توڑ کر جوانی میں ہی بڑھاپے کے سامان پیدا کر دیے ہیں۔" ارل نے جواب دیا۔ "اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو گھر کے نوکر بہت جلد معلوم کرلیں گے۔ ہماری یہ حالت زار متوفی کی مرگ بے ہنگام کے رنج والم سے نہیں بلکہ اس کا باعث کچھ اور ہے۔ سچ پوچھو تو خرابی فقط تمہاری ضد نے پیدا کی ہے ورنہ تم اپنے جرم کا اقرار کرلو۔ تو بات فوراً صاف ہوجائے۔ خدا جانتا ہے میں فوراً تم کو معاف کردوں۔ گو اس کے بعد ہمارا ایک دوسرے کے پاس رہنا قطعاً غیر ممکن ہے۔"

"بزدل کیوں کسی بیکس کو تنگ کرنے کی ٹھانی ہے؟" ایتھل نے چیخ کر کہا۔ "جرم تو نے کیا ہے۔ اور تجھی کو اس کا اقبال لازم ہے۔ مگر میں پوچھتی ہوں بار بار اپنا الزام اوروں کے سر ڈالنے میں مصلحت کیا ہے؟ کیا اس طرح تنگ کرکے تم مجھے اس جرم کا اقبال کرنے پر مجبور کرلوگے جس کا ارتکاب خود تم نے کیا ہے؟ اور بالفرض تم اپنے شیطانی مقصد میں کامیاب بھی ہوجاؤ۔ یعنی انسان کی نظروں میں خاک ڈال کر اپنے جرم کو پوشیدہ رکھ سکو تو کیا؟ خدائے عالم الغیب کو جو دلوں کی حالت جانتا ہے۔ بہرحال دھوکا نہیں دیا جاسکتا جرم کا بوجھ اپنے سر سے اتار کر مجھ پر ڈالنے سے تمہارے ضمیر کا ہرگز اطمینان نہ ہوگا۔"

"بس ایتھل بس!" ایڈولفس نے جھلا کر کہا۔ "یہ باتیں الٹا مجھے تم سے کہنی چاہئیں آخر کس لئے ہر وقت میرے سامنے اس جرم کی یاد تازہ کرتی ہو؟"

"میں اس وقت تک یہاں رہوں گی جب تک تم اپنے خوفناک جرم کے اقبال پر مجبور نہ ہوجاؤ۔" کینتھ نے باصرار کہا۔

"اور میں بھی اے بدکردار عورت اس وقت تک یہیں رہوں گا جب تک تجھ کو ہوش نہ آئے۔" ارل نے جواب دیا۔

کونتھ کے لب رنگ ہونٹ غصہ سے کانپ رہے تھے کہنے لگی "شرم کرو ایڈولفس شرم کرو۔ اس طرح کا بزدلانہ تشدد کبھی نہیں دیکھا گیا۔"

"یہی جواب میں تم کو دے سکتا ہوں" ایڈولفس نے تلخ لہجہ میں کہا۔ "مگر سنو ایتھل میری

نہیں۔ اپنی بہتری کے لئے اب کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ کرو۔ تمہاری اپنی حرکات تمہارے خلاف شبہ پیدا کرنیکا موجب ہو رہی ہیں۔ یاد رکھو تم اپنے گرد قرائنی شہادت کا جال بچھا رہی ہو۔ اور کوئی دن جاتا ہے کہ اپنے ہی افعال سے قاتل ثابت ہو جاؤ گی . . ."

"قاتل تم ہو۔ اور تمہیں کو اس ثبوت کا ڈر ہو گا" کونٹس نے جوش سے کہا۔ کیا نہیں جانتے کہ اسابیلا ایسے ہی شبہات کی وجہ سے رخصت ہو گئی ہے . . ."

"ٹھیک کہتی ہو" ایڈولفس نے قطع کلام کرکے کہا "لیکن وہ شبہات میرے نہیں تمہارے خلاف تھے۔ دیکھو اس بے جا ضد کا نتیجہ ابھی سے ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ غریب تمہیں قاتل سمجھ کر ہی یہاں سے گئی ہے . . ."

"مجھے نہیں تم کو" ایتھل نے جلدی سے کہا "یہ مان لو کہ تم قاتل ہو۔ اس کے بعد ہمارے تعلقات کچھ بھی ہوں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہارے جرم کا کسی سے ذکر نہ کروں گی۔ میں کبھی تم کو معاف کر دوں گی اور گو آئندہ ہمارے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ بہرحال دلوں کو تو سکون ہو گا۔ دنیا کو تو شک کی گنجائش نہ رہیگی۔ ان حالات کا تو خاتمہ ہو جائے گا جو ہر کسی کے دل میں شبہ پیدا کر رہے ہیں . . ."

"تمہارے خلاف!" ارل آف لیلز نے وحشیانہ تندی سے کہا "بیگم یاد رکھو جس کا ذہن صاف ہے اسے کچھ اندیشہ نہیں۔ مگر تمہاری چالاکی اور ابلہ فریبی کا بھی قائل ہوں۔ کہ انہی دلیلوں کو میرے سامنے پیش کرتی ہو۔ جو خود میرے منہ سے نکلنی چاہئیں۔ یہ اس بات کا اور بھی پختہ ثبوت ہے کہ مجرم کی حیثیت میں تم خود ہی ہر قسم کے اعتراضات سوچ کر ان کی تردید کئے جاتی ہو"

کونٹس نے نفرت کا اشارہ کیا۔ مگر زبان سے کچھ نہیں کہا۔

"ضدی عورت تو نہیں جانتی۔ حالات کتنے خطرناک ہوتے جا رہے ہیں" نوجوان ارل نے بھڑک کر کہا "میں دیکھتا ہوں میک پیس جو ہمارے ناجائز تعلق سے واقف ہے اور بار ہا ہمیں امداد بھی دیتا رہا ہے۔ اب ہر وقت تمہیں شک کی نظروں سے دیکھا کرتا ہے . . ."

"ایڈولفس یہی بات میں تم سے کہنے کو تھی" کونٹس نے قطع کلام کرکے کہا "سچ جانو میک پیس کئی بار تمہیں مشتبہ نظروں سے دیکھتا ہے۔ میرے خیال میں اسے یقین ہو گیا ہے۔ کہ جرم تمہارے ہاتھوں ہوا تھا . . ."

"ایتھل ایتھل تم مجھے دیوانہ بنا دو گی" ایڈولفس نے یکایک اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا

"میں فقط ایک لفظ اور کہنا چاہتا ہوں..."

"میں بھی تم سے ایک ہی لفظ اور کہوں گی!" کونٹش نے جلدی سے کہا۔ اور وہ بھی جھجک کر صوفے سے اٹھی اور اس شخص کے سامنے کھڑی ہو گئی جس سے کچھ دن پہلے تک اُسے مجنونانہ محبت تھی۔ مگر جسے اب وہ انتہائی نفرت سے دیکھتی تھی۔

دونوں ایک دوسرے کو نظر جما کر دیکھ رہے تھے۔ گویا ہر ایک کو اس بات کا انتظار تھا کہ دوسرے کی آنکھ تاب مقابلہ نہ لا کر ابھی جھکا چاہتی ہے اور دونو کو حیرت تھی کہ ایسا کیوں نہیں ہوتا۔ تھوڑی دیر یہ حالت رہی۔ پھر یکایک انہوں نے ایک ساتھ نظریں ہٹا لیں۔ ایتھل وہیں صوفے پہ بیٹھ گئی۔ اور ایڈولفس پیچھے مڑ کر تیز چلتا باہر چلا گیا۔

مگر دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ تو معلوم ہوا ایک آدمی سرعت رفتار سے سامنے کی طرف جا رہا ہے۔ خیال آیا وہ اب تک دروازہ کے ساتھ لگ کر باتیں سن رہا تھا۔ اور اب دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی وہاں سے ہٹا ہے ایڈولفس نے پہچانا یہ میک پیپ تھا۔ دوڑ کر اس کے پاس گیا۔ اور اس کا بازو مضبوط پکڑ کر ہلکی گلوگیر آواز سے کہنے لگا "تم یہاں کھڑے ہوئے کیا کر رہے تھے؟"

"کون میں؟" میک پیپ نے بھولی صورت بنا کر حیرت سے پوچھا۔ مگر فوراً ہی ایسا انداز اختیار کر کے گویا اس نمائش کو بے ضرورت سمجھتا ہے۔ لاپرواہی سے کہنے لگا "سرکار دس منٹ خلوت میں چاہیں تو سب حال عرض کر سکتا ہوں۔"

ان الفاظ سے ارل آف لیسلز کو اتنا غصہ آیا کہ جی چاہتا تھا اسے دھکا دے کر فرش زمین پہ گرا دے۔ مگر کچھ سوچ کر ضبط کر گیا۔ اور کہنے لگا "آؤ"

ارل اس کو ساتھ لیکر اپنے کمرہ میں گیا۔ جس کے باہر ایک دالان تھا۔ خیال آیا کہ اس دالان کا دروازہ بند کر دیں کوئی باہر کھڑا ہو کر ہماری گفتگو نہ سنیگا۔ احتیاط مزید کی خاطر اس نے کمرے کے سب پردوں کے پیچھے اور زیر پلنگ بھی جھک کر غور سے دیکھا۔ پھر ہر طرح اطمینان کر کے میک پیپ سے کہنے لگا۔ بتاؤ اب کیا کہتے ہو؟"

"پہلے یہ فرمایئے ان غیر معمولی احتیاطوں کی کیا حاجت تھی؟" خادم نے سوال کیا "کیوں آپ دروازہ بند کر کے پردوں کے آگے پیچھے دیکھتے پھر رہے ہیں...؟"

"اس لیے کہ میرا خیال ہے" ارل آف لیسلز نے انداز تحقیر سے جواب دیا "تم کسی نا گفتنی مضمون پر

گفتگو کیا چاہتے ہو؟"

"ایسی کس مضمون پر؟" میک پیس نے ارل کے چہرہ پر نظر جما کر پوچھا۔

ارل آف لیبلز سخت غصہ کی حالت میں تھا۔ شدت جوش سے دانت بھینچے ہوئے اور چہرہ سرخ۔ ذرا تامل کے بعد سنسناتی ہوئی آواز سے کہنے لگا "جس روز میں نے بے وقوفی سے تمہیں اس عشق کے راز سے خبردار ہونے دیا۔ جو مجھے کونسٹنس سے تھا۔ تو اس کی ہرگز امید نہ تھی کہ تم میرے اعتماد کا ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کروگے..."

"کیوں سرکار۔ میں نے کب ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی؟" میک پیس نے جو ارل کے انداز استقلال سے ڈگمگا گیا تھا حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"ابھی تک نہیں۔" ارل نے جواب دیا "لیکن میرا خیال ہے کہ اب بہت جلد ایسا کرنے والے ہو۔ تھوڑی دیر پیشتر گول کمرہ کے باہر تم نے جو گستاخانہ لہجہ اختیار کیا تھا۔ اور اب جس انداز سے میری طرف دیکھتے ہو۔ اس سے میں یہی سمجھ سکتا ہوں..."

"آپ جو چاہیں سمجھیں" میک پیس نے دفعتاً اپنا سامان سنبھال کر کے انکشاف حقیقت پر آمادگی ظاہر کرتے ہوئے کہا "میری رائے میں وقت آگیا ہے جب آپ کو اپنے مددگار کی کچھ سرپرستی کرنی چاہیے۔ مجبور ہو کر میں آپ سے وہ مانگتا ہوں جو آپ کو اس سے بہت پہلے فیاضی سے دینا چاہیے تھا"

"یعنی کیا؟" ارل آف لیبلز نے اپنے اضطراب کو ظاہری سرد مہری سے چھپاتے ہوئے پوچھا۔

"سنئے میں عرض کرتا ہوں۔" میک پیس نے کہا۔ اور اب وہ جو ہمیشہ منکسر اور فرمانبردار رہا کرتا تھا ایسے استقلال کے ساتھ تن کر کھڑا ہو گیا کہ معلوم ہوتا تھا اس نے خادم و مخدوم کے امتیاز کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ سر اٹھا کر دونوں ہاتھ برجس کی جیبوں میں ڈال لئے۔ اور گردن میں ہلکا سا خم دے کر ارل سے کہنے لگا "جس زمانہ میں آپ محض لارڈ آسمنڈ تھے۔ تب میں نے آپ کی خوب خدمات کیں یعنی جس طرح آقائے مرحوم کی بیگم سے آپ کی ناجائز محبت پر پردہ ڈالا۔ محفوظ بولنے فورڈ کے دوران حالات پر آج تک منہ بند رکھا۔ جنہوں نے آپ کو سادہ لارڈ آسمنڈ سے ارل آف لیبلز کے رتبہ تک پہنچایا۔ ان سب کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر آپ میرے نام دس ہزار پونڈ کا چیک لکھ دیں تو بعید از انصاف نہ ہوگا"

اس تقریر کو سن کر ایڈمنس نے کئی رنگ بدلے۔ پہلے وہ گستاخ نوکر کے منہ پر زور کا تھپڑ لگانا چاہتا تھا۔ پھر جب میک پیس نے کونسٹنس سے اس کے عشق کا دوبارہ ذکر کیا۔ تو اس کا

خون تیز گردش کرنے لگا۔ اور زرد رخساروں پر جوش کی سرخی پیدا ہوگئی۔ لیکن آخر میں جب بابن ارل کے قتل کی طرف مبہم اور گول لفظوں میں اشارہ کیا گیا تو ایڈولفس کا سارا غصہ۔ سارا جوش پانی کی طرح بہ گیا۔ خون کی گردش تھم گئی۔ بدن میں سنسنی پیدا ہوئی۔ اور وہ تپ کے مریض کی طرح زور سے کانپا۔

مگر جلد ہی اوسان بحال کرکے اس نے کہا "میرا شک صحیح نکلا۔ ضرور تم چھپ کر باتیں سنتے رہے ہو۔ اور کمرہ کے باہر کھڑے ہونے سے تمہارا مقصد یہی تھا۔"

"چلئے یونہی سہی" میک پیس نے لاپروائی سے جواب دیا "میرے دل میں پہلے سے جو شبہات موجود تھے۔ اگر میں ان کی تصدیق کرنے کو وہاں ٹھہر گیا تو کیا خطا کی؟ بہرحال اب کہ معاملہ حلقۂ راز سے نکل چکا ہے۔ اس کو دبانے کی بہترین صورت یہی ہے کہ دس ہزار پونڈ میرے حوالہ کیجئے۔ میں فوراً یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا۔ اور پھر کبھی آپ میری صورت نہ دیکھیں گے۔"

ارل اف ٹیبلڈ گھبرا گیا سختی کو نرمی سے بدل کر کہنے لگا "میک پیس تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں نے کونسٹس سے ناجائز عشق کیا۔ صحیح۔ تم نے کئی طریقوں پر ہماری مدد کی۔ درست مگر سچ جانو۔ وہ خوفناک جرم کبھی میرے ہاتھوں ممکن نہ تھا۔۔۔"

"نہ ہوگا۔" میک پیس نے طنز سے جواب دیا "مگر عدالت کی جیوری یہی قرار دے گی کہ سوتیلی ماں یہ نظر بد رکھ سکتا ہے اس کے لئے باپ کا گلا کاٹنا بڑی بات نہیں۔"

"آہ!" ایڈولفس نے دل سے کہا "معلوم ہوتا ہے کم بخت کو میری ناجائز ولادت کا راز معلوم نہیں یہ نہیں جانتا کہ نہ انفیل میری سوتیلی ماں ہے اور نہ متوفی ارل کو مجھ سے رشتہ ولدیت تھا۔"

"مائی لارڈ یہ وقت سوچنے کا نہیں۔" نوکر نے ارل کو متامل دیکھ کر کہا "آپ کے لب حرکت کر رہے تھے ہیں۔ مگر آواز سنائی نہیں دیتی۔ اس سوانگ کو چھوڑیے۔ اور معاملہ کو سیدھی طرح طے کیجئے۔ میں سب حال جان چکا ہوں۔ اسلئے آپ مجھے دھوکا نہ دے سکیں گے۔ فرمائیے تو سہی۔ بدنصیب بڈھے کو عین اس وقت جب وہ آپ کو غیر ملک میں بھیجا چاہتا تھا۔ قتل کرنے کی تحریک آپ کی طرف سے نہیں تو اور کس کی طرف سے ہو سکتی تھی؟"

"میک پیس میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ جرم میرا نہ تھا" ایڈولفس نے باصرار کہا۔

"مگر اس بہانہ کو سرکاری عدالت یا امرائی تحقیقاتی جماعت تسلیم نہ کریگی" خادم نے جواب دیا "تم نے بھی تو آجتک میرے منہ سے یہ نہیں سنا کہ یہ جرم میں نے کیا تھا" ایڈولفس نے کہا "میں

ہمیشہ اس سے انکار ہی کرتا رہا ہوں۔"

"آپکے انکار سے کیا ہوتا ہے؟" میک پیس نے جواب دیا۔ گذشتہ ایک گھنٹہ میں کونٹس نے دس بار آپ پر قتل کا الزام لگایا۔ پس اگر میں نے اس راز کو ظاہر کر دیا تو آپ کے بیگم اور بیگم کے آپ پر الزام لگانے سے دونوں میں کسی کی صفائی نہ ہوگی۔"

ارل آف لیسلز نے اس بیان کی اہمیت سمجھی۔ اور اس کے ساتھ ہی چہرہ جو پہلے زرد تھا اب لاش کی طرح سپید ہوگیا۔ یہ سوچکر بدن کانپنے لگا کہ انکشاف کا پہلا قدم رسوائی اور دوسرا پھانسی کا تختہ ہوگا۔ میک پیس جان گیا کہ فتح قریب ہے بے چینی سے کہنے لگا۔ "فرمائیے آپ نے کیا فیصلہ کیا؟"

"بالفرض میں تم کو روپیہ دیدوں"۔ ارل آف لیسلز نے جواب دیا۔ "تو اس کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ اس خوفناک جرم کو چھپانے کی رشوت ہے جس کا ارتکاب نہ میں نے کیا اور نہ کر سکتا تھا۔ میں صرف اس لیئے تمہارا کہنا مانتا ہوں کہ ایک خاتون کی عزت پر حرف نہ آئے۔ جب روپیہ تمہیں مل جائیگا مگر شرط یہ ہوگی کہ اسے وصول کر کے فوراً کسی طرف چلے جاؤ اور پھر واپس نہ آؤ۔"

"ہاں اس کا میں وعدہ کرتا ہوں"۔ میک پیس نے جواب دیا۔ اپنے دل میں وہ اچھی طرح سمجھتا تھا۔ کہ میں جب چاہوں ان تقاضوں کو پھر تازہ کر سکتا ہوں۔

"ٹھیرو۔ ایک شرط اور بھی ہے"۔ ارل آف لیسلز نے جلدی سے کہا "میں دو تین دن سے پہلے روپیہ ادا نہ کر سکوں گا۔ کیونکہ گو والد کی ساری املاک کا وارث واحد میں ہوں تاہم جائداد و ریاست کی تفصیل مجھے معلوم نہیں"۔ یہ کہتے ہوئے اس نے یہ جاننے کے لیے نوکر کے چہرہ کی طرف بغور دیکھا۔ کہ کہیں اس کو میری ناجائز ولادت کا حال بھی تو معلوم نہیں ہوگیا۔ مگر نہیں میک پیس کم از کم اس راز سے بالکل بے خبر تھا۔ پس ارل نے سلسلہ بیان جاری رکھکر کہا "میں کل سے نئے انتظامات شروع کروں گا۔ اور امید ہے ضابطہ کی کارروائی دو چار روز تک مکمل ہو جائے گی۔"

"مضائقہ نہیں"۔ میک پیس نے جواب دیا "میں اتنا عرصہ انتظار کر سکتا ہوں۔ مگر اس کا یقین ہونا چاہیے کہ بات پکی ہے۔ یعنی اب آپ وعدہ سے پھریں گے نہیں۔"

"اس کا اطمینان رکھو"۔ ایڈولفس نے جواب دیا۔ "اب میں اپنے کمرہ میں جاتا ہوں تم والسٹر سے جو ارل کا ذاتی نوکر تھا کہہ دو کہ مجھے آج رات کیلیئے اسکی خدمات درکار نہیں۔"

"جی بہت اچھا۔ ابھی کہہ دیتا ہوں"۔ میک پیس نے حصول مدعا کے بعد پھر وہی انکسار آمیز لہجہ اختیار کر کے جس کا وہ عادی تھا جواب دیا۔ اور مودبانہ سلام کر کے رخصت ہوا۔ بہرحال

دل میں بہت خوش تھا کہ اتنی بڑی رقم اس آسانی سے ہاتھ آگئی۔

خود ارل آف لیسلز کی اس وقت جو حالت تھی اس کا اندازہ ناظرین خود کر سکتے ہیں۔ غالباً جیلخانہ نیوگیٹ میں کسی پھانسی پانے والے قیدی کی حالت اتنی زار نہ ہوگی جیسی اس کی تھی۔

میک پیس باہر نکلا تو دروازہ کو اندر سے مقفل کرنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے جان لیا کہ اب تنہائی میں یہ اپنی حالت پر غور کرے گا۔

دل سے کہنے لگا۔ "امید نہیں صبح تک کمرہ سے باہر آسکے۔ یہ میرے حق میں بہتر ہے کیونکہ اس سے دوسری تجویز عمل میں لانے کا موقعہ مل گیا۔"

یہ الفاظ وہ لی زبان میں کہہ کر وہ کمرہ نشست میں داخل ہوا۔ جہاں بدنصیب کونٹس آف لیسلز اب تک ایک نرم صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اپنی محویت میں اسنے دروازہ کھلنے کی آواز نہیں سنی۔ بلکہ اس کے بعد بھی جب پردہ ہلا اور کسی کی چاپ سنائی دی۔ تو اس نے یہی سمجھا کہ یہ ڈلفس کچھ اور کہنے واپس آیا ہے۔ مگر جب اس نے اپنے متوفی شوہر کے خادم خاص کو ایک عجیب انداز اطمینان سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ اور اس کی حالت معمول سے بدلی ہوئی دیکھی۔ تو چونک کر اٹھی اور اس نامعلوم احساس سے جو کسی خرابی کے ظہور سے پہلے دل کو ہوا کرتا ہے مضطرب نظر آنے لگی۔

میک پیس نے جس کے چہرے سے تعظیم و ادب یک قلم رخصت ہو چکے تھے۔ پاس آکر بڑے اطمینان سے کہا۔ "میڈم معاف کیجیے میں آپ کی تنہائی میں مخل ہوتا ہوں لیکن چونکہ آپ سے چند الفاظ کہنے تھے۔۔"

"چند الفاظ! مجھ سے؟" کونٹس آف لیسلز نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ اور گو اس کا دل کسی خطرہ کے احتمال سے بڑے زور کے ساتھ دھک دھک کر رہا تھا۔ تاہم اپنی حسن اور رتبہ کا وقار قائم رکھتے ہوئے اس نے ظاہری سکون میں فرق نہ آنے دیا۔ بلکہ جیسا کسی عالی خاندان پابند آداب خاتون سے توقع ہو سکتی تھی۔ نوکر کی اس بے باکی سے رنجیدہ ہو کر سر کو انداز نخوت سے اونچا اٹھا لیا۔

"جی ہاں آپ ہی سے" میک پیس نے جو ارل پر بسہولت کامیابی پانے کے بعد زیادہ دلیر ہو چکا تھا لاپروائی سے جواب دیا۔ "مجھے ایک ضروری معاملہ پر صرف چند لفظ تخلیہ میں کہنا ہے۔۔۔"

"میں نہیں سمجھی وہ کونسا معاملہ ہے جو فقط تخلیہ میں طے ہو سکتا ہے؟" اہفل نے گری ہوئی آواز سے کہا اگر کوئی بات گھر کے انتظام کے متعلق ہے تو چھوٹی سرکار سے ملکر کہو۔ کیونکہ یہ کام اب انہی کے ذمہ ہو چکا ہے"

"مگر میں جو کہنا چاہتا ہوں اس کا تعلق نہ گھر کے انتظام سے ہے اور نہ چھوٹی یا بڑی سرکار سے"

میک پیس نے رفتہ رفتہ پاؤں پھیلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے تو صرف آپ سے کام ہے۔"

اہفل کی آنکھیں جگمگا گئیں اور سپید بے رنگ گالوں پر سرخی کا نشان جلد جلد ظاہر ہونے لگا

غائب ہونے لگا۔ پہلے خیال آیا شاید اس نے نشہ پی رکھا ہے۔ اس لیے تھوڑی دیر اس کے چہرہ کو بغور دیکھتی رہی۔ مگر میک پیس کی آنکھوں کی خوفناک چمک نشہ شراب سے نہیں تیز تر جذبات سے تعلق رکھتی تھی۔ ایتھل نے فراست نسوانی سے اس کے منشا کو سمجھ لیا۔ اس کے ساتھ ہی زرد فام چہرہ سرخ ہو گیا۔ غصہ سے بدن کانپنے لگا اور گستاخی بے حرمتی اور ذلت کے احساس نے طبیعت میں جوش عظیم پیدا کر دیا۔ حالات کی مجبوری سے اس نے اپنی حالت چھپانے کی کوشش کی۔ مگر انتہائی ضبط کے باوجود غصہ کو دبانے سے قاصر رہ کر کہنے لگی "میک پیس آج تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ کیا سوتے میں اٹھ کر آ گئے ہو؟ آخر اس گستاخ رویہ کی وجہ کیا ہے؟"

"وجہ عنقریب ظاہر ہو جائے گی"، نوکر نے سرد مہری سے جواب دیا "بلکہ میرا خیال غلط نہیں تو آپ اسے پہلے ہی سمجھ گئی ہوں گی بیگم یوں بے چینی سے ادھر ادھر نہ دیکھیے۔ یہاں کوئی نہیں آ سکتا کیونکہ اول تو دروازہ بند ہے۔ دوسرے نئی سرکار اپنے کمرہ میں آرام کر رہے ہیں۔ بس میں ہوں یا آپ اور یہ جانتے ہوئے کہ میرا ایک لفظ آپ کی عزت، نیک نامی، رتبہ، شان اور سلامتی کو آن واحد میں برباد کر سکتا ہے"

"میک پیس، میک پیس۔ کیا بہک رہے ہو؟" ایتھل نے تشنجی حرکت سے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ گو ایک ہی لمحہ بعد وہ اپنے بہترین اندیشوں کے بار سے پھر پیچھے جھک گئی۔

"منو بیگم" نوکر نے کونٹس کو زیادہ مضطرب دیکھ کر دلیری سے کہا "مجھے وہ زمانہ یاد ہے جب تم اور لارڈ اسمنڈ چھپ چھپ کر ملا کرتے تھے اور . . ."

بدنصیب عورت کے منہ سے کراہنے کی آواز نکلی۔ اور اس نے جھپک کر دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھک لیا۔ اپنے گناہ کا حال ایک ادنیٰ نوکر سے سن کر جیسی تکلیف و اذیت اس وقت اسے ہوئی۔ اس سے بڑی سزا شاید کبھی کسی مجرم کو نہ دی گئی ہو گی۔ اس ایک لمحہ میں کونٹس نے اس ساعت منحوس پر سو بار لعنت کی۔ جب اپنے متوفی شوہر کو مغالطہ دینے کیلئے ایڈولفس کی معرفت اس نے حرام کو شریک بازکرتا منظور کیا تھا۔

"دیکھا مجھے سب حال معلوم ہے۔" میک پیس نے کونٹس کو بدحواس دیکھ جلدی سے کہا "جس طرح چھوٹی سرکار نے تمہارے باغ حسن کی بہار لوٹی ہے۔ اس کا راز مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی جو اس سے کئی گنا زیادہ اہمیت رکھتی ہے معلوم ہو چکی ہے حاصل کلام یہ طرف تھوڑی دیر پیشتر نئے لارڈ سے آپ کی جو باتیں ہو رہی تھیں میں نے ان کا ایک ایک لفظ کھڑے ہو کر سن لیا ہے"

ایک بار پھر کونٹس کے منہ سے وہی کلمہ درد نکلا۔ اور ایڈولفس کے ساتھ اس گفتگو کی یاد آندھی کی سرعت رفتار سے دماغ سے گذری۔ مگر فوراً ہی طبیعت کو حقیقی یا نمائشی سکون دے کر اس نے نوکر کی طرف گرمی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہا "میک پیس میرے اور ان کے درمیان جو باتیں ہوئی

تھیں ان میں تو کوئی بات ایسی نہ تھی جس کی بنا پر تمہاری گستاخی روا سمجھی جاتی...“
”کیا انہوں نے صاف لفظوں میں تم پر قتل کا الزام عائد نہ کیا تھا؟...“ نوکر نے کہنا شروع کیا۔
”چپ میک پیس، چپ“ ایتھل نے گھبرا کر کہا۔ ”بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟ روپیہ درکار ہے۔ تو اس کی مقدار کہہ دو۔ فوراً ادا کر دی جائیگی۔ مگر نہ اس لئے کہ میرا ضمیر گنہگار ہے... بالکل نہیں... اپنی عمر میں میں نے کوئی پاپ کئے ہیں مگر... اُف! خدایا کیا ذلت ہے کہ میں ایک ادنےٰ نوکر کے سامنے اس تفصیل پر مجبور ہوں...“ ایتھل نے دوسری طرف منہ پھیر کر دبی زبان میں اپنے آپ سے کہا ”توبہ! توبہ!“
”دیکھئے بیگم۔ مجھے روپیہ پیسہ کچھ نہیں چاہیئے... کم از کم تم سے“ یہ آخری جملہ اس نے دبی آواز سے کہا ”میں تو فقط یہ کہنے آیا ہوں کہ رات ہے... تنہائی ہے... کوئی اور پاس نہیں...“
”کہو۔ آگے کہو“ ایتھل نے گستاخ نوکر کو اپنی طرف جھکتا دیکھ کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ ”خدا کے لئے معاملہ کو جلد ختم کرو۔“
”بس معاملہ ختم ہے“ میک پیس نے جواب دیا۔ ”اور اگر اب بھی طول پکڑے تو اس میں میرا قصور نہ ہوگا... تم دنیا کی حسین خوبصورت عورت ہو... اس لئے آج رات جب سارے آدمی سو جائیں... اور تمہیں اپنی خوابگاہ کے دروازہ پر ہلکی دستک سنائی دے...“
کونٹس آف لیسا کے منہ سے بے اختیار لفظ ”شیطان!“ نکلا چاہتا تھا۔ مگر لبک زبان پر آ کر رُک گیا۔ کیونکہ اگرچہ وہ کوئی ایسا ہی کلمہ نا روا سننے کو تیار ہو چکی تھی۔ تاہم جب الفاظ اصلی صورت میں کانوں تک پہنچے تو دل کو اتنا بھاری صدمہ ہوا کہ پیروں تلے سے مٹی نکل گئی۔ زبان طاقت گفتار کھو بیٹھی۔ دم رُک گیا۔ صورت سے اضطراب بدحواسی ظاہر ہونے لگی اور آنکھیں انداز توحش سے نوکر کے چہرہ پر جم کر رہ گئیں۔
”اب تم نے میرا مطلب سمجھا؟“ میک پیس نے گستاخانہ تبسم پیدا کر کے کہا۔ ”مگر اطمینان رکھو یہ بات میرے اور تمہارے درمیان محفوظ رہے گی۔ تم بد نامی کے ڈر سے کسی سے ذکر نہ کرو گی اور میں اپنی سلامتی کے لئے آقا یا نوکروں کو شبہ کا موقعہ نہ دونگا۔“
ایتھل کے منہ سے لمبی سرد آہ نکلی۔ اس وقت اس نے بار اول محسوس کیا کہ گناہ کی ڈھلوان سڑک انسان کو کس قعر ذلت تک لے جاتی ہے۔ سوچنے لگی ”یہ شخص مجسم شیطان ہے۔ اگر میں نے مزاحمت کی تو ضرور سب حال ظاہر کر دے گا۔ اور ہم میں سے ایک کو پھانسی پر لٹکنا ہوگا۔“
ناظرین سمجھ لیں یہ وہی خیالات تھے جو نصف گھنٹہ پہلے لارڈ آف لیسا کے دل میں پیدا ہوئے تھے۔
اسی ہیجان میں ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ دل نے کہا۔ کیوں نہ بچاؤ کی آخری کوشش کی جائے۔ کیا عجب اتفاق سے کوئی ایسا واقعہ پیش آئے کہ اس موذی کے پنجہ سے رستگاری میسر آ جاوے

نہیں اس انتہائی ذلت سے تو انگلستان یا کم از کم یہ مکان چھوڑ کر کسی طرف کو بھاگ جانا قابل ترجیح ہوگا۔

یہ سوچ کر ملی گہری آواز سے کہنے لگی "میک پیس میں تمہارا مطلب جان گئی۔ مگر جو تم کہتے ہو اس کا ذکر اتنا اچانک ہے اور میری اپنی طبیعت کچھ ایسی خراب ہے کہ تمہیں چند گھنٹوں کی مہلت دینے میں یقیناً عذر نہ ہوگا۔ دیکھو انکار نہ کرو۔ کیونکہ عورت کتنی بھی گر چکی ہو۔ ایسی باتوں کے لئے ایک لمحہ ہی تیار نہیں ہوسکتی۔۔۔"

ارے! یہ تو امید سے بہت زیادہ نرم ثابت ہوئی۔" میک پیس نے اپنے دل سے کہا۔ "ایک بار منوانا ہی مشکل تھا۔ ورنہ میرے لئے چند گھنٹے پہلے کیا اور پیچھے کیا۔۔۔"

اسے متامل دیکھ کر بدنصیب کونٹس نے دونوں ہاتھ جوڑ لئے اور التجائی لہجہ میں کہنے لگی "خدا کے لئے میری درخواست کو رد نہ کرو۔ میں صرف ۲۴ گھنٹوں کی مہلت چاہتی ہوں آج کی رات اور کل کا دن چپ رہو کل رات گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان۔۔ جب گھر کے آدمی سو جائیں۔۔۔ بس جاؤ۔" اس نے جلدی سے فقرہ کو نامکمل ہی چھوڑ کر کہا۔

ایک بار میک پیس کے جی میں آئی کہ اسی رات کے لئے اصرار کرے۔ مگر آدمی فطرتاً بزدل تھا نفسانیت کا جوش مزاج کی کمزوری پر غالب نہ آسکا۔ یہ سمجھ کر کہ اب میری کامیابی یقینی ہے اور آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ نرم ہو گیا اور رکتے رکتے تامل کے بعد رضامند ہو کر رخصت ہوا۔

اس کے چلے جانے پر جب باہر کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی تو کونٹس بدحواس ہو کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا اور ندامت سے گردن جھکا کر کافی اونچی آواز سے کہنے لگی "الٰہی یہ تیرا انتقام ہے! گناہوں کی سزا ایسی مرگ جو ملتی ہے جیسی۔ مگر اس کا آغاز اسی عالم میں ہو رہا ہے۔ اُف! میری زندگی میں یہ دن بھی آنا تھا کہ ایک ادنیٰ۔ ذلیل و حقیر نوکر ہیبر کا چھوڑا ہوا کہنا سننے والا غلام ایسی شرمناک تجویز پیش کرے اور میں چپ رہوں! بے شک اسی کا نام دوزخ ہے۔ اسی کو عذاب دوزخ کہتے ہیں"

اتنا کہہ کر بدنصیب عورت صوفے پر اوندھی لیٹ گئی اور سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔

بارہویں جلد ختم ہوئی

فسانہ لندن

رینالڈس کے ہوشربا ناول مسٹریز آف لندن کا ترجمہ

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے

سلسلہ اول

رینالڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ اور عبرت خیز ہے۔ قابل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو رستے معین کئے ہیں اور دو نوجوان ایک ہی وقت میں ان دو سڑکوں پر ایک ہی منزل مقصود کامیابی کی طرف روانہ ہوتے ہیں پہلی دشوار گذار اور پرشور مقامات سے گذرتی ہے مگر اس کے کنارے جا بجا آسائش کی فرودگاہیں موجود ہیں دوسری سیدھی ڈھلوان اور بظاہر شاداب مگر چلنے والے کیلئے ہر قسم کے خطرات سے پُر ہے مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی صعوبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے۔ مگر جزئی طور پر یہ اس قدر متنوع۔ ایسے عجیب اور اتنے حیرت خیز کیریکٹر شامل کئے گئے ہیں کہ انسان پڑھتا ہے۔ مگر سیر نہیں ہوتا۔

۱۷ جلدوں میں کل ضخامت ۲۳۴۸ صفحوں سے زیادہ قیمت ۱۲ محصولڈاک الگ۔

جداجدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں جلد اول کی قیمت عہ اور باقی ہر حصہ کی ۱۲ علاوہ محصولڈاک ہے

سلسلہ ثانی

رینالڈس کے معرکۃ الآرا ناول مسٹریز آف لندن کے دو سلسلے ہیں یا یوں کہنا چاہیئے کہ دو جداگانہ داستانیں ہیں جنہیں ایک نام سے شائع کیا گیا ہے سلسلہ ثانی سلسلہ اول سے بلحاظ نفس مضمون بالکل مختلف ہے۔ اس ناول کا ہیرو جدا۔ کیریکٹر الگ اور پلاٹ بالکل علیحدہ ہے۔ مگر دلچسپی اور سحر نگاری کے اعتبار سے یہ سلسلہ... اگر ممکن سمجھا جائے تو سلسلہ اول پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔

اس سلسلہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں سلسلہ اول میں امیر طبقہ کی برائیاں دکھائی ہیں وہاں اس میں ان کی خوبیوں کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ قابل مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ دولت ہر حال میں انسان کی فطری خوبیوں کو تلف نہیں کر دیتی اور آدمی میں فیاضی اور شرافت کا جوہر موجود ہو اور خدا اسے نیکی کی توفیق دے تو وہ اپنی ثروت کو دنیا کی بہتری کیلئے کیونکر صرف کر سکتا ہے۔ ۲۵ جلدوں میں کل ضخامت ۲۰۴۴ صفحوں سے زیادہ قیمت ۱۲ عہ محصولڈاک الگ

جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں۔ ہر حصہ کی قیمت ۱۲ علاوہ محصولڈاک ہے۔

لال برادرس ۷۔ پارسنز روڈ۔ نولکھا۔ لاہور